

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نگرار
اور معرکہ آرا کتاب ”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

22

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنْدَاہِ تَالِیْفَاتِ اَشْرَفِیَّہِ

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۳

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفتر پنجم جزو دوم

کلیدِ منشوی

جلد ۲۲

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نورانیہ مدظلہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قصہ اس شخصے کہ دعوی پیغمبری میکرد گفتندش کہ خورده کہ
 نہیں آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعوی کرتا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو کیا کر رہا ہے
 گج شدہ و یادہ میگویی گفت اگر چیز بے یافتہ کہ خورده زین شد
 کہ حق بنا اور کس کس کہ ہے ہم نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز دیتا جو کہیں کہیں نہ ملتی ہو
 مے و یادہ گفتے کہ ہر سخن نیک کہ باغیر آتش گویند یادہ گفتے
 اور نہ بکس کرتا کیونکہ ہر جہل بات جو لوگوں سے کہتے ہیں، بکس بچے ہیں اگرچہ
باشند اگرچہ دران گفتن مامور باشند
 وہ اس شخصے میں (احادیث جانب سے) معقول ہیں

اس لیے می گفت من پیغمبرم
 ایک شخص کہتا تھا کہ میں پیغمبر ہوں
 گردش استند و بردندش بشاہ
 لوگوں نے اس کی گردن اٹھائی اور اس کو بٹھا کر تھام لیا
 خلق بروے جمع چوں مورد بلخ
 لوگ اس پر جمع ہوئے اور انہوں کی طرح جمع ہوئے
 گر رسول آنست کا یاد از عدم
 اگر رسول وہ ہوتا ہے، وہ عدم سے آئے
 ما از انجا آمدیم اینجا غریب
 ہم اس جگہ سے آئے ہیں، یہاں سے غریب
 داوایشان را جواب آں خوش رسول
 انہیں بھلے رسول نے ان کو جواب دیا
 ایں نہ استید اے قوم از قضا
 اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ قضا ہر سے
 پتو طفل خفته ایں جا آمدید
 تم سوئے ہوئے، بچہ کی طرح بیان آگئے ہو
 از منازل خفته بگدشتید و ست
 تم سوئے ہوئے اور یہ بچہ کی منزل سے گزر گئے
 وز ہم پیغمبر ایں فاضل ترم
 اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں
 کس ایں ہی گوید رسولم از آنکہ
 کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے مصلح ہوں
 کہ چہ کمرست و چہ زردیر چہ فتح
 کوئی کرے، اور کیا شکاری اور کیا مال ہے؟
 ما ہمہ پیغمبریم و مختشم
 ہم سب پیغمبر اور مستحق ہیں
 تو چرا مخصوص ناشی اے اویب
 اے اوستاد! تو کیوں مخصوص ہوگا؟
 کالے گردہ کو رو و نادان فاضل
 کہ اے اندھ اور بہرہ ور اور نادانوں کے گردہ
 پیغمبر اینجا رسیدید از علمی
 تم اندھے بن کے بے خبری میں یہاں آگئے ہو
 پیغمبر از راہ و از منزل بلید
 تم راہ و منزل سے بے خبر تھے
 پیغمبر از راہ و از بالا و پست
 راہ اور نشیب، فساد سے بے خبر

آلہ آن کے۔ یہ ایک سوا
 تھا جس نے اناس سے بڑھ کر
 ہر کہ نبوت کا دعوی کیا
 تاکہ اس کے ذریعہ سے کہ
 کہنے والے اپنی گفتگو میں
 ایسے جملے استعمال کرتا تھا
 جن کے دو معنی ہو سکتے تھے
 ایک معنی نبوت کے دعوے
 پر مبنی ہو سکتے تھے دوسرے
 معنی کا نبوت سے کفر کا ملحق
 لے کر، چاہا کہ رسول بن
 سفر سے لے اپنے دلوں پر
 کا مطلب یہ بتا تھا کہ وہ
 کے پاس ہے دنیا میں آگیا ہے
 اس کا اٹھنا ہی نہ ہوگا
 ہم سے دنیا میں بھیجے۔
 آتا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ رسول
 کا مطلب یہ ہے تو ہم سب
 بھی ملک ہم سے دنیا میں
 آئے ہیں بلکہ ہم سب رسول
 ہیں تیری کیا خصوصیت ہوگی
 اہل حق خاصیت میں سفر سے
 نے اہل کو جواب دیا جیسا کہ تم
 بھی ملک ہم سے آئے ہو،
 لیکن ایسے اندھے بن کے آئے
 ہو کہ انہیں راستہ کو نہ چاند
 منزل کا۔
 آگے بچو سفر سے لے کر ہم
 لوگ سوئے ہوئے بچہ کی طرح
 ملک ہم سے راستہ لے کر گئے
 دنیا میں آئے ہو، باوجود اس کے
 میں ملک ہم سے پیدا ہوا کی
 حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔
 بیچ میں پائیں حواس پیش
 میں چہ ہائیں، فلاں وہاں ہر
 آگے شاہ! لوگوں نے شاہ
 سے اہل کو سزا دیے کا صاحب
 کیا شاہ نے اس کو بت کوزہ

وہ تھا پیغمبر۔ دنیا کی ہر چیز کو پیغام دیتے ہیں۔ انسان تمام کائنات سے افضل تھا
 نیز یہ معنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

دیجی ہنسلی ملایہ بخت
 لاغر کے تھان چو کر دہشت
 کمزور ہے منکر برداشت نہ
 کرے لگا بخت شاہ نگر پا
 کہ بخت سزا کے انس کر
 سمجھا دے۔

ملہ کبیری میں پانے سے
 سانپ صدمہ سے پھر نکلا
 ہے مہر داں شاہ نے نہائی
 میں میں سے پھچا کر کہاں
 کاہنے والا ہے اور کیا نام کر
 ہے گفت میں نے کہا کہ ان کا

سے دارالام میں آیا ہوں۔۔۔۔۔
 دارالام سلاطین کا گھر عالم
 باو دارالام سلاطین کا گھر
 دنیا ہے میں پانہ کی طرح
 ہوں ہندو میر کوئی گھر
 میں ہے نہ کوئی پیشہ ہے
 ملہ آؤ شاہ۔ بادشاہ نے
 تھکنا میں سے کہا کہ تو نے کیا
 کہا یا تھا ان ناخستہ کے لئے
 تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔
 میں نے کہا اگر کچھ تر تاقیں
 پیٹری کا دعویٰ کیوں کرتا۔
 دعویٰ۔ ان دوگوں میں پیٹری
 کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام کہ
 جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی
 خوش کرے۔

ماہ بیداری رواں گشتیم و خوش
 ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے

دیدہ منزل ہا زاصل و از اساس
 جزا اور نہیاد سے منزل کو دیکھا

شاہ را گفتند آئین بخش بکن
 درگوں نے بادشاہ سے کہا اسکر شکر میں ڈال دینے

شاہ دیدش پس نزار و بس ضعیف
 شاہ نے اس کو بہت لافسدا اور کمزور دیکھا

کے تو اس اور افشردن یا زدن
 میں کوکب بھیجا یا مارا جاسکتا ہے

لیک باؤ گویم از راہ خوشی
 لیکن میں اس کو غلطی سے کہوں گا

از درائے پنج و شش تا پنج و شش
 اپنے پانچ اور چھ کے درمیان سے پانچ اور چھ والی جگہ تک

چوں قلا و دواں خمیرہ شاس
 را بہر کی طرح باغبان اور درہ شاس بنکر

تا نگوید جس او پنج این سخن
 تاکہ اس جیسا کہیں کوئی ایسی بات نہ کہے

کہ یک سیلی میر داں نحیف
 کہ وہ کمزور ایک ملایہ جس سے مر جائیگا

کہ خوشیشہ گشتہ است اور ابدن
 کیونکہ تھکا کا بدن شبکی طرح ہو گیا ہے

کہ چراداری تو لاف سرکشی
 کہ تو بھڑکس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

کہ درستی ناید اینچا ہیچ کار
 کیونکہ جس جگہ سستی کا نام نہ ہوگی

مرداں را دور کرد از گردے
 دھن کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا

پس نشاندش باز پریش زجا
 قریب کو بٹھا یا پھر میں سے دھن پرچھا

گفت اے شہرہ مستم از دارالسلام
 میں نے کہا ملے بادشاہ! میں دارالسلام کا جہاں

نے مرا خانہ مست و نے یک نمشیں
 دیرا مگر ہے اور نہ کوئی سستی ہے

پادشاہ از روی لاش گفت با
 بادشاہ نے مذاق میں پھر اس سے کہا

اشتہاداری چہ خوردی بامدا
 تجھے میرک ہے؟ تو نے تمہیں کیا کہا ہے؟

گفت گز نام بندے بخاک تری
 آئے کہا اگر میرے پاس یا جان بول نہ ہوں

کہ بزمی سرگند از غار مار
 کیونکہ سانپ زہی سے قدرے باہر آتا ہے

شہ طعنے بود و نرمی و دردی
 بادشاہ عرش چاہ تھا اور نرمی بھی دانت تھی

کہ کجاداری معاش و ملتجا
 کہ تو مددگار اور فکا کا مال دکتا ہے؟

آدہ زانجا بدیں دارالسلام
 اس جگہ سے جس دست کے گھر میں آیا ہوں

خانہ کے کردست ماہے در زمین
 پانہ نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

کہ چہ خوردی و چہ داری چٹ ساز
 کہ تو نے کیا کیا ہے؟ اور میرے پاس ناشہ کیے گئے

کہ چنیں مستی و برلاف باد
 کہ تو نے قدویش میں اور شہنشاہ کو بھڑکایا ہے؟

کہ گتم من دعویٰ پیغیبری
 میں پیغیبری کا دعویٰ کب کرتا؟

مولانا نے رُبعِ اول کے آخر میں فرمایا تھا۔ گردابِ نان مرتزائے

شرح بڑے۔ از حسدِ ایلانِ دلت فارغ شدے۔

اب اس کے مناسب ایک شخص کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے ایک شخص نے دعوے بتوت کیا۔ لوگ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس کو پوچھا کہ تو نے کیا کھایا ہے جو اتنا مدہوش ہوا کہ تجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کتنا بڑا دعوے کر رہا ہوں اس پر اس نے کہا کہ حضور اگر میرے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو میں ایسا دعوے کیوں کرتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں۔ لوگوں نے اسے گرفتار کیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ دعوے کرتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور لوگ وہاں چیونٹیوں اور مٹیوں کی طرح جمع ہو گئے اور اس کا کہنا کہ یہ کیسا مکر اور کیسا فریب اور کیسا جال ہے۔ تجھ کو رسول کی کوئی بات نہیں۔ بجز اس کے کہ تو عدم سے آیا ہے پس اگر عدم سے وجود میں آنا ہی رسالت ہے تو ہم سب رسول ہیں۔ کیونکہ ہم بھی عدم سے وجود میں آئے ہیں اور ہمارا وطن اصلی بھی عدم ہے اور عالم وجود میں ہم مسافرانہ حیثیت سے ہیں پھر تو رسالت کے ساتھ مخصوص کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ سنکر اُس قابل مدعی رسالت نے جواب دیا کہ اے اندھے! اور احمق! اور بیوقوف! لوگو! تقدیر الہی نے تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے

تم اپنے اور میرے اندر فرق نہیں سمجھتے تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم یہاں اپنے اندھے پن کے سبب بے خبر آئے ہو۔ اور سونے ہوئے بچے کی طرح آئے ہو کہ نہ تم کو راہ کی خبر تھی نہ منزل کی۔ تم منزلوں سے سونے اور بے ہوشی کی حالت میں گذرے ہو۔ نہ تم نے رستہ کو جانا۔ اور نہ اس کی اونچ نیچ کو۔ برخلاف میرے

کہ میں بیداری کی حالت میں ماورائے عالم ناسوت سے چلا۔ اور اسی حالت میں عالمِ ناسوت
 میں آیا۔ میں منزلوں کی جڑ بنیاد سے واقف ہوں۔ اور راہبروں کی طرح واقف اور...
 راہ شناس ہوں۔ پھر میں اور تم دونوں یکساں کیلے ہو سکتے ہیں اس پر لوگوں نے
 بادشاہ سے کہا کہ حضور! اسے سزا دیں تاکہ یہ اس قسم کی باتیں نہ کرے۔ جب بادشاہ
 نے دیکھا کہ وہ بہت دہلا پٹلا اور کمزور ہے کہ ایک تھپڑ میں مرجائے گا اور اسلئے وہ
 شکنجہ میں کئے یا مار کا تحمل نہ کر سکے گا کیونکہ اس کا جسم شیشہ کی طرح کمزور ہے۔ تو
 اسکی خیال کیا کہ اسکو سزا نہ دینی چاہیے۔ ہاں اسکو نرمی سے سمجھانا چاہیے کہ تو ایسی سرکشی
 کیوں کرتا ہے کیونکہ اس جگہ سختی کام نہ دیگی۔ بلکہ نرمی کام دیگی اسلئے کہ نرمی مخالف کے
 قابو میں لانے کے لئے اکسیر ہے چنانچہ نرمی سے سانپ بھی بل سے نکل کر قابو میں آ جاتا
 ہے۔ یہ خیال کر کے اسنے لوگوں کو اسکی پاس سے ہٹا دیا اور کہہ دیا کہ تم جلد
 ہم خود نبٹ لیں گے۔ بادشاہ چونکہ نرم تھا اور نرمی ہی اس کا شیوہ تھا۔ اسلئے اسنے
 اسے پاس بٹھلایا اور کہا کہ آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کی بود و باش اور ٹھکانہ کس
 جگہ ہے۔ اسنے کہا کہ جناب! میں دارالامن عالم غیب کا رہنے والا ہوں اور اس
 دارملا مت دنیا میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں نہ میرا گھر ہے نہ کوئی دوست۔ میں بمنزلہ
 چاند کے ہوں اور دنیا بمنزلہ زمین کے۔ اور چاند زمین میں گھر نہیں بناتا۔ اسلئے میرا
 یہاں کوئی گھر نہیں۔ بادشاہ نے دل لگی سے کہا کہ جناب نے کچھ کھایا ہے اور کیا کھانا جناب کو
 اور دوپہر کو کیا کھانا مرغوب ہے اور اس وقت کچھ بھوک ہے یا نہیں اور صبح آپ نے
 کیا کھایا تھا کہ اسکی نشہ میں آپ اس قدر مست اور مغرور ہیں اسنے جواب دیا۔ کہ
 جناب! اگر کسی قسم کی روٹی سوکھی ہوئی یا تر میرے پاس کھانے کو ہوتی تو میں پیغمبری
 کا دعوے ہی کیوں کرتا۔ یعنی اگر میں سچا نبی ہوں پس میرا دعویٰ ہے تب تو یہ سوال...
 نمونہ بھی ہے لیکن اگر میں بھوٹا ہوں تو بھی یہ سوال نمونہ ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دعویٰ پیسٹ

زخمی گم ہے کہ زخم وصلے کے
لے اگر کئی شخص اس کے پہا
اگلا تارے تو وہ گم حاتیں
ماتے۔

سے خاتمہ مختصر ماہ نامہ
اور غریب غم ہوں اور چلتے
انہر چمک گئے ہوں تو گم
زبانہ لائیں اتارے۔ خاتون
ان دنیا داروں کی حرص کے
زخم ہیں اور گھر بھانڈوں
کے چلتے ہیں۔ چند انوکھا
مسکن ویران ہے اگر اس کو
کوئی بنداد اور کتب شہوں
کی خوبی سنا سکا تو وہ بھی صفے
کے لئے تیار ہو گا۔ مگر تیار
اگر کوئی اندر پتھر لکھا اس کی
باتیں سنا کر تو یہ خیال دہندہ
نہی کا خلق آتا ہے۔

لے کر توجہ دینا اور تفریک
باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ رانی
کہانیاں ہیں۔ کہتے یہ خود
برائے اور بوسیدہ ہیں ورنہ
یہ باتیں تو برائے کو بھی نیا
بنادتی ہیں۔ تھوڑا گھٹا
لوگوں کے دل مزہ ہو چکے
ہیں۔ باتیں انکو ہی زندگی
بخشتی ہیں عقل کا نشان
اور ایمان کا اور مظاہر دیتی
ہیں۔ دل خند۔ اس دل را
کی ان باتوں سے دل نہ چرا
وہ تیرے سرکش نفس پر
تجھے کاہر دیکھا۔

ملہ خرقہ دیو پیروقت
تجھے سنا دیا گیا تیرے
دل کی گہری گہول دے گا
اگر گویم۔ تکیں ان باتوں
کے سننے والے کہاں ہیں
آپ حیات کے طالب
مفقود ہیں۔ تو یک خوار
مشق ہیں اگر ایک ذلت
شانی پر چلتے تو تو مشق

خرقہ بر ریش خرقہ سیدہ سخت
بچی گم ہے کہ زخم پر سخت چسپی ہوئی ہے

جھٹتہ انداز و قیاس اس خرز در
وہ گم حاتیں تکلف کی وجہ سے دھن مار رہا
خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقہ
خمسوا جبکہ پاپن زخم ہیں اور ہر گدہ بچی
خانماں چوں خرقہ ایس صلیش
گمراہی ہے اور یہ حرص زخم ہے

خانماں چند ویران ست بس
چند کا گھر بار مسرت ویرانہ ہے
گر بیاید باز سلطان زراہ
اگر شاہیں باز راستہ ملے کر کے آئے

شرح والالکفی باغستان و جو
والا اسفلت اور باغ اہل نہر کی تفصیل
کہ چہ باز آور دافسانہ کہن
کہ باز پراتا فہ کیوں لایا

کہنہ الیثا نند و بوسیدہ ابد
برائے ابد ہمیشہ کے لئے طے ہوئے وہ ہیں
مردگان کہنہ را جاں میداد
برائے مردوں کو جان عطا کر دیتی ہے

دل مذداز دلربائے روح بخش
روح بخشنے والے مشوق سے دل نہ چرا
سرمزد داز سرمراز تاج دہ
سرمزد کر نوالے تاج بخشنے والے سرمزد چھا
باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو
کس سے کہوں بوسیدہ گاؤں میں زندہ کوئی ہو؟

تو یک خواری گریزانی ز عشق
تو ایک ذلت کی وجہ سے عشق سے جاگ مانع الا
عشق را صد ناز و استکبار ست
عشق کے سیکڑوں ناز اور غرور ہیں

چونکہ خواہی بر گنی زو لخت نخت
جب تو اس سے منہ نہ کوئے آکالے

جند آں کس کز و پر ہیز کرد
عشق لہ ہے۔ وہ شمس جماس سے نکلی گیا
بر سر شش چھسیدہ و زخم غرقہ
ایکپ کی، نمی میں افس پر چمکی ہوئی ہو

حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
جس کو نیا دہیں ہوگی انکے زخم زیادہ ہو گئے
نشود او صاف بنداد و طلبس
وہ بنداد اور طلبس کی غریباں نہیں ستا ہے
صد خبر آرد بدیں چنداں شاہ
ان چندوں کو بادشاہ کی سیکڑوں خبریں سنائے

پس بروافس دارد ہر عدو
توجہ دشمن اس مذاق ادا ہے گا
کز کزاف و لاف میا فاد سخن
کہ بیوردہ اور شبنم کی باتیں کر رہا ہے

ورنہ آں دم کہنہ را تو سیکند
وہ نہ بات برائے کو نیا کر دیتی ہے
تاج عقل و نور یاں میداد
عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے
کہ سوارت می کند بر پشت خوش
کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دیتا

کو زیلے دل کشاید صد گرہ
کیونکہ وہ دل کے باؤں سے سیکڑوں کو نکالتا
سوئے آب زندگی بوسیدہ کو
آپ حیات کی جانب دھو بیولا کون ہے؟

تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟
عشق با صد نازی آید بدست
عشق سیکڑوں نازوں سے اتار گھٹا ہے

عشق چون انی ست انی مغرور
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے
چوں درخت آدمی و بیخ عہد
انسان درخت کی طرح ہوا اور وفادار عہد پر
عہد فاسد بیخ بوسیدہ بود
غراب عہد، شری ہوں جڑ ہوتا ہے
شاخ و برگ نخل اگرچہ سبز بود
نخل کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں
ورندار و برگ سبز و بیخ ہست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ اچھی ہے
تو مشو غرہ بعلمش عہد جو
قوس کے طے سے دھکا نہ کھا، عہد کی کھجور

در حریف بیوفامی ننگ گرد
بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے
بیخ را تیمار می باید بجہد
جڑ کی کوشش سے حفاظت کر لی جائے
وز شمار لطفہ سبیدہ بود
اور ہیرائی کے پھلوں سے کھلا ہوا ہوتا ہے
افساد بیخ سبزی نیست بود
جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے
عاقبت بیروں کند صد برگ دست
انجام کار سیکڑوں پتے اتارنا نہیں کے
علم چوں قشرست عہدش مغرور
علم چھلکا جیسے اس کا عہد ایشیا کا سبز ہے

کر جھڑ گیا کتا ہے تو نے
اس کی حق کا مٹا شام ہے
نہیں ہے عشق ہیبت بگڑ
اور نازوں بھرا ہے بہت
معبیتر ہے باغ گلستا ہے
سلہ عشق، عشق و غلاظت
ہے وہ وفادار لگا کر حاصل
ہوتا ہے وہ بے وفا کی
طرف نظر ہو کر بھی نہیں
دیکھتا ہے بیخ عہد اچھی
کی اصل اور جڑ وفاداری
اور درخت کی جڑ حفاظت
ضروری ہے، عہد فاسد

لے شاخ جس درخت کی
جڑ کی کسی پرانے شوق کی جڑ
کر مٹی نہیں ہے، تنہا لگا کر
جڑ درخت ہے، پتوں کے
جھڑ جانے سے کوئی نقصان
نہیں ہے پتے ہر آبائیں کے
تو شہر کسی انسان کے علم ہے
دھوکہ نہ کھا جائے، دیکھنا
پائے کہ نہیں وفادار کا لہ
ہے یا نہیں وفاداری انسان
کا جوہر ہے۔

لکھ دہلیاں۔ انسان جب
خود مولا نہیں ہے مرنے پر تیار
تو دوسروں کی جگہ نہیں ہے
شیطان کی طرح چلے گئے
اور پچھتاوے وہ بھی مولا کی
مردم ہوا کی مولا کی مولا کی
کا تھا آخر وہ مرنے پر تیار
نہ دیکھ سکتا تھا۔ واقفیان۔
تمام انسان اموال انسان
پر شیطان کی طرح مولا کی
ہرگز نیک کلاب کرنگ کا
دیکھا چاہتا ہے مگر خواہی
اگر انسان اس انہی صفت
بچا جائے تو خود کو کاہلیہ بنا

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اس درخت کی طرح ہے جو جڑ نکل جانے سے پھلوں سے محروم ہو گیا ہو۔

در بیان آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثر دولت
اس کا بیان کہ بیمار انسان جب بیماری میں لگ جاتا ہے اور غریبوں کی دولت
نیکیوں کا راں برین شیطان صفت شود و مانع خیر گردد و از حسد
کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا کہ جاتا ہے اور حسد سے خیال کی طرح بھول چکے ہیں
پچھوں شیطان کہ خرمن سوختہ ہم را خرمن سوختہ خواهد
بہا ہے کیونکہ جس کا کیلیاں جل گیا ہو سب کو بھونے کیلیاں ملا جاتا ہے
اَنَا يَتِ الَّذِي يَتَّهِى عَمْدًا اِذَا صَبَا
کہا تو نے نہیں دیکھا کہ جو مرنے کے منت کرتا ہے جبکہ وہ مرنے لگا ہے

وایاں را چوں برہنی کرہ شود
جب تو مولا دلوں کو سووند دیکھتا ہے
ہر کہ را باشد مزاج طبع مست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو
گر نخواہی رشک الیسی بیا
اگر تو شیطان کا مرنے نہیں کرنا چاہتا ہے تو کہا
تو جو شیطان نے شوی آنجا حسود
تو جو شیطان کی طرح اس وقت ماسخ بناتا ہے
او نخواہی چسب کس را تندست
وہ کسی کو نہ صفت دیکھنا پسند نہیں کرتا
از در و عوے بدر گاہ وفا
دھوکے کے دھانے علم پر کھانا دھوکہ دہا میں
اگر تو شیطان کا مرنے نہیں کرنا چاہتا ہے تو کہا

پس موعانے خشک ہل سناں بخت
لے نیکہ بخت! خشک دہاک چھڑا ہے
گر نہ داری دانہ ایزد زان عا
الزیر ہے اس دانہ میں ہے دانہ تالے اس تالے

پچھو مریم درد بودش دانہ
ہم درد کہ حضرت مریم کچھ پس درد تھا دانہ زقا
زانکہ وافی بوداں خاتون راد
کیونکہ وہاں خاتون وفا دار تھیں

آں جماعت راکہ وافی بودہ اند
جو راکہ وفا دار ہوتے ہیں
گشت دریا ہا شکم پر داز شاں
دریا ان کی پردیش کرنے والے سج ہیں

گشت دریا ہا سحر شاں و کوہ
دریا اور پہاڑ ان کے نامیہ انسان سی
ایش خود اگر امیت از بہر شا
دکھانے کے لئے اکرم ہے

آں کر امتہائے نہاں شاں اک
ان کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ
کاراں دار خود آں باشد لہ
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ ادبی ہوتے ہیں
بلکہ باشد در ترقی دیم
بلکہ ہر طرف ترقی میں ہوتے ہیں

کر نشان دانہ می خواہد دخت
جو کر دانہ بکیرا ہے، دخت چاہت ہے
بخشدرت نخلی کہ نعم مناسعی
پتھر بکیرا غارت کرے گا کیونکہ ایسے جو کرشن
کہ ہے وہاں ہے

سبز کرداں نخل را صاحب فنی
صاحب تیرہ نے اس بکیر کو سرسبز کر دیا
بے مرادش دادیزواں صد مراد
اٹھنے ان کے مانگے نیز سیکڑوں مرادیں دیدیں

بر بہر اصفاف شاں فرورہ اند
تمام طبعوں پر ان کو نصیب دہی گئی ہے
صحن میدانہا تانداں درشاں
میدانوں کی دست آویز کے مانگے درشاں

چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
اس جماعت کے حامل عناصر میں لاپہ ہے
تا بہیند اہل انکاراں عیاں
تا کہ ششکین واضح طور پر دیکھ میں

در نباید در حواس و در پیاں
حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں
دائماں نے منقطع نے مسترد
مسترد، منقطع ہوتے ہیں، مسترد
ہست آں بخشہ صبا کرم
وہ صفا کر کے والا کریم ہے

لے ہجو مریم حضرت مریم
نے کجی کی مجلس نہیں دلی حق
ابنہ ان کو درد تھا جس سے
دخت آگ اپا آگ جماعت
اٹکے کے مہکھانے کے طے
کے مجلس ہیں، مجلس بکیر
موتی نے تابوت میں لیا ہیں
رہتے تھے، اب طوط پر سن
لے کچل کے پیٹ میں لیا ہیں
رہتے ہوئے ہندش پائی -
ہا کر صحن مختلف جگہ بتا دیا
چے لاکھ اپنی، جو اچھی لے
انہی کی سدا کی۔
لے حق خود شجرے صحن
دروں کو دکھانے کے لئے فریضے
پاتے ہیں۔ آں کو استیغہ نہیں
باہن کو استیغہ جو عام کی شکار
سے غرض ہوتی ہیں وہ اصل
نہیں، اور وہ دمیدم بڑھتی
رہتی ہیں یہی کہ استقامت
فی الزین انما بجا منت و غیر

شرح

اوپر ایک شخص کے دعوے نبوت کرنے اور لوگوں کے
اس کی تکذیب کرنے کا ذکر تھا۔ اب مولانا مضمون ارشاد کیا
کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور منطاط انتقال مطلق دعوے پیغمبری ہے۔ خصوصیت

کذب دعوے کو اس میں دخل نہیں فیض اس مضمون میں پیغمبری سے مراد مطلق احکام
خداوندی کا پہنچانا ہے خواہ پہنچانے والا نبی ہو یا نائب نبی۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو آب
حل سنو! مولانا فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اسکی تکذیب کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ خیر وہ
تو جھوٹا تھا یہ تو سچوں کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ اسلئے ان کے سامنے پیغام رسانی حق
سمانہ کا دعوے کرنا یونہی بے سود ہے۔ جیسے پہاڑ سے طالب تعقل ہونا۔ بھلا کوئی
پہاڑ اور پتھر سے بھی طالب تعقل ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مسائل دقیقہ کو سمجھ
اور یاد رکھے۔ کوئی بھی نہیں۔ کیونکہ اسکی یہ توقع ہی فضول ہے اسلئے کہ اس کا تو یہ کام
ہے کہ جو تم کہو گے وہی وہ کہہ دے گا۔ اوریوں دل لگی کر یگا جیسے دل لگی باز یک
کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی یہ توقع رکھنا کہ وہ مسائل احکام
الہیہ کو سمجھیں گے اور اس بنا پر ان کے سامنے دعوے پیغام رسانی کرنا بے سود ہے کیونکہ
یہ بھی ان کو سنکر مسخرہ پن کریں گے۔ پسے کجا یہ قوم کجا پیغام خداوندی۔ کیونکہ یہ
تو پتھر ہیں اور پتھروں سے توقع فہم و فہم بول کون رکھ سکتا ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ اگر تم کسی عورت یا رُپے پیسے کا پیغام لاؤ اوریوں کہو کہ
فلان مقام پر ایک پری زاد تمہیں بلاتا ہے اور تم پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور گو تم اسے جانتے
ہو۔ مگر وہ تمہیں جانتا ہے۔ تو اس کو خوشی سے قبول کر لیں گے اور تمام مال و دولت بلکہ
جان تک تمہارے سامنے حاضر کر دیں گے لیکن اگر تم خدا کا شیریں پیام لاؤ۔ اور کہو کہ خدا
تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ تم اس جہاں فانی دے دے مگر سامان سے۔ عالم باقی و باسٹر سامان
کی طرف چلو۔ اور جبکہ تمہارے لئے بقا ممکن ہے تو خواہ مخواہ فانی نہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ
ہوگا کہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ اور تمہارے جان لینے اور سرتار کرنے کے
دِرپے ہو جائیں گے۔ اور یہ غیرت دین و ایمان کی بنا پر نہ ہوگا (کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو اسکو
صرف مدعی کا ذب تک محدود رہنا چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مدعیان صادق کے

ساتھ بھی ان کا یہی بڑا ذہن ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس کا منشا محبت دینی نہیں ہے) بلکہ منشا اس کا حب دنیا ہے اور دنیا کیساتھ وابستگی کے سبب ان کو یہ بیان اچھا نہیں معلوم ہوا اور ان کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے گدھے کی چانچ جب گدھے کے زخم پر کپڑا خوب چپک جاتا ہے تو جس وقت تم اس کو جدا کرنا چاہتے ہو تو وہ یقیناً تمہاری طرف سے دھلتی پھینکتا ہے۔ پس وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جو اس سے بچے اور اُس کے زخم کو نہ چھڑے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دے کیونکہ وہ زخم پر سے کپڑا اکھڑنے والے پر یقیناً دھلتی پھینکتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ پاس

زخم ہوں۔ اور ہر زخم پر کپڑا چپکا ہو۔ اور زخم کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس سے خون ویسپ جاری ہو اور کپڑا خون وغیرہ میں ڈوبا ہوا ہو۔ ایسی حالت میں تو بالاولیٰ دلتیاں بھینکنے لگا۔ پس لوگ گدھے ہیں اور ان کے حرص زخم اور امور دنیویہ کپڑا۔ پس جس کے اندر جس قدر حرص زیادہ ہوگی اسی قدر زخم زیادہ ہوں گے اور اُسی قدر ان سے کپڑا اٹھڑانا یعنی تعلقات قطع کرنا زیادہ ناگوار ہوگا۔ اور ترک تعلقات دنیویہ ان کو اس لئے بھی ناگوار ہونا چاہیئے کہ دنیا ایک دیرانہ ہے اور لوگ اُلٹے۔ اور اُنوں کا گھر بار تو دیرانہ ہی ہوتا ہے۔ وہ بغداد اور طبرس کے اوصاف سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دیرانہ کو چھوڑ کر وہاں جانا۔ تو درکنار۔ ان اُلٹوں (دنیا داروں) کے پاس اگر کوئی شاہی باز (عارف حق) آتا ہے اور بادشاہ کے سینکڑوں عجیب عجیب حالات بیان کرتا ہے اور دارالسلطنت (عالم غیب) اور باغ (جنت) اور نہروں (دائراہ جنت) کے حالات بیان کر لے تو ان میں سے ہر دشمن اس کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ باز (عارف) کیسا پرانے بنیاد قصہ لیکر آیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کا پتہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ کہتا ہے سب لفاظی اور شیخی سے کہتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کہنہ اور ناکارہ اور ہمیشہ مڑے گلے رہنے والے اور

نا قابل اصلاح معترضین ہیں ورنہ اہل اللہ کا کلام تو پُرانوں کو نیا اور ناقصین کو کامل بنا دیتا ہے اور عرصہ دراز کے مردہ دلوں کو حیات روحانی بخشتا ہے اور انکو تاج عقل اور نور ایمان بخشتا ہے۔ جب عارف کی یہ حالت ہے تو لے اہل دنیا؛ تو تم اس جان بخش دار با سے اپنا دل نہ چڑاؤ۔ بلکہ اسکو اس کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ تم کو عزت کے گھوڑے پر سوار کرے اور تم مقرب عند اللہ ہو جاؤ۔ اور تم اس عزت بخشے اور تاج شاہی عطا کرنے والے سے سرکشی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے دل کے پاؤں ان سینکڑوں گرہوں کو کھول دے گا۔ جس سے وہ ناسوت میں مجبوس ہو رہا ہے۔

مولانا جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کو لوگوں کی نااہلیت سے تنگی لاحق ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ میں یہ مضامین کسے بیان کروں اس خراب آباد دنیا میں زندہ اور صاحب دل کون ہے جو میری بات کو سنے اور سمجھے اور اس آب حیات کا طالب کون ہے جو اس کی طرف دوڑے۔ کوئی بھی نہیں پھر میرا کہنا فضول ہے۔ اگر کوئی ناقص کہے کہ میں عاشق حق ہوں۔ اور میں اس کلام کا طالب ہوں۔ تو میں اس کو کہتا ہوں کہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم ایک ذلت سے اس عشق کو سلام کرو گے اس لئے تم عاشق نہیں ہو اور عشق کی تو تم کو ہوا بھی نہیں مگر بلکہ تم نے عشق کا صرف نام سن لیا ہے۔ عشق حق یوں آسانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سینکڑوں ناز اور بہت کچھ سخت اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے وہ بہت سے ناز کر کے اور خوب آزما کے ہاتھ آتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ خود باد فنا ہے اس لئے اپنے طالب کے اندر بھی وفاداری دیکھتا ہے اور وہ وفاداری کو چاہتا ہے۔ بے وفا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ پس اگر تم عشق کے طالب ہو۔ تو وفادار بنو۔۔۔۔۔ یاد رکھو کہ آدمی بمنزلہ درخت کے ہے اور علم بمنزلہ پتوں کے اور وفا بمنزلہ حق سبحانہ بمنزلہ (جسم) کے اور الطاف و عنایات حق سبحانہ بمنزلہ ثمرات کے۔ پس تم کو چاہیے کہ پوری کوشش سے جڑ کی حفاظت کرو۔ اور وفائے عہد حق سبحانہ یعنی تقویٰ میں

خلل نہ آنے دو۔ کیونکہ اگر وفائے عہد میں خلل آئے گا تو جڑ خراب ہو جائیگی۔ کیونکہ عہد فاسد
 بمنزلہ بوسیدہ جڑ کے ہے پس درخت آدمی ثمرات الطافی حق سے محروم ہو جائیگا
 دیکھو! اگر اس درخت کی شاخیں اور پتے سبز ہوں یعنی علم آدمی کو حاصل ہو
 اور جڑ خراب ہو۔ یعنی تقوٰے میں خرابی ہو تو یہ سبزی شاخ و برگ مفید نہ ہوگی لیکن اگر
 سبز پتے نہیں ہیں اور علم دین میں نقصان ہے مگر جڑ یعنی تقوٰے درست ہے تو اس
 اثر سے سینکڑوں پتے پھوٹ آئیں گے اور سینکڑوں طرح کے علوم اسے حاصل ہونگے
 پس تم کو کسی کے علم سے دھوکا نہ کھانا چاہیے بلکہ وفائے عہد یعنی تقوٰے ڈھونڈنا چاہئے
 ایک وجہ تو اسکی وہ حق جو ابھی بیان کی گئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف علم بمنزلہ چھلکے
 کے ہے اور وفائے عہد بمنزلہ مغز کے۔ پس وفائے عہد مطلوب ہوگی نفس علم
 مطلوب نہ ہوگا۔ مگر تم خود تو کیا دفا کرتے۔ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ جب تم دیکھتے ہو کہ
 اہل وفا نفع اٹھا رہے ہیں اور ان کی دفا کے ثمرات ان کو ملتے ہیں تو تم شیطان کی طرح
 ان پر حسد کرتے ہو۔ اند ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس مزاج اور طبیعت
 میں غل ہوتا ہے وہ دوسروں کی تندرستی نہیں چاہتا۔ پس اگر تم اس رشک و حسد...
 شیطانی سے بچنا چاہتے ہو تو دعوائے خودی کو چھوڑ کر دفا اختیار کرو اور جبکہ تم اپنے
 اندر دفا نہیں رکھتے تو خاموشی اختیار کرو۔ کیونکہ گفتگو اکثر اوقات دعویٰ مادمین
 یعنی دعویٰ خودی سے خالی نہیں ہوتی۔ اسکی تمہارا دعویٰ چھوٹے گا اور دفا تمہارے
 اندر پیدا ہوگی۔ کیونکہ جب تک گفتگو سینہ کے اندر ہوتی ہے تو اس میں یہ خاصیت ہے
 کہ اسکی کمالات روحانیہ کی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں آمد ہوتی ہے اور کمالات مذکورہ کو اس
 سے بہت ترقی ہوتی ہے لیکن جب وہ زبان پر آجاتے ہیں تو وہ کمالات خرچ ہونے
 لگتے ہیں پس تم خرچ میں کمی نہ کرو۔ تاکہ وہ مغز کمالات باقی رہے۔
 یاد رکھو! کم گو شخص کے اندر غور و خوض کا مادہ بہت ہوتا ہے لیکن جب

آدمی زیادہ بولنے لگتا ہے تو وہ مغز فہم وغیرہ رخصت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب پوست زیادہ ہوتا ہے تو مغز کم ہو جاتا ہے اور جب پوست کم ہوتا ہے تو مغز زیادہ ہے اسکی تصدیق کے لیے تم پختہ اخروٹ، بادام اور پستہ وغیرہ کی حالت پر غور کرو۔ پس تم کو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

پس تم وفادار بنو اور بے وفائی اور مخالفت کو چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ شیطان ہو جاتا ہے جو کہ اہل اللہ کی دولت پر حسد کرتا ہے اور جس وقت تم حق سبحانہ کے عہد طاعت کو پورا کر دو گے۔ حق سبحانہ اپنے کرم سے تمہارے عہد جزا کو ملحوظ رکھیں گے اور اسے پورا کریں گے چونکہ تم دوائے حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہو۔ اسلئے تمہارے گوش جہات میں اذ کو دوائی اذ کو کھٹکھٹ نہیں پہنچا اور تم جزائے حق سبحانہ سے حالاً ناواقف ہو۔ پس تم کان لگاؤ اور اقل اوقول بعہد حق کو سنو۔ اور اس حکم پر کار بند ہو۔ تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے اوف بعہد کمر پر عمل ہو اور تمہیں اس کا نتیجہ ملے۔ ہمارے عہد اور ہمارے فرض یعنی طاعت کی ایسی مثال ہے جیسے خشک دانہ زمین میں ہونا کہ اس کے ذمین کو فائدہ اور زیادتی حاصل ہوتی ہے اور نہ مالک زمین کو اسکی تو نگری حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ صرف اس میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اس قسم کی چیز کی ضرورت ہے جو کہ تو نے عدم سے دی ہے۔ یعنی میں اس کے مناسب جزا چاہتا ہوں میں نے وہ تیری نعمت کھالی۔ اور اب یہ دانہ بطور نشانی کے لایا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس قسم کی نعمت ہمیں اور دیجئے پس جس طرح بیج بونے میں خود اپنا ہی نفع ہے یوں ہی طاعت میں ہی خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ عمل و طاعت بمنزلہ دانہ کے ہے۔ تو اب تم کو چاہیئے کہ ثمرات کے لیے صرف دعا نہ کرو کیونکہ درخت مقضی ہے دانہ افشانی کو اور اس کے بدول توقع ثمرات لا حاصل ہے لیکن اگر تمہارے پاس دانہ اور طاعت نہیں ہے تو دعا ہی کرو کہ حق سبحانہ اسی دعا ہی سے تمہیں درخت یعنی

نتائجِ حمیدہ عطا فرمائیں گے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی سعی اور کوشش ہے اور کوشش جو بھی ہو اچھی ہے۔ چنانچہ مریم علیہا السلام کے پاس دانہ نہیں تھا صرف درد اور سوز تھا۔ اسی سے حق سبحانہ نے ان کے لیے نخل کو سرسبز کر دیا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام چونکہ وفاتے حق سبحانہ میں ثابت قدم تھیں۔ اس حق سبحانہ نے ان کو بدوے انکی طلب کے سیکڑوں مرادیں عطا فرمائیں اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ جو لوگ وفاتے حق میں ثابت قدم تھے انکو تمام عالم سے بڑھا دیا ہے اور وہ انعامات ان پر کئے گئے ہیں جو اور کسی پر نہیں کئے گئے۔ چنانچہ دریاؤں نے ان کے لئے اپنا پیٹ خالی کر دیا اور وہ خشک ہو گئے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا۔ اور ان کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے میدانے ان کے اسرار کا تحمل نہیں کر سکتے۔

[فائدہ: گشتِ دریا ہاتھم پر داز شان " کو الحاقی شعر سمجھا گیا ہے] نیز ان کے

لیے دریاؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ فیض عناصرِ ربہ ان کے غلام ہیں یعنی حکمِ الہی اوقاتِ خاصہ میں خرقِ عادات کے طور پر ان کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں ان کی یہ کرامتیں تو بطور نشانی کے ہیں تاکہ اس درپچ سے منکرین کو آپ کی وہ معفی کرامتیں مشاہد ہو جائیں جو حواس میں نہیں آسکتیں اور بیان میں نہیں سما سکتیں۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور نہ

باقی اور کار آمد دُہی شے ہے جو ہمیشہ رہے کہ نہ تو ختم ہو۔ اور نہ واپس لی جائے بلکہ ہمیشہ بر طہتی رہے اس لئے کہ اس کا دینے والا صاحبِ کرم ہے جو نہ اپنا اکرام روکتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے۔ اور نہ واپس لیتا ہے کہ مسترد ہو جائے۔ بلکہ ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے جس کی ترقی ہوتی رہتی ہے

در مناجات

۳۷ اے دہندہ چونکہ پہلے

وفا داری اور مہربانی کا بندہ

کا ذکر کیا تھا تو ملائے اس کے

لئے وہ اخروہ کر دی ہے

جے ثنائی میں مہربان قرار دیا۔

اور درجن کاموں میں استعجال

اور پائیداری ضروری ہے۔

میں اس شرف ہو جائیو گے

نفس کو پائیداری عطا کرے

لے گا ترازو کا پلاد میں ہی

ترازو کا پلاد جو تہمت میں داخل

کرتے کیے قائم کیا جائے گی۔

مہربانوں بہرہ دے میں ہوئے

بہرہ ضروری خشک دجے

انسان شیطان صفت ہے

ضعف پر ہوتا ہے۔

اے دہندہ قوت تمکین و ثبات

لے دے اور استعجال اور پائیداری عطا کرے

اندر اس کا ریکہ ثابت ہو دینی

نفس کو پائیداری کے قائل ہے

اندر اس کا ریکہ دار و اس ثبات

وہ جو پائیدار ہو

صبر شان بخش و کفہ میزان گراں

ای کو مہربان اور ترازو کا بھاری پلاد

وزن خودی باز شاں خزانے کریم

لے کریم! ان کو حسد سے بچائے

وارہاں شاں از دم صورت گراں

بہرہ دین سے ان کو بھارت دے

تا نہ باشد از حد دیو و جیم

تا کہ وہ خند کی وجہ سے مراد شیطان نہیں

خلق رازیں بے ثباتی دہ نجات

مخلوق کو اس میں پائیداری سے نجات دے

قائمی دہ نفس را کہ منتہی ست

نفس کو نہایت عطا کرے وہ پلاد جائزہ دے

قائمی دہ نفس را بخشش حیات

نفس کو شکاوت دے اس کو زندگی بخش

وارہاں شاں از دم صورت گراں

بہرہ دین سے ان کو بھارت دے

تا نہ باشد از حد دیو و جیم

تا کہ وہ خند کی وجہ سے مراد شیطان نہیں

شرح

چونکہ اوپر دوام کرامت و تقرب عند اللہ کا ذکر تھا جو مستلزم

تھا دوام طاعت کو۔ اس لئے مولانا دوام طاعت کی توفیق

کی مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے غذا اور تمکین و ثبات

و استقامت دینے والے خدا! مخلوق کو اس ڈھل بیل پن سے چھڑا دے اور جس کام

میں استقامت ہونی چاہیے۔ اس پر نفس کو استقامت عطا فرما۔ کیونکہ یہ اس پر قائم...

نہیں رہتا بلکہ اسگ بھر جاتا ہے اور جو کام اپنے بہتر نتیجہ کے لحاظ سے باقی رہنے والا ہو۔

یعنی طاعت۔ تو اس پر نفس کو چلا دے۔ اور اس ذریعہ سے اسے حیات بخش انکو صبر

علی الطاعة نصیب فرما۔ اور ان کی نیکیوں کے بدلہ کو بھاری کر۔ اور تو انہیں

صورت نگروں یعنی صورت میں مجبوس لوگوں کے پھندوں سے چھڑا دے۔ (غالباً مراد

صورت نگروں سے نفس شیطان ہیں) اور ان کو بندگان خاص کے حسد سے نجات دے

تا کہ یہ لوگ اس حسد کی بدولت شیطان نہ ہو جائیں۔

درلیم فانی و مال و جسد
فانی انقدر اور مالی اور جسم میں
بادشاہاں میں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں
عاشقان لبست ان پر قدر
گندی عکریوں کے عاشق
وہیں ورا میں خسرو شیریں بخواں
وہیں لکھنا میں، خسرو اور شیریں، لاکھتا ہڑلے
تا فنان شد عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھونسا ہو گیا
پاک الہی کہ عدم برہم نہ
خدا (فنا ہے) پاک ہے کیونکہ عدم بھلا دیتا ہے
در دل نہ دل حسد ہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جلتے ہیں
ایں زمانے کہ ہمہ مشفق تر اند
یہ عرصہ جس کے زیادہ شفقت کرنا ہی
تا کہ مر دالے کہ خود شگیں لاند
یہاں تک کہ مرد و جو خود سنگدل ہیں
گر نہ کرے شرع افسون لطیف
اگر خیریت پاک نہ شرع اختیار، مستعد نہ کرتی
شرع بہر دفع شر را می زند
شرع شر کو دفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہے
از گواہ و از یمین و از نگول
گواہ اور قسم اور یمین کے انکار کے ذریعہ
مثل میزانی کہ خوش درو و دود
خود کو طبع، کہیں میں، دھن عاشق خوش
شرع چوں کیل و تر از دوان
شرع سے کہ قیقا بجا نہ دینا کہ طبع
گر تر از تو شود آن خیم از جدال
اگر تر از تو جو تو خلاف جنگ کرے کہ دوسرے

چوں ہی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟
از حسد خوشان خود را می کشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں
کردہ قصد خون جان یکے گز
ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں
تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے
کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم نچیز
کیونکہ نہ چیزتے اور نہ ان کی محبت میں بھیجرتی
مر عدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے
نیست او بہت را مضطر کند
سعدوم اور مر جو د کہ بے ہیں کرتا ہے
از حسد و دفرہ خود را می خوردند
حسد کی وجہ سے دوسرے اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں
از حسد اندر کد میں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟
بر دریدے ہر کے جسم حریف
ہر شخص مخالف کا جسم ہلا دیتا ہے
دیو را در شیشہ بخت کند
بھوت کو دیں کی بخت میں نہ کرتی ہے
تا بہ شیشہ در و دیو فضول
تا کہ بھوت، بھوت، بوس میں آجائے
جمع می آید یقیں در منزل و جد
یقیناً حقد پر جاتے ہیں غافل میں اور نہ جنگ میں
کہ بد خصماں رہند از جنگ و
کیونکہ جنگ کرنے والے کے ذریعے لڑائی نہ کرتے ہوتے
کے رہا از دم جیف اخیال
ظہر اور جدو کی کے دم سے کہ جھوٹ لکھا ہے؟

خند منا ایسی چیزوں پر ہوتا
ہے جو خود فانی ہیں، آجکل
اچھا دشت داروں کو محض
حسد کی وجہ سے قتل کر دیتے
ہیں۔ مانتاں، فانی اور بھرت
کے لازم سے بڑے معشوقوں کے
حقد میں عاشق ایک دوسرے
کو قتل کر دیتے ہیں۔ جس کی
سودہ کے عاشق را میں غصہ
کو قتل کی غصہ و خیریں کے
عاشق نے فرار کر دیا۔
لے تاقت شد، جس حد کے
تجربہ میں عاشق بھی تیار ہوا اور
سحق بھی جیت نہ رہا۔
پاک عشق ہو تو ذات الہی
سے جو ہریش پائی رہے والی
ہے کہ دم، فانی معشوق کرنا
کر دیتا ہے فانی کو فانی و عشق
بنادیتا ہے، دہل دہ عشق
جاچے آپ کہے دل کہتا ہے
انکے دل میں حسد شرعاً جاتا
ہے لہذا تائے حد تو نہیں
شفقت کا اتنا زیادہ ہے کہ
دل میں حکمیں جتنا ہیں ایک
سویں دوسری سوئی کو کھائے
جاتی ہے۔
لے اگر دالے جب موت
کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے
احوال کا اذان دے۔ اسلئے
میں کہ اس امداد کے حکم لکھتا
میں ہے کہ کہیں کو نہ کہ
ملے اگر گواہ، اگر ملک کے پاس
کہ ہیں تو شہرت کیلئے ہیں
گواہ کے کہتا ہے ہی دہ
تو طبع سے قسم لاتی جادہ
جس کی قسم دہ سے امداد پر
نہ لکھا جاتا ہے۔ حکم لکھتا ہے
انکار کا عشق پہلے نہیں
کو ملنے کر لے یا طبع دینا
ہے یہ کہ اگر تو اور فریبی

مسلح کر رہے ہیں۔ خیر۔
 شری فیصلہ فرمیں کیلئے ہیں
 طرح ہاٹ اطمینان پہنچے
 جس طرح ہجر کرنا۔ کہ راقل
 کو فیصلہ کرنا ہاٹ اطمینان
 ہوتا ہے۔ جنت ظلم تھا۔
 چوگرہی۔
 ملے جس جب دنیا کا تھپکا
 جیروں میں خدا اور ملک کا
 یہ حال ہے تو غریب نصرتوں
 میں خدا و ملک کا امان
 غور کرو آں غلبہ میں غلبہ
 تو ماسہ ہوتا ہی ہے انسان
 بھی حد کر کے شیطان میں
 بن جاوے۔ آئے ہیں غلبہ
 میں شیطان کی دلوں میں تانی
 گئی ہیں ایک جتن ایک پس
 توجہ جتن شیطان کے جس حال
 میں خود عاجز آجاتا ہے تو ہر
 انسان میں ہے شیطان کر
 اپنی مدد کیلئے ہاٹ ہے۔ امتحان
 ختم میں ہوتا ہوا
 ملے کر کے شیطان اور پس ہر
 انسان شیطان کو کچا رہا ہے۔
 باریجہ ہیں تم توڑیں حد کر
 کر کے۔ اگر کوئی کسی کرکرا کر
 ہے تو جتن اور انسان شیطان
 اس پر غرض مانتے ہیں۔ تو کہے
 اگر کسی سے کہ جتن ہوتی ہے

پس دریں ہر دوزخ شت بے وفا
 تو اس ہر دوزخ ہر بے وفا (دعا) میں
 پیش دران اقبال م دولت چوں
 تو اس آفرینے اقبال اور دولت میں کیا ہوا
 اس شیطانی خود خود کہ نہ اند
 مدھیان خود ہڑانے ماسہ ہیں
 واں بنی آدم کہ عصیاں گشتہ اند
 وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ کئے ہیں
 از بنے برخواں کہ شیطان لہں
 قرآن میں پڑھے کہ انسانی شیطان
 دیو چوں عاجز شود از اقتناں
 شیطان جملہ انسان کے ختم میں پڑھے سے عاجز آجاتا
 کہ شمایا بارید با، یارینے
 کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو
 گر کے راہ زند اندر جہاں
 اگر وہ دنیا میں کسی کی بہتری کرتے ہیں
 و کے جاں بر دوشد در دین بند
 اگر کسی نے جان بچائی اور دین میں بند ہو گیا
 ہر دومی خایہ وندان حسد
 دونوں حد سے دانت پینے ہیں

اس ہر رشکست خصمی وجفا
 ہر رشک اور جھوٹ اور غم
 چوں شود جتنی وانی در حسد
 جن اور انسان کے ختم میں ہیں ہر گے؟
 یک زماں از ریزی خالی نیند
 تھوڑی دیر کے لئے ہیں ریزی کے خالی نہیں ہیں
 از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
 وہ بھی خند کر دہ سے شیطان بن گئے ہیں
 گشتہ اند از مسخ حق بادیو جنس
 اللہ تعالیٰ کے حق کر کے شیطان کے ہم جنس بن گئے ہیں
 استعانت جوید از انیساں
 وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے
 جانب مانیر جانب دایرے
 ہمارے جانب، اور ہمارے جانب داری کر
 ہر دو گوں شیطان آید شادمان
 تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں
 نوحہ میدان زنداں دور شک مند
 دونوں رشک کرنے والے دوتے ہیں
 بر کے کہ داد ادیب اور از خرد
 اس شخص پر جس کو مستان نے حق بکھاری ہو

شرح

یہاں مولانا اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ پر حسد ہوتا
 جس کا انہوں نے شعر ”ہر کہ او عصیاں کند شیطان شود“

کہ حسود دولت نیکاں شود۔ و از حسودی باز شاں خراے کریم دعویٰ کیا
 ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ دیکھو! نعمت ہائے فانیہ اور اموال و ابدان کے بارہ میں عام
 لوگ کیسے چلتے ہیں۔ مثلاً کوئی راحت میں ہے۔ دوسرا اُسے دیکھ کر جلتا ہے یا کسی کے

پاس مال ہے اور دوسرا اُسے دیکھ کر جلتا ہے۔ یا کوئی تندرست ہے اور دوسرا اُسے دیکھ کر جلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور دیکھو! بادشاہ جو کہ شکر کشتی کرتے ہیں۔ اسکی یہ حالت ہے کہ حد سے اپنے عزیزوں کو مار ڈالتے ہیں — اور سناؤ جو لوگ ان حسینوں پر عاشق ہوتے ہیں جن کے اندر گوہ بھل ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا خون کرنے اور اس کی جان لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ چنانچہ دیس اور امین۔ خیر اور شیریں کا قصہ پڑھ لو۔ اور دیکھ لو کہ ان احمقوں نے کیا کیا۔ اور ان کے حسد کا نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا کہ عاشق بھی مٹ گیا اور معشوق بھی۔ حالانکہ نہ ان عاشقوں میں کوئی خوبی تھی اور نہ ان کے معشوق میں کچھ تھی۔ پس جبکہ عاشقان رسمی بھی کوئی چیز نہیں اور ان کے معشوق بھی لاشے ہیں تو بے ساختہ دل سے نکلتا ہے کہ پاک ہے وہ خدا جو اعدام کو گڈ مڈ کرتا۔ یعنی ایک اعدام کو دوسرے اعدام پر عاشق کر رہا ہے اور اسی دل میں جو حقیقت میں دل نہیں ہے حسد پیدا کرتا ہے۔

اس قسم حق سبحانہ کی قدرت اور قوت کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ وہ موجود حقیقی اعدام کو یوں مضطر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ تم کو امثلہ بالا سے معلوم ہوا — خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب پھر مسنون سابق سنو — یہ عورتیں جو اپنی نرم دلی کے سبب سب مشفق ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ حسد سے ایک سوت دوسرے سوت کو کھائے جاتی ہیں اسکی سمجھ لو کہ مرد جو کہ سنگ دل ہیں ان کا حسد کس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہوگا۔ شریعت مطہرہ کا بڑا احسان ہے کہ اسکی قوانین و ضوابط مقرر کر کے اس کے مفاسد کی روک تھام کر دی۔ ورنہ اگر شریعت یہ پاکیزہ تدبیر نہ کرتی تو ہر شخص اپنے مقابل کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ ہذا شریعت نے اس مفسدہ کا انسداد کیا۔ اور وہ قوانین و ضوابط پر رائے زنی کرتی ہے۔ اور شیطان یعنی حاسد کو حجت کے شیشہ میں

بند کرتی ہے یعنی اسے قانون سے مغلوب کرتی ہے چنانچہ مدعی سے کہتے ہیں گواہ لاؤ۔ اور اگر وہ گواہ نہیں پیش کر سکتا تو مدعا علیہ سے کہتے ہیں کہ قسم کھاؤ اس پر اگر وہ قسم کھا لیتا ہے تو اسے چھوڑ دیتی ہے اور اگر قسم سے انکار کرتا ہے تو اس پر ڈگری کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان شیشہ میں بند ہو جاتا ہے یعنی حاسد مغلوب اور مجبور ہو جاتا ہے۔

اس قانون کی ایسی مثال ہے جیسے ترازو۔ کہ اس میں دو مخالف ہر حالت میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً جب کسی شے کے وزن میں اختلاف ہوتا ہے تو ترازو کو حکم بنتے ہیں۔ اور جو فیصلہ وہ کرتی ہے اسے فریقین بخوشی تسلیم کرتے ہیں جس سے یہ حالت قانون شرعی کی ہے کہ جب دو شخصوں میں نزاع ہو جائے تو شریعت حکم بنتی ہے اور اس کا فیصلہ ہر دو فریق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترازو شریعت نہ ہو تو کوئی فریق بھی اپنے جھگڑا لوہے کے سبب ظلم اور مکر کے شبہ سے نہیں چھوٹ سکتا اسلئے ضرورت ہے اس ترازو کی۔

خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ جب اس مزار اور مکر وہ اور بے وفا دنیا کی یہ حالت ہے کہ اس کے بارہ میں اس قدر رشک اور عداوت اور ظلم ہے تو اس اقبال اور دولت میں تو بالاد لے ہونا چاہیے۔ جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ اس حسد میں جن دانش کی کیا حالت ہوگی پس اہل اللہ کا محسود ہونا ثابت ہو گیا۔

اب سنو! کہ شیاطین تو قدیمی دشمن ہیں اور غیور دیبر کے لیے بھی راہزنی سے فارغ نہیں ہوتے۔ ان کا تذکرہ ہی کیا ہے کہن تو یہ ہے کہ وہ آدمی بھی جو گناہوں کا بیج بوجھکے ہیں اور گناہ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں حسد سے شیطان ہو گئے ہیں۔

اسلئے شیطان دو قسم کے ہو گئے اول شیطان الجن دوم شیطان الانس۔ چنانچہ

قرآن میں ان کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیطان النسی مسح حتی سبانا
 سے شیاطین الجن کے ہم جنس ہو گئے ہیں [یہ مضمون مستنبط ہے قرآن سے نہ کہ عین
 ترجمہ آیت] جسوقت شیطان الجن مکہ سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ شیاطین الانس
 سے مدد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے معین ہو۔ ہماری مدد کرو۔ اور تم ہماری طرف
 ہو لہذا ہماری طرفداری کرو۔ اور اگر وہ کسی کی راہزنی کرتے ہیں تو اس کے دونوں قسم
 شیاطین کو خوشی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ان کی گھات سے بچ کر اپنی جان لے جاتا ہے
 اور گمراہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہ دونوں حاسد ماتم کرتے ہیں اور جس کسی کو کوئی مصلح عقل دیتا
 ہے یعنی اسکی تربیت کر کے نفع و نقصان سمجھتے اور نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے
 کے قابل بنا دیتا ہے تو یہ دونوں حاسد حسد سے دانت پلستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا
 کیوں ہوا۔

پہریدین شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول رانیش باشد
 بادشاہ ۷ نبوت کے مدعیوں کی روایت کا کہ جہاں رسول بر آمد ۱۲۳۵
 وثابت شود بالہرچہ باشد کہ کے رانخشد و یا بصحبت و خدمت
 ہوا ہے وہ جس کے پاس کیا جاتا ہے کہ کسی کو بچنے اور اس کی صحبت و خدمت
 اوج بخشش یا بند غیبر نصیحت کہ زبان میگوید
 سے نہ کیا بخشش اپنی تم سے اسے اس نبوت کے جوہ زوال کرتا ہے

لہ ہر دو۔ دو فرقہ ہم کشید
 بنی کرنے والے پر غضب کا بخو
 جس پر حسین بادشاہ نے
 اس سترے پر چکا کر دی
 سے صاحب دلی اور دوسری
 کو کیا فائدہ ہے۔ ہاں ہے۔
 یعنی اب یا ابرہمن پس اور یا
 اوقات کے کہ وہ کے عرض
 میں ہے۔ جس پیداد افلاطون
 کی آگنی میں اس اور میں۔
 آگ کو ملنے والوں کو کیا بلدی
 ماس نہ تھے۔ ملت مسز
 نے کہا آپ یہ بتا ہے کہ وہ
 کو کیا فائدہ ہے جو سامنے ہی
 کو خاص نہیں ہوتا ہے۔

شاہ پریدش کہ باوے حی چیت
 بادشاہ نے اس کو بھاکا پتھری اور سے فائدہ کیا ہے
 یا چرخشد ہر کے رادر سخن
 بادشاہ نے اس کو کس کو کس دیتا ہے
 چیت نفع از خدش درویش
 اس کی صحبت میں اس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟
 گفت نواں چیت کش حاصل نشد
 اس نے کہا نہ کیا چیز ہے جو اس کو حاصل نہ ہو؟
 یا چہ حاصل دار و آنکس کو نبوت
 اور جو ہے اس کو کیا حاصل ہے؟
 غیر این نصیح زبان کن یا لمن
 سوائے اس زبان نبوت کے کہ کر لے کر
 وانکہ تابع گشت یہ بود رفتش
 اور جس کے تابع نہ رہا ہے اس کو کیا بلدی میں ہوا
 یا چہ دولت ماند کو واصل نشد
 نہ کہ کسی دولت رہی جو اس کو نہ ملے؟



ہوا کی آواز سن کر کہہ دے
 کہ یہ کون سا آواز ہے
 کہ اس آواز سے میرا دل
 کہہ گا کہ میں نے اپنے
 دل سے اس آواز کو
 کہہ دیا ہے۔
 کہ یہ آواز ہے کہ
 کہ میں نے اپنے
 دل سے اس آواز کو
 کہہ دیا ہے۔
 کہ یہ آواز ہے کہ
 کہ میں نے اپنے
 دل سے اس آواز کو
 کہہ دیا ہے۔

شرح

اب مولانا قصہ مدعی نبوت کی طرف مود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
 کہ بادشاہ نے اس مدعی نبوت سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو اپنی
 اتباع کی دعوت دیتے ہیں اسکے متعلق مجھے یہ دریافت کرنا ہے۔ کہ وحی کیا چیز ہے
 اور نبوت سے نبی کو کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی باتوں سے لوگوں کو کیا دیتا ہے
 بجز زبانی نصیحت کے۔ کہ یہ کرو وہ نہ کرو۔ اور اس کی خدمت اور اس کی صحبت سے
 لوگوں کو کیا نفع ہے۔ اور جو اس کا اتباع کرے اس کو کیا تہ ملتا ہے اس کے کہا کہ جناب
 آپ یہ پوچھتے ہیں کہ متبعین کو کیا ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا اور کون
 سی دولت ہے جو انہیں حاصل نہیں ہوتی۔ پس پوچھنا ہی بے معنی ہے کہ انہیں کیا ملتا
 ہے الغرض متبعین نبی کو سب کچھ ملتا ہے لہذا لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہیئے۔ اچھا
 میں مانتا ہوں کہ میں نبی نہیں ہوں اور میری وحی نبوت نہیں ہے جو کہ نبی پر آتی ہے مگر وہ اس
 وحی سے تو کم نہیں ہے جو زبور یعنی شہد کی مکھی پر آتی تھی۔ دیکھو! جبکہ حق سبحانہ
 نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی یعنی اس کے دل میں گھر بنانے کا خیال اور اس کا طرئی ڈالا۔
 تو اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کا گھر جس کے متعلق وحی کی گئی تھی شیرینی سے بھر گیا اور زبور
 نے نور وحی کے سبب عالم کو موم اور شہد سے پر کر دیا۔ پس جبکہ مکھی کی یہ حالت
 ہوئی تو آدمی جو کہ مکرم عند اللہ ہے اور ترقی کرنے والا ہے اس کی وحی زبور کی وحی سے
 کم کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا تم نے اَنَا اَعْطَيْنَاكَ الْکُتُبَ نہیں پڑھی جس میں علوم و معارف کو
 آج کوثر سے تشبیہ دی گئی ہے جب پڑھی ہے تو پھر تم پیاسے اور خشک لب کیوں ہو؟ او

کیوں اس کوثر سے سیراب نہیں ہوتے یا تم فرعون ہو اور وہ کوثر آبِ نیل ہے جو کہ تمہارے لیے خون ہو گیا ہے اور تم اس سیراب نہیں ہو سکتے اگر ایسا ہے تو فوراً توبہ کرو اور تمام ان دشمنوں سے بیزار ہو۔ جو یہ آب کوثر اپنی تو نبی میں نہیں رکھی۔ اور معارفِ الہیہ سے بے بہرہ ہیں اور جس کو تم اس آب کوثر سے سُرخرو پاؤ اور دیکھو کہ وہ اس آب کوثر سے منتفع ہے وہ محمدِ خصلت ہے اس موافقت کرو۔ تاکہ تم خدا کے لئے دوستی کر نیوالوں کے شمار میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ ایسے لوگ درختِ احمدی سے سبب حاصل کئے ہوئے یعنی آپ کے فیض سے مستفیض ہیں۔ ان کے ساتھ دوستی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی خدا کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جن کو تم اس آب کوثر سے خشک لب، اور بے بہرہ پاؤ ان کو یوں ہی دشمن جانو جیسے موت یا تپ۔ کیونکہ وہ یا البوجل ہے یا البلب۔ پس ان سے دور رہنا چاہیے تاکہ تم تکلیف میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ خواہ وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں وہ تمہارے خون پینے والے ہیں۔

اور یہ سبت تم کو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سیکھنا چاہیے کہ انہوں نے سب پہلے اپنے باپ آذر سے بیزاری کی تھی۔ پس تم بھی ایسا ہی کرو۔ تاکہ حق سبحانہ کے سامنے تم یوں آؤ کہ بغضِ اللہ کے ساتھ متصف ہو۔ اور اس بغض کی ضرورت اس لئے ہے کہ تم پر رشکِ عشقِ معترض اور طعنہ زن نہ ہو۔ کیونکہ اگر تم خدا کو بھی چاہو گے اور اُس کے دشمنوں کو بھی۔ تو عشقِ تم پر طعنہ زن ہو گا اور تم کو جھوٹا مدعی قرار دیگا۔ پس حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب تک تم لا الہ الا اللہ نہ پڑھو گے اور خدا کے سوا آپ کو کالعدم نہ سمجھو گے اس وقت تک تم کو راہِ عرفان نہیں مل سکتا ہے۔



داستان آں عاشق کہ ہاشوق خود بر می شمر خدمتہائے
اُس ماضی کی داستان جو اپنے مشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

و وفا ہائے خود را و شبہائے دراز تجائی جُتو بہم عن المصاحج
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز ریشی شمار کر رہا تھا کہیں کے پہلو بہلوں سے دوسرے میں
را و بینوائی خود را و جگر نشنگی روز ہائے دراز و می گفت کہ
کہ اور اپنی بے سند سامانی اور درد دلازی بگر کی پاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے
من جز ایں خدمت عدا نم اگر خدمتے دیگر ست مرا ارشاد کن
اِس خدمت کے سوا کہ مجھے نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہر چہ فرمانی منتقام اگر درکش رفتن ست چوں غلیل علیہ
کیونکہ جو آج کل میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیم کی طرح آگ میں گھٹنا ہو
السلام و اگر درد دہان نہنگ دریا افتاد ست چوں یوس علیہ
خواہ حضرت یوس کی طرح تاکے کے شعلہ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر نہ تھا دبار کشہ شدت چوں جبرئیل علیہ السلام و اگر از
حضرت جبرئیل کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبائی
شعیب کی طرح انصاف بشمار ہو اور انبیاء کی ہاں بازی اور صفا کی تو
انبیاء را شمار نیست جواب گفتن معشوق او را
میں بھی جی نہیں ہے اور مشوق کا اُس کو جواب دینا

۱۔ غلیل اضر حضرت جبرئیل
مشوق خداوندی کی وجہ سے
مزدوں کی آگ میں گھٹے تھیں۔
۲۔ حضرت یوس مشوق کی وجہ
سے گھیل کے پٹ میں رہے
جبرئیل۔ جبرئیل کو بار بار قتل
نے شہید کیا۔ شعیب حضرت
شعیب مشوق خداوندی میں
روئے دے اندر سے بر گئے
تھے۔

۳۔ رزم جنگ جہان۔
۴۔ جہان کی میں کسی کو نہ
سوسا۔ جس کا اور ہر
شام کو بے سروسامانی ہا۔

آں یکے عاشق بہ پیش یار خود
ایک عاشق اپنے مشوق کے سامنے
کوز برائے تو چنینیں کردم چنیاں
کہ میرے تیری نظر ایک ایک کیا
مال رفت زور رفت نام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا
بہیضم خفتہ یا خنداں نیافت
کسی مج نے کبھی سوتے یا نہ پایا
آہو نوشیدہ بود از تلخ و درد
میرے جگر میں گنہگار تھا تلخ بے تھی

می شمر د از خدمتے اذکار خود
اپنا نام اور خدمت گننا رہا تھا
تیر با خوردم دریں رزم ویناں
اِس جنگ میں تیر اور بسا لاکھ پایا
بر من از عشقت بے ناکام فرت
مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں
بہی شام با سروساماں نیافت
کسی شام نے مجھے سروساماں نہ پایا
او تفصیلاش یکایک می شمر د
و اُس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

داستان۔ اِس قصہ سے یہ بتا ہوا مقصد ہے کہ عاشق کو مشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جائے۔

لہ زہرائے منتے بل می نمود
 احسان بنانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کرنا تھا
 ماقلاں را ایک اشارت بس بو
 غنم سے ہونے کے لئے ایک اشارہ کافی ہے
 می کنند تکرار گفتن بے ملال
 وہ بے تکلف بات کو دہرا دہرا
 صد سخن میگفت ال در در کہیں
 پڑانے در سے عشق سینکڑوں باتیں کہیں
 آتش بودش نمیدانست چیست
 آتش کے اندر کیا کہ گتھن وہ نہ جانتے تھا کیا ہے؟
 بعد گریہ گفت اینہارفت یک
 رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن
 ہر چہ فرمایں بجاں استاد ام
 تو یہ کہے میں جان سے حاضر ہوں
 گرد آتش رفت باید چوں غلیل
 اگر حضرت ابراہیم کی آگ میں کودا ہو
 دزد گریہ چوں ضعیف اعلیٰ شوم
 اگر میں دلتے رونے (حضرت ضعیف کی طرح) ہوں
 دزد چو یوسف چاہ و زندگم کنی
 اگر حضرت یوسف کی طرح تیرے مہمان ہوں
 رخ نگر و انجم نگر و م از تو من
 میں خود منہوں گا میں تجھے نگر و انجم نہ کہوں گا
 گفت عشق تو ایں ہر کردی یک
 عشق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، میں
 کاچہ صیل صیل عشق ست و لا
 کہ وہ دوستی و عشق کی جڑ کی جڑ ہے
 گفتش آں عاشق بگو کاں صلیست
 کہ اسے عاشق نے کہا، فرمائیے وہ جڑ کیا ہے؟
 تو ہمہ کردی نزدی زندہ
 تو ہمہ کردی نزدی زندہ
 تو نے سب کچھ کیا تو رہا نہیں زندہ ہے

لہ زہرائے منتے بل می نمود
 محبت کی تہائی پر سینکڑوں گراہ
 عاشقان را تشنگی زان کے دور
 اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجتی ہے؟
 کے اشارت بس کند حوا ز زلال
 چھل نیرانی کے بدلے اشارہ پر کب ہیں کڑا ہے؟
 در شکایت کہ تکلف یک سخن
 شکایت میں نہ ملے کہیں بھلا، ایک ہی بات کہیں
 یک سخن شمع از تفکاس میگریست
 لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا
 اس زبان ارشاد کن تو یار نیک
 اب بت تو بچتا دوست ہے
 بر خط تو پاؤ سر نہ ہوا ام
 تیرے قدم پر نہیں سر نہ ادا ہوا رکھ دیا ہے
 و بر چو بخی می گشتی تو غم مبیل
 اگر حضرت یحییٰ کی طرح میرا غم بہا ہوا
 و بر چو یوس در غم ما ہی روم
 اگر حضرت یونس کی طرح پھل کے منہ میں جا ہوا
 و زرقم عیسیٰ مریم کنی
 اگر تو حضرت مریم کے مہمان ہو جاتے ہو تو
 بہر فرمان تو دارم جان و تن
 میری جان اور تم تیرے حکم کے لئے ہے
 گوش بکشہ ہن اندیاب نیک
 کان کھولے اور خوب سمجھ لے
 آں کردی آئینہ کردی فرہات
 ترے وہ جس کی تصویر کیا وہ دشا نہیں ہیں
 گفت صلیش مر زنت و نیسی ست
 اس نے کہا، اس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے
 ہمیں میرا یار جاں بازندہ
 ان مرا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

یہ کیا اور وہ کیا۔ میں نے اس معرکہ میں نے تیسروں اور سناؤں کے زخم کھائے
میرا مال بھی جانا رہا میری قوت بھی ضائع ہو گئی۔ میری ابرو بھی گئی اور تیرے عشق میں مجھے
بہت سی ناکامیاں پیش آئیں۔ کسی نے صبح کو مجھے سوتا یا ہنستا نہیں پایا۔ اور کسی نے شام کو
مجھے بائسٹر سامان نہیں پایا۔

غرض کہ جو کچھ اس شخص مصائب جھیلے تھے سب تفصیل وار ایک ایک بیان کئے اس
مقصود اس کا معشوق پر احسان رکھنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی محبت کے سینکڑوں گواہ پیش
کر رہا تھا۔۔۔ شاید کوئی کہے کہ اس لیے اجمال کافی تھا اس قدر تفصیل کی کیا ضرورت تھی
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشارہ اور اجمال تو عاقلوں کے لئے ہے عشاق کی پیاس تو اس سے
نہیں بجھتی اور ان کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی۔ جب تک اپنا جوش پورا ختم نہ کر لیں
وہ تو بار بار ایک بات کو کہتے ہیں اور اکتاتے نہیں اور اکتائیں کینو۔ ان کی حالت تو ایسی
جیسے پھٹی اور عرض حال کی ایسی مثال ہے جیسے شیریں پانی۔۔۔ یہ پھٹی کہیں اشارہ
کی بنا پر اس پانی سے سیر ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔

خیں! تو وہ اپنے درد قدیم کے متعلق شکایت میں سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا جن میں
سے میں نے ایک بات بھی نہیں کہی اور اسکے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کو وہ نہیں
جانتا تھا۔ کہ کیا شے ہے۔ ہاں مگر اس کی گرمی سے شمع کی طرح رو رہا تھا جب خوب دھچکا
تو کہا کہ اچھا یہ باتیں تو گندہ چلیں۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کیا کروں آپ جو کچھ بھی کہیں میں اس کے

لئے تیار ہوں۔ اور آپ کے حکم کا مطیع ہوں۔ اگر غلیل کی طرح آگ میں جانا ہو۔ یا یحییٰ علیہ
السلام کی طرح آپ میرا خون مباح کریں یا آپ یہ چاہیں کہ میں شعیب علیہ السلام کی طرح
اندھا ہو جاؤں۔ یا یونس علیہ السلام کی طرح پھلی کے منہ میں چلا جاؤں یا آپ مجھے یوسف
علیہ السلام کی طرح کنوئیں میں ڈالیں یا قید کریں یا مجھے عیسائی کی طرح فقیر کریں تو میں

ان سب باتوں کے لیے تیار ہوں اور تم سے نہ پھینڈ گا۔ میرا جسم اور میری جان دونوں آپ کے حکم کے لیے ہیں آپ ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

یہ سب قصہ سنکر معشوق نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے سب تسلیم ہے اور یہ کام ضرور تم نے کئے۔ مگر خوب کان کھول کر سنو! اور خوب سمجھو! کہ جو کام عشق و محبت کی اصل الاصل ہے وہ تم نے نہیں کیا۔ اور یہ کام جو تم نے کیے یہ سب فروغ محبت ہیں عاشق نے کہا کہ اچھا فرمائیے کہ وہ اصل الاصل کیا ہے میں اس کے لیے تیار ہوں اس کا جواب یہ ملا مر جانا اور مٹ جانا۔ تم نے سب کچھ کیا۔ مگر تم مرے نہیں بلکہ ہنوز زندہ ہو۔ یہ دلیل ہے تمہاری غامی کی۔ پس اگر تم عاشق جاننا نہ ہو تو مر جاؤ۔ اگر تم مر جاؤ گے تو کامل زندگی حاصل ہو جائیگی یعنی قیامت تک نیک نام رہو گے جب اس عاشق کافی نے معشوق کا یہ حکم سنا تو ایک سرد آہ بھری اور فوراً چت لیٹ گیا اور جان دیدی اور پھول کی طرح ہنسی خوشی سر ڈیریا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوشی ہمیشہ کے لئے اس پر وقف ہو گئی اور وہ ایسا ہو گیا۔ جیسے عارف کی بے رنج عقل اور جان کہ ان کو کسی رنج کا سامنا ہی نہیں ہوتا (فائدہ) اس پر کوئی یہ شبہ کرے کہ اہل اللہ کے رنج کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے اس لئے کہ رنج دو قسم کا ہوتا ہے ایک طبعی دوسرا عقلی جس کو روحانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ سواہل اللہ کو رنج طبعی ہوتا ہے نہ کہ عقلی۔ اور مولانا رنج طبعی کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ رنج عقلی کا انکار کیا ہے فلا اشکال۔ اب ہم رنج طبعی اور عقلی کے فرق کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ سنو! جس شخص کے بہت بڑا ذہن نکلا ہو۔ اور وہ اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہو۔ اس میں جس وقت وہ شگاف دلوںاتا ہے۔ اس وقت اس کو شگاف کی تکلیف ہوتی ہے جو کہ طبعی ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس مجھے صحت ہو جائیگی (فاخرقا)، ہم نے کہا ہے کہ عارف کی عقل و روح رنج سے آلودہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نور ماہتاب ہر قسم کی اشیاء پر پڑتا ہے مگر ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سب پاک

ہوتا ہے اور بحالت پاکی چاند کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہی ہے جب نور عقل بجان کا خدا کی طرف رجوع۔ پس جس طرح نور میں تلبس آثار اشیاء نہیں ہوتا۔ یوں ہی نور عقل روح میں بھی نہ ہوگا۔ اور باوجود تعلق باشیاء مولہ و مرکب کے وہ پاک صاف حق سبحانہ کی طرف لوٹ جائے گا۔ و ہذا ہو المدعی۔

اب مولانا نور حسی کے متعلق مزید تاکید گفتگو کرتے ہیں تاکہ اس نور عقل و روح کی حالت ہو کہ ہو جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ وصف پاکی تو نور ماہتاب پر گویا کہ ختم ہے۔ کیونکہ اگر وہ نجاسات راہ پر پڑتا ہے تو رستہ کی ان گندگیوں سے اس نور میں کچھ نقصان اور حجابی نہیں آتی۔ علیٰ ہذا القیاس؛ نور آفتاب کی بھی یہی حالت ہے کہ جب وہ حکم جمع سنا ہے تو فوراً اپنے اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور نہ کبھی تلبس کی عار نجاست اسکو لاحق ہوتی ہے اور نہ باغوں کا رنگ اس میں ہوتا ہے بلکہ جس طرح صاف آیا تھا یوں ہی صاف چلا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آنکھ کا نور بے تلبس ہے آنکھ میں واپس ہو جاتا ہے اور صراطِ درشت اس کے عشق میں پھنسے ہوئے رہ جاتے ہیں اور جبکہ اس دیرانہ سے اس کا نور واپس ہوتا ہے تو صحرائے مرنی ہرکا بکارہ جاتا ہے۔

(فائدہ: ماند در صحرائے دیدہ بازگشت میں بازگشت بمعنی کشادگی ہے جو کہ کنایہ ہے تجتیر سے) خلاصہ یہ کہ نور ماہتاب و نور آفتاب و نور چشم گو نجاسات وغیرہ پر پڑتے ہیں مگر ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ پاک صاف اپنی معدن کی طرف واپس ہو جاتے ہیں پس یہی حالت نور و روح و عقل کی ہے کہ وہ بھی رنج و راحت و دیوی سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور پاک صاف حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔



یکے پر سید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کے بگریذ باواز و آہ و توجہ
 کو شخص نے ایک عالم، عالم سے چون کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے
 کند نمازش باطل شود یا نہ جواب دے کہ نام آں آب دیدہ است اما کہ آں
 اور روئے کہ اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا نماز دیکھو ہوئے
 گریذ و چہ دیدہ است اگر شوق خدا دیدہ است او میگریذ یا از
 کایان ہے تو یہ کہ روئے دلے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اس نے اشتغالے کا شوق دیکھا ہے وہ
 پیشانی گناہ نمازش تیار نشود بلکہ کمال گیرد کہ لا حصلاوة الا بحضو
 ردا ہے یا کما کی پیشانی سے، نماز تیار نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کرے گی کیونکہ نماز تیار نہیں ہوتی مگر
 القلب و اگر بخوری تن یا فراق فرزند دیدہ است نمازش تیار نشود
 حضور طلب ہے اور اگر اس نے سہانی تکلیف یا اولاد کی بربادی دیکھی ہے اس کی نماز غلاب ہوجاتی
 کہ اصل نماز ترک تن است ترک فرزند ابراہیم علیہ السلام وار
 کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ نماز کی
 کہ فرزند اقر بان میگردان بہ تکمیل نماز و تن را با تش غر و دمی
 تکمیل کے لئے لڑنے کو قرآن کریم ہے تھے اور ہم کو فرود کی آگ کے سپرد کر رہے
 سپرد و امر آمد یغیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدین خصال کہ
 تھے اور آنحضرت کو انہی نصرتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اشیاء کرو اور اشیاء
 فَاَتَّبِعُوا وَاَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا قَدْ کَانَ تَ لَکُمْ اَسْوٰؤُہٗ
 کہ ابراہیم کی ملت کا جو حنیف ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَةً فِیْ اِبْرٰهٖمَ
 ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پر سید از مفتی براز
 ایک شخص نے مجھے سے دریافت کیا
 آں نماز او عجب باطل شود
 وہ اس کی عمرہ نماز باطل ہو جائے گی
 گفت آب دیدہ ناش بہر صیت
 فرمایا اس کا نام دیکھو ہوئے کایان کیون ہے؟
 آب دیدہ تاج دیدہ است از نہاں
 آگ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟

گر کے گریذ بنوحہ در نماز
 اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے
 یا نمازش جائز و کامل بود
 یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہوگی
 بنگرتی تا کہ چہ دیدست و گریست
 خود کر اس نے کیا دیکھا ہے؟ اور روئے
 تا بادن شد او ز چشم خود روگیاں
 جس سے وہ اپنے چہرے سے دھال ہوا ہے

لہ آب گشت بچلے صبر
 جس کا صبر شمع کے پانی
 میں ہے اور دوسرے صبر
 میں یعنی انصاف ہے بچلے صبر
 ملائے ہے پھر شریں ہوگی
 روشن کایان کا تھا ایک
 سے معلق ایک دھڑکتا تھا
 لہ آب گشت بچلے صبر
 کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور
 آواز نہ کرے تو نماز اس
 ہوگی یا نہیں جواب کا غور
 ہے کہ اگر یہ کتاب دیکھو
 اور دیکھو کہ کایان تو
 اب یہ تحقیق کی جلتے کہ اس
 نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے
 یہ آگ کا پانی بنا ہے اگر اس نے
 خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے
 اور اگر یہ آواز نہ کرے تو نماز
 کا کمال ہے اور اگر اس نے عرض
 یا بچے کی بربادی دیکھی ہے اور
 اس سے بربادی دیکھی ہے یا جو
 نماز غلاب ہو جائیگی۔ براز
 یعنی آہستہ سے۔ فوراً آواز
 سے روا۔

لہ بنگری۔ غرور کردہ
 کہیں روا ہے۔ نہایت
 شرمندگی یا تو عاجزی آں
 جہاں میں شوق و عرف غلبہ
 کا نام۔ در زری۔ اگر روئے
 کا سبب کہ کوئی بانی تکلیف یا
 رنج ہے تو سبب کہ صانع
 ہو گیا۔
 لہ آب گشت بچلے صبر
 اور دیکھو کہ کایان میں سبب
 تھا، چونکہ اس کا سرگشتاں
 تا کہ کہ اس کی حالت میں اس
 کا دل اللہ کے فیضے جاوے
 ہے جس۔ اس آواز سے
 نماز میں کوئی اور اس سے ہو

کوئی غلط نہ سمجھا۔ تاکہ اس لئے کہ اس نماز قریب ہے کہ انسان اس میں غیرو سے بالکل غفلت نہ کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے مہمانوں کو بلا کر اور جان کی قربانی کے بغیر یہ سمجھ کر کہہ دیا کہ وہ اللہ کے لئے ہیں بہت فرق ہے۔ ایک روز نماز کی مجلس ہے دوسرا روز نماز کے فاسد کر دیا ہے۔

گر ز شوق حق گند گریہ راز
اگر نماز گریہ اللہ تعالیٰ کے شوق سے کرنا ہے
خوف حق گریہ اشکال گریہ سخت
اگر اشک کا خوف ہے، تو روز نماز بہت ہے
بیشکے گیر نماز اوکال
اس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی
اں جہاں گردیدہ آں یزناز
اگر اس نماز نے اس عالم کو دیکھا ہے
ورز پنج تن بود و زرد و سوگ
اگر اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج ہے
ور فغان از ماتم فسرند کرد
اگر اس نے املا کے رنگ میں فریاد کی ہے
می نیز ز آں نماز او و جو
تو اس کی نماز دوجہ کی رحمت کی نہیں ہے
پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی
زانکہ ترک تن بود اصل نماز
کیونکہ نماز کی اصل جسم کو ترک کرنا ہے
آز غلیل آموز قرباں گئی دل
حضرت ابراہیم سے سیکھ لے اولاد کو قرآن کرے
حاصل آنکہ تاب دانی اے کیا
ظاہر ہے کہ اسے بزرگ تو سمجھ لے

یاندامت از گنا ہے در نیاز
یا ما جو میں کس گناہ کی سبب سے
زانکہ آں آب تو دفع آتش است
کیونکہ تیرا پاں آگ کو بجھا رہے
قرب یابد در رہ حق لامحال
وہ اعمال اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے گا
رونقے یابد ز لوح آں نماز
تو رونقے سے اس کی نماز دھن حاصل کرے گی
ریشاں بست ہم شکست بود
تو دھما کرنا اور تنگلا بھی
کہ دل و جانش ز ماتم کرد و زرد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان درد مند ہے
زانکہ با غیما ر وارد دل کرد
کیونکہ اس کا دل غیروں میں پھنسا ہے
گریہ او نمیزبے حاصل بود
اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہو گا
ترک خویش و ترک فرزند نیاز
نماز مند کی وجہ سے اپنے آپ کو اساطیر کو ترک کرنا ہے
تن بند بر آتش نمرود زرد
نمرود و نمرود کی آگ پر جسم کو کر کے
کز ریکا فرق ست بیعتا بکا
کہ رونے اور رونے میں بیعتا فرق ہے

شرح

قصہ عاشق مولانا نے ترغیب فنا کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ سو فیہ مولانا بھی اسی کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک مفتی سے خفیہ طور پر دریافت کیا کہ اگر کوئی نماز میں آواز سے روتے تو اس کی وہ نماز عجیب فاسد ہو جائیگی۔ یا اس کی نماز صحیح اور کامل رہے گی؟

مفتی نے جواب دیا کہ آپ دیدہ کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پانی جو دیکھی ہوئی شے سے بہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا دیکھ کر رویا ہے۔ اور غور کرنا یہ ہے کہ آپ دیدہ نے خفیہ کیا دیکھا ہے کہ وہ اپنی چشمہ سے روانہ ہوا۔ پس اگر وہ آواز سے رونا خدا کے شوق میں ہے یا اس ندامت کے سبب ہے جو اسکو نماز میں گناہ پر ہوئی ہے یا خدا کے خوف سے ہے۔ تو وہ رونا نہایت عمدہ ہے کیونکہ وہ آتش دوزخ کو دور کرنے والا ہے اور بلاشبہ اسکی نماز کامل ہوگی۔ اور لامحالہ اسے قرب حق میسر ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر اسکی عالم غیب دیکھا ہے یعنی عالم غیب اس کے گریہ کا سبب ہوا۔ تو اس کی نماز کو اسکی رونق حاصل ہوگی۔ اور اگر رنج نفسانی اور تکلیف یا غم مرگ سے ہو تو سوت بھی ٹوٹ گیا اور تکلا بھی۔ یعنی نماز بالکل تباہ ہوگئی اور کیا دھرا سب غارت ہو گیا۔ اور اگر فغان غم مرگ فرزند سے کی ہے جسکی اس کے دل اور اسکی جان کو تکلیف اور صدمہ ہوا ہے تو اسکی نماز کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ اغیار بے تعلق رکھتا ہے اور اس کا دل ان میں پھنسا ہوا ہے پس اس کی نماز بے شبہ باطل ہوگی اور اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ نماز کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اپنی خودی کو اپنی آل و اولاد کو چھوڑ دے۔ اور یہ حقیقت صورت مفروضہ میں نہیں پائی گئی اسلئے نماز نہ ہوگی۔

[فائدہ ۱: یہ مضمون خطابی ہے نہ کہ برائی۔ پس اس پر عدم جامعیت کا شبہ نہیں ہو سکتا] صاحبو! تم خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سبق لو۔ اور اسکی طرح اولاد کو خدا کے لیے قربان کر دو۔ اور مردود مردود کی آگ میں اپنے کو ڈال دو۔ یعنی نفس شیطانی کی مخالفت پر صبر کرو۔

خیر تو خلاصہ یہ ہے کہ تم کو جانا چاہیے کہ تمام گریہ یکساں نہیں ہیں بلکہ رنے رنے میں فرق ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آگئی سنو!

ملے مرتبہ جس قدر ہے
 یہ بتانا ہے کس طرح کا عبادت
 تریہ کا عبادت کیا نہ تھا
 شیخ سے مراد ہونا نہیں ہے
 بلکہ غرض ہے جس کی عقل
 اور معرفت برسی ہونا جو خواہ
 وہ فرق کے اجناسے بچے جو
 جیسے کہ معرفت میں ہونا گوارا
 یا معرفت میں ہونا نہیں کے کتب
 میں ہے۔
 ملے دوسرے برادر جس کا مل
 مرید ہے اس کو سمجھا کر تالیف
 مدللہ کو شیخ کے روئے عبادت
 نہ سمجھا تیرا مدعا تو حق قطعی
 تھا اور شیخ کا مدعا ایسا مدعا
 ہے کہ تین سال باہر کے
 بعد ہی یہ چیز آجائے تو نیست
 سمجھنا۔
 ملے ڈوئیٹ آفٹھور نے دیا
 ڈوئیٹ لی آفٹھور فو آئیٹ
 مشارقہا و معارفہا
 نے زمین بیت دی گئی تو میں
 نے اس کے مشرقوں اور مغربوں
 کو دیکھا یعنی برسوں کا مہینوں
 میں ہو گیا شیخ راہ پر شیخ
 کی تعلیم پر شیخ کو روئے ہوتے
 دیکھ کر روئے گا۔

مریے در آمد بخد مت شیخ و ازین شیخ پیر من میخواستم بلکہ پیر
 ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے پیر مراد ملازم مراد ہونا نہیں ہے
 عقل و معرفت اگر چہ عیسیٰ علیہ السلام است کہ ہوا رہ و عیسیٰ
 بلکہ عقل و معرفت کا ملکہ اگرچہ معرفت طیبہ اس میں اور عیسیٰ طیبہ السلام
 علیہ السلام است کہ مکتب کو دوکان مرید شیخ را گریاں دید او نیز
 بمقتد کے کتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روئے دیکھا اس روئے میں
 موافقت کر دو و بکریت چوں فارغ شد بد را آمد مرید دیگر کہ
 موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو
 از حال شیخ واقف تر بود از سر غیرت و در عقب او نیز بیرون
 شیخ کے حال سے لیا وہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے باہر آیا
 آمد گفتش کہ اے برادر من مرا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی
 اس لئے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا
 و نگونی کہ شیخ میگرسیت من زیر میگرسیت تم کسی سال ریاضت
 اور نہ کہنا کہ شیخ دوئے میں بھی رویا کیونکہ تین سال بغیر پاک صحت کرنی
 بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہا بے پُر نہنگ و کوہ ہا
 چاہئے اور گھاٹیوں اور ناگوں سے بھرے دریاف سے اور شیر اند
 بلند شیر و پلنگ می باید گذشت تا بیاں گریہ شیخ برسی
 جیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گزرنا چاہئے پھر شیخ کے اس روئے کو تو شیخ کے
 یا نہ رسی اگر برسی شکر و بیت لی الا سرحض بسیار گونی کہ
 یاد بھیجے گئے اگرچہ ملے تو میرے لئے زمین سمٹ دی گئی ہے۔ کا بہت شکر ادا کر
 آجملے شکرست کہ آں گریہ حضور قلب باخذ
 کیونکہ وہ شکر کا موقع ہے کیونکہ وہ دعا حضور قلب ہے

یک مریے اندر آمد پیش پیر
 ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا
 شیخ را چوں دید گریاں آں مرید
 جب اس مرید نے شیخ کو روئے دیکھا
 پیر اندر گریہ بود و در نفسیر
 پیر روئے میں اور نفس میں تھا
 گشت گریاں آں باز چشمش روید
 روئے گا۔ آں سو اس کی آنکھوں سے بھی پڑے
 گوشتور یکبار خستہ کرد و دوبار
 گوشتور ایک بار خستہ کر دو بار
 چو نہک لاغ املاکند یا بے سیار
 جب کوئی بار بار سے مذاق کرے
 نئے والا ایک بار اور بہرہ تو بار ہوتا ہے

بار اول از رہ تقلید و موم
 پہل بار دیکھا دیکھ اور مختلف سے
 کر بخند و پچوایشاں آں زماں
 اس وقت بہر ان کی طبع ہنستا ہے
 باز او پرید کہ خندہ برجہ بود
 بھر وہ پوچھتا ہے کہ ہنس کس بات پر تھی؟
 پس مقلد نیز مانند کرت
 تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے
 پر تو شیخ آمد و منہل ز شیخ
 شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے
 پر تو شیخ ست آں تقلید شیخ
 شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے
 چوں بسد در آبی نوے برہاج
 جیسا کہ ٹوکر پانی میں اور جگہ خشک ہے
 چوں جدا گرد ز جو داند عنود
 جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائی تو جھگڑا اوجاں گی
 آگیتہ ہم بداندا ز غروب
 جانے کے غروب سے پیش ہی جان لے گا
 چونکہ چشمش را کشاید ابرم
 جب آنھو نظر آج کہ ہم ہنسی آنھو کو لے گا
 خندہ آید ہم براں خندہ خودش
 اسی کو کہی اسی ہنسی پر ہی ہنسی آئے گی
 گویند از چندیں رہ دور دراز
 وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت سے
 من دران وادی چگوئے خود دور
 میں اس کی دیوان میں خود فاصلہ سے کس طرح
 من چہ می بستم خیال آں چہ بود
 میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا

کہ ہی بیند کہ می خندند قوم
 کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں
 بخیر از حالت خندیدگان
 (اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے
 پس دوم کرت بخند چوں شود
 پھر جب ہنستا ہے وہ بارہ ہنستا ہے
 اندراں شادی کا اوراد درست
 اسی خوشی میں جو اس کے ذہن میں ہے
 فیض شادی ز مریڈیاں بل شیخ
 فیض اور خوشی، ذکر مریڈوں کا بلکشیٹ کا ہے
 چوں بہیند شادی و تائید شیخ
 جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے
 گرز خود دانند اں باشد خداج
 اگر وہ اس خوشی کو اپنی جان کے سمیٹ کر بھیج دے
 گاندرواں آب خوش از جوی بود
 کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا
 کاں لعل بود از مینہ تابان خوب
 کہ وہ جگہ مدد روشن چاند کی تھی
 پس بخند چوں مسرار دوم
 تو وہ صبح کے دوسری بار سکانے کی طرف نکلتا ہے
 کہ دران تقلید برمی آمدش
 جو اس کو تقلید میں آتی تھی
 کایں حقیقت بود ایں سرار راز
 جبکہ حقیقت اور یہ اسرار راز تھے
 شاہ میگردم از عیما و سور
 اندھے میں سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟
 درگستم مست نقش می نمود
 میرے گستم اس میں نے وہی نقش دکھا دیا
 آتی ہے پھر وہاں سے صادق خود راہ ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق مختلف ہو جاتے ہیں تو
 خیر کہ اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

لہ گرتہ رستے والا کر پہر
 پہر الگ بارہ دوسروں کو
 ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر
 لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم
 کر دوا رہ ہنستا ہے۔ شوق
 تکلف۔ چہرہ سی ماہ ہنسنے
 میں بہرے کو ہنسنی کے سبب
 کا علم نہیں ہوتا ہے۔ آواز
 پھر جب وہ لوگوں سے ہنس
 کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو
 دوبارہ ہنستا ہے۔
 لہ پس مقلد چہ نفس کسی
 کی دیکھا دیکھ کام کرنا ہے گل
 مثال بہرے کی کسی ہے پرتو
 اسی پیش کے بلکشیٹ کا بلکشیٹ پرتو
 ہے اور اس سے ملکر خوش
 پارخ ماس ہوتا ہے تو یہ
 کا تقلید ہی اصل ہی شیخ کا
 افرح ہے۔ چوں بند اگر
 ٹوکر میں نہیں پڑی ہوتی ہو
 اور اس میں پانی بھر ہوا ہوا
 آئینہ میں سدج کی جگہ پڑی
 ہو تو وہ پانی یا جگہ کو
 ٹوکر یا آئینہ کا پانی سمجھ
 غلط ہے۔ چوای۔ فیض حق
 سرکش۔
 لہ آگیتہ۔ جب ٹوکر
 نہر سے باہر نکل جائے گا
 چاند غروب جائے گا تو لڑکی
 اور آگیتہ کو معلوم ہو جائیگا
 کہ وہ پانی اور چمک آنکی
 زخمی تھم۔ خندہ کو حکم ہوا
 خاشاکہ اقلیل الاکھیل
 خندہ کی مات چھو کر رات
 میں جات کی کہہ۔
 سحر بار دم پہلے ہی خواب
 لہ گرتہ۔ اب یہ رہے
 ماہی احوال کے بارے میں
 سمجھا ہو گا۔ جو کچھ مائل
 قادر و مصلح شیخ کا مصلح تھا

اب وہ اور میں اس سے کس
 قتلہ تھے۔ مقتولوں میں
 حقیقت تک پہنچا تھا
 اور غرضی سنا تھا میرے
 میرے ناصر علم و ادب کا
 ایک خیال چیر چس۔ مظلوم
 جو مالک ابھی راہ سلوک کا
 تھے وہ حقیقت تک
 کہاں پہنچ سکتا ہے۔
 لے کر مظلوم مظلوم زک
 تو صرف دایہ اور دودھ اور
 کھانے پینے کی سہولت چیر کر
 نہ ہوتا ہے۔ اگر مظلوم
 کی مثال بچہ کی ہے۔ کون
 نفیق۔ یہ مقلد، غرور، ان
 ہر رنگ پر ہونے کو کوشش
 کرے گا یا دوسرے مقلد کا
 تو یہ اس کو بصیرت سے
 اور دور کر دے گا۔ آج جو غرور
 دیکھو اس کے پاس سرائیچا
 وہ جس نے بجا حضرت
 کر لیا۔
 لے دے مقلد۔ یہ اسرار
 اور راز مقلدوں سے واضح
 نہ ہوں گے۔ غرور ظاہری عزم
 کا کر کے اس کو کچھ نہ کہتی
 اور باطن کی وقت اختیار
 کر جب تو مر میدان بنے گا۔
 تاجدار۔ جب انسان جاوے
 کرے گا تو پھر اس کو ایک
 بلال ماننے وال میں نظر آئے گا
 اور اس تاجدار میں ظاہری
 سے بحث کرنے والے ہوں
 لے مقلد تھے۔ قرآن پاک
 میں ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي
 آدَمَ وَخَلَقْنَا فِيهِمُ الذِّكْرَ
 وَآتَيْنَاهُمْ فِيهِ مِنْ شَرِّهِمْ
 حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مِنْكُمْ عِشْرَةً
 اور سندہ میں سوار کیا۔
 خلیفہ غفر فی الذکر سے عزم
 ظاہری کے ظاہر اور مقلد تھے

طفل رہ را غلرت مردوں کجاست
 راہ سلوک کے بچے میں مردوں کی جو کہاں ہے؟
 طفل راجہ فکر آید در ضمیر
 بچے کے دین میں کیا خیال آسکتا ہے؟
 فکر طفلان دایہ باشند یا کہ شیر
 بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے
 آں مقلد بہت چوں طفل علیل
 مقلد، بیمار بچہ کی صورت ہے
 آں قتمق در دہل و در شکال
 ہشکال اور دہلیس میں غرور
 مایہ کاں سر نہ ستر و ست
 وہ سراپا جو اس کے باطن کا سر نہ ہے
 اے مقلد از بخار باز گرد
 اے مقلد! بخارا سے واپس آ جا
 تا بخارا تے در گہنی دوس
 تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے
 پیک اگرچہ در زمین چاہا نکست
 قلہ صد اگرچہ غمشکی میں تیز رفتار ہے
 او حتمًا ہم بود فی الدبر و س
 وہ صرف اُن کو ہم نے غمشکی میں چلا دیا ہے
 بخشش بسیار دارد شد بدو
 شاہ! اس پر بہت بخشش کرتا ہے

کون خیال او کو تحقیق راست
 کیا اس کا خیال اور کیا سمجھ تحقیق
 یاچہ اندیشہ کند بچوں کہ پیر
 یاہ بڑے کا بچہ کیا سوچ سکتا ہے؟
 یا موز و جوز یا گریہ و نفیہ
 یا شش اور اخروٹ یا دوا اور پلانا
 گرچہ دارد بکشت باریک و بیل
 اگرچہ نازک، بحث اور دلیل رکھتا ہو
 از بصیرت می کند اور اسال
 اُس کو بصیرت ہے نہ صحت دیدن ہے
 برود در اشکال گفتن کا رست
 سب کرنا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا
 رنجواری ناشوی تو شیر مرد
 وقت کی جانب ہا، تاکہ تو شیر مرد بنے
 صغیراں در محاش لا یفقه
 اُن کی محاش میں بہاؤ وہ نہیں سمجھتے ہیں
 چوں بدیاریافت بگست رگست
 جب دریا میں پہنچا، رنگ ٹوٹا ہے
 آنکہ محمول سے بجا رست کس
 جو سمندر میں چلا یا ہوا ہے وہ بہاؤ ہے
 لے شذہ در وہم و تصویبے دوتو
 لے وہ! وہم اور تصویب میں تغیر نہا ہے

اہمیت حال مرید مقلد
 مرید مقلد کے حال کا اہمیت

آں مرید سادہ از تقلید نیز
 وہ محلا مرید بھی تقلید میں
 او مقلد وار بچو مرد کر
 اُس نے تقلید میں بچے کی طرح
 گریہ میگرد و فقی آن عزیز
 اس معزز کی طرح رو لے گا
 گریہ می دید و ز موجب بے خبر
 دوتا دیکھ اور سب سے بے خبر تھا
 انجمن تہ ہیں گئے ہندوستان میں بخاری عہد میں جس سارا کہ نہیں سمجھتے ہیں۔ ایک مشہور ہے
 ہر مرد سے وہ ہر کار سے خوشی لاپنے والا ہے وہ دایہ نہیں چل سکتا ہے دایہ تیراک کی ضرورت ہے

چوں بسے بگریست خد کز فرت
جب بہت روکا اس کے سلام کیا اسعد ہو گیا
گفت اے گریاں جواب بزمین خبر
اس نے کہا اے بے خبر ایک طرح رو بیا
اللہ اللہ اللہ لے وانی فرید
اے دوسرا مرید! خدا کے لئے
تا نگوئی دیدم آں شرمی گریست
بہت کہتا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ دور تھا
گریہ کز جہل و تقلید ست نظن
وہ دونا جو ملی اور تقلید اور مکان کی وجہ سے ہے
تو قیاس گریہ بر گریہ مساز
قرآن کو روئے پر قیاس نہ کر
ہست آں از بعد سی سال جہا
وہ (دونا) تین سالہ مجاہد کے بعد ہے
ہست زان سوی خرد و صد طر
وہاں عقل سے آئے تلو مرطے ہیں

گریہ اوز غم ست ویز فرح
اس (شیخ) کا رونا غم سے ہے نہ خوشی سے
گریہ او خندہ اوزاں سریت
اس کا رونا اس کا ہنسنا اس کا جانب کا جو
آب دیدہ اوجو دیدہ اوجو
اس کا آنسو اس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے
آسجا ویندنتاں کردن مسکن
جو وہ دیکھتا ہے اس کو جہا نہیں جاسکتا جو
شب گریز چونکہ نور آئند نور
جب روشنی آتی ہے رات دور سے جگ جاتی ہے
پشت بگریز ز باد بادھا
پڑنرب ہوا سے پھر جگ جاتا ہے

از پیش آمد مرید خاص نفث
اٹھ کے جبے ایک خاص مرید تیزی سے چلا
بروفاق گریہ شیخ از نظر
دیکھ دیکھی شیخ کے روئے پر
گریہ و تقلید ہستی مستفید
اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے
من جو او گریہ تم کا میں مگر گریست
میں اس کی طرح ہوا کی طرح کی غیبت کا اظہار کرتا
نیست ہمچوں گریہ آں مؤمن
وہ اس انتظار کے روئے کی طرح نہیں ہے
ہست زیں گریہ بدان راہ دراز
اس روئے سے اس روئے تک بہت فاصلہ
عقل اینجا ہیج متواند فتاد
عقل اس جگہ کہیں نہیں پہنچ سکتی
عقل را واقف ندان اس قافلہ
اس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

روح داند گریہ عین اٹلح
بہ نور آنکھ کا رونا روح کا تپا ہے
ز انچہ وہم و عقل باشد آں بریت
جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو وہ اس سے بری ہو
دیدہ نا دیدہ دیدہ کے شود
اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے!
بیز قیاس عقل ویز راہ حواس
نہ عقل کے قیاس سے نہ حواس کی راہ سے
پس چہ داند علمت از احوال نور
تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟
پس چہ داند پشتہ ذوق بادھا
تو چہ اذوق کا ذوق پھر کیا جانے؟

فی الغیر سے عزم باطن کے
علا مراد میں بکلیش میں
درا کے جو اندر در اٹھتے
نار و بکلیش کرتا ہے آتے
شاہ ۱۰۰۰ اے وہ انسان جو
وہم اور خیالی تصور پر جھکا ہوا
... آتے ہیں یہی شیخ
ز غلبہ یعنی شیخ کے
روئے کے سب سے ناواقف
تھا۔
لے گفت۔ جس خاص
مرید نے روئے والے مرید
سے کہا تو بے خبری میں شیخ
کی دیکھا بھی رہا ہے اس
خدا کے لئے تو اپنے روئے کو
شیخ کے روئے کی طرح دیکھ
گریہ تیرا رونا تو عقل
میں تھا اور تو شیخ کے روئے
سے بے خبر تھا۔ اس کی گریست
تیرا بکلیش کی غیبت کا
اظہار ہوگا جو تو عقل، انتظار
لے تو قیاس اپنے روئے کو
شیخ کے روئے پر قیاس نہ
کر لینا اور لوں میں زہی و
آسمان کا فرق ہے۔ جنت
شیخ کا رونا شاہ کی بناؤ
ہے جو تین سالہ مجاہد کے بعد
حاصل ہوا ہے عقل میں بناؤ
پر مدنا سہل نہیں ہو سکتی
لے گریہ اور شیخ کا رونا نہ
غم و دوزخ سے ہے نہ فرقت
جنت سے بلکہ اس کا رونا عقل
خوشی خداوندی سے ہے۔
گریہ اور شیخ کا رونا اور ہنسنا
منہاں اللہ ہے عقل اور وہی
بنیاد پر روئے اس کا کہانی
تفصیلی نہیں ہے۔ آج وہ
شیخ کی بیسی آنکھیں ہیں
کہ وہ عالم قیاس کا شاہد
کرئی ہیں ایسا ہی اس کا رونا
ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں

نہیں ہیں۔ اور تیغ میں چھوڑا
کے شاہد کہ تاجے وہ عقل نہیں
ہیں۔

لف شبہ بطرح رات ،
دن کے احوال نہیں جان سکتی
ہے اسی طرح عقل اور دم
شیخ کے مشاہدات کو نہیں
جان سکتے ہیں۔ چشمہ پتھر
جبکہ ہوا کے پہلے جو تکے سے
جھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا
خوری کے ذوق سے کیسے
واقف ہو سکتا ہے کسی حال
شیخ کے مشاہدات اور عقل
کا ہے۔ چہرہ قدیم۔ قدیم کے
سانے حادث کا دور و صفا
ہو جاتا ہے تو حادث قدیم
کی حقیقت کیسے ہو سکتا ہے
سے دقتیں جبران جو کہ
قدیم حادث کو نشانہ کرتا
ہم دیکھ جاتے ہیں۔ ایسا
صفحات خداوندی کا کشف
ہرگز بشریت کو ممکن نہ دیتا ہے
قد نظیر اس کی بہت مثالیں
ہیں کہ حادث اور قدیم میں
فرق ہے۔ آجی حروف
مقطعات یا فرقان کے نام
سے ایک نام حضرت عیسیٰ
کے مصلی پر چھوٹا مارنے
اور عام چھوٹک میں بہت بڑا
فرق ہے۔ ہر اوصاف قرآن پاک
کے حروف خداوندی دربار سے
نازل ہوئے ہیں ان کو عام قرآن
کی طرح نہ سمجھنا چاہئے ان کو
جو کلمات مرتب ہوں گے وہ
عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے
بہت۔ ظاہری بناوٹ تو
آغوشوں کی بھی ایسی ہی تھی
جیسے عام انسانوں کی ہوتا ہے
لفہ گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا
سے بنتا ہے جس سے آغوشوں

چوں قدیم آید و رث گرد و غبت
جب قدیم آگے حادث بیکار ہو جاتا ہے
برعکس چوں زرد قدیم بخش کند
جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اسکو حیران کر دیتا ہے
گر نخواہی تو بیابانی صد نظیر
اگر تو چاہے تو ستو مثالیں حاصل کر لے
ایں آلم و حسم ایں حروف
ایں آلم و حسم یہ حروف
حرفہا مانند بدیں حرف از بڑوں
بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں
ہر کہ گیر دوا و عصلے ز امثال
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لائق ہاتھ میں ملے
عیسویست ایں دم نہ ہر یاد دہی
یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا انسان میں ہے
ایں آلم و حسم اے پدر
اے باا ! یہ آلم و حسم
ہر الف لائے چمی مانند بدیں
ہر الف و لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے ؟
گرچہ ترکیبش حروف اے ہمام
اے سرور ! اگرچہ اس کی بناوٹ حروف سے ہو
ہست ترکیب محمد محمد کو پوست
محمد کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے
گوشت دار و پوست دار استخوان
اور جسم گوشت رکھتا ہے کھان رکھتا ہے لہذا
کاندیں ترکیب آندہ مخبرات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے

پس کجا دانند مدیے را حث
تو حادث قدیم کو کیا جانے ؟
چونکہ گردش نیست ہم رنگش کند
جب اس کو مسدود کر دیا اسکو ہم رنگ کر دیتا ہے
لیک من پر و اندازم اے فقیر
لیکن اے فقیر اچھے فرصت نہیں ہے
چوں عصائے موسیٰ آمد رد و قوف
جاتے ہیں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں
لیک باشد در صفات ایں بول
لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں
کے بول چوں کہ عصا وقت بیا
بیان کیوقت وہ اس (موسیٰ کی) لائق کیلئے کہتا !
کہ برآید از فرج یا از غم
جو کہ خوشی یا غم سے آئے
آمدست از حضرت موسیٰ البشیر
انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں
گر تو جان اری بدیں چشمش میں
اگر تو دیکھ رکھتا ہے ، ان آنکھوں سے نہ دیکھ
می نہ اندہم ہم ترکیب عوام
لیکن وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے
گرچہ در ترکیب ہر تن جنس او
اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے
ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کسی ایسی بناوٹ میں وہ (آقا) ہوں گے
کہ ہمہ ترکیب ہا اشتد مات
کو تمام بناوٹیں مات۔ چو گئیں

حروف قدیم میں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی
فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی لاشی اور عام لاشی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف یکہم
کیساں ہیں لیکن انکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ عام لاشی اور موسیٰ کے عصا میں بہت فرق ہے۔

ہمچنان ترکیبِ تم از کتب

اس طرح قرآن کے تم کی بناوٹ
زا کہ زیر ترکیب آید زندگی

کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے
اثر دھاگرد شگاف د بھرا

اثر دھا بھرتے ہیں سمندر کو بھاڑ دیتے ہیں
ظاہر شس ماند بظاہر ہا ویک

انکا ظاہر بظاہر انکا کے ظاہر ہی اسکا جذبہ ہے لیکن
گریہ اُونخندہ اُونطق اُو

اسکا روانہ اسکا ہنسا اس کا یونا
عقل اودوم اود حن اُو

اس کی عقل اور اس کا دم اور اسکا احساس
چونکہ ظاہر با گرفتند احمال

احمالوں نے ہو کر کھری احوال کو پسند کیا
لاجرم محبوب گشتند از غرض

وہ یقیناً مقصد سے محروم ہو گئے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس ہیں

ہست بس بالا و دیگر انشیب

ہست بلند ہے اور دوسری پچی ہیں
پہلو فغ صور در در ماندگی

میاں کا عاجزی (قیامت) میں صور کا بھٹکا
چوں عصا تم از واد خدا

تم عصا کی طرح خدا کی غایت سے
قرض نال از قرض دور ست نیک

بول کی عکاسی چاند کی عکاسی سے بہت دور ہے
فہم اود خلق اود خلق اُو

انکی فہم اس کی ساخت اور ان کے افعال
نیست ازوے هست محض ضح ہُو

اسکا اپنا نہیں ہے جو وہ محض اللہ کی لا بگری ہے
وان قائق شد از ایشاں بس نہا

وہ باریکیاں ان سے بہت پوشیدہ ہو گئیں
کہ دقیقہ فوت شد در معرض

ماری میں کتہ فوت ہو گیا
کاں کینیزک با خرفاتوں چہ کرد

اس بات کی نے لی کے گم سے کیا کیا

کا جسم بنا ہے یکس پریم کی
بناوٹ میں وہ آخر کہاں کیا

جو آنکھوں کی بناوٹ میں ہیں
کا اندر اس آنکھوں کے جسم کی

بناوٹ سے وہ شجر سے ظاہر
ہوتے کہ تمام بناؤں میں بارہاں

میں چھتاں اس طرح اپنی
حروف سے جب قرآن کلمات

مربک ہوتے تو وہ فصاحت
بلاغت کے اعلیٰ مقام پہنچے

گئے۔ تا کہ اب اس کلمات
سے دلوں میں ایسی ہی زندگی

پیدا ہوتی ہے جس طرح غصہ
سے قیامت میں جسوں کی

زندگی ہو گی۔
کلمہ اشد خدا ہے اس کلمہ

میں ایسی ہی تاثیر رکھتی ہے جیسے
حضرت مرثیٰ کے مصداق تھی

قرض سوجہ اور دلوں کی
عکاسی بظاہر کیساں ہیں لیکن

مستوی بہت فرق ہے گہرے
اوپر یعنی شمع کے افعال کو نام

انسانوں کے افعال کی طرح
دیکھتا ہے اب اس کے

سنان میں ہیں کہ وہ اللہ کے افعال سے متعلق ہے

شرح

ایک مرید شیخ کے پاس آیا کہ شیخ زور ملے پسے جیکہ اس

مرید نے شیخ کو روتے دیکھا تو خود ہی رونے لگا اور اسکی آنکھوں سے

بھی آنسو جاری ہو گئے۔ یہ تو واقعہ تھا اب اس کے مناسب مضمون ارشاد ہی

سنو! مگر اس پہلے ایک مقدمہ سن لو۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت ایک دوست دوسرے

دوست سے مذاق کرتا ہے۔ اس وقت کان والا اگر ایک مرتبہ ہنستا ہے تو بہرا

دو دفعہ ہنستا ہے۔ کیونکہ بہرا پہلی دفعہ تو لوگوں کی تقلید میں اور بہ تکلف ہنستا

ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں اس وقت جو وہ بہرا ہنستا ہے تو اسکو

کچھ خبر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں لیکن اس کے بعد وہ پوچھتا ہے کہ بھائی تم کیوں ہنستے تھے اس کے پوچھنے پر لوگ ہنسی کا سبب بتلاتے ہیں۔ پس وہ سنتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ یہی حالت مقلد اور سالک غیر واصل کے ہے کہ جو خوشی اسے حاصل ہوتی ہے اس میں وہ بمنزلہ بہرے کے ہوتا ہے۔ اور یہ خوشی شیخ کا پر تو ہوتی ہے اور اس کا سر چشمہ شیخ ہوتا ہے۔

الغرض ایسے مریدوں کا غم اور ان کی خوشی ان کی ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مبدی شیخ ہوتا ہے اور جبکہ اس کو بتائید شیخ کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ خوشی شیخ کا پر تو اور اس کی تقلید ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔ جیسے ندی میں ٹوکرا پڑا ہو اور پانی سے بھرا ہو۔ یا شیشہ پر نور پڑا ہو پس اگر ٹوکرا اور آئینہ پانی اور نور کو اپنا ذاتی سمجھیں۔ تو یہ ان کا نقص ٹوکرا ندی سے جدا ہوگا اس وقت اسے معلوم ہوگا کہ وہ پانی ندی کا تھا۔ نہ کہ میرا علیٰ ہذا۔ جس وقت ماہتاب غروب ہوگا اس وقت آئینہ کو معلوم ہوگا کہ وہ نور میرا نہ تھا بلکہ روشن ماہتاب کا تھا۔ یوں ہی جس وقت شیخ سے اس مرید کا تعلق منقطع ہوتا ہے اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ حال تھا شیخ کا پر تو تھا۔ اور خود اس کا کمال ذاتی نہ تھا۔ لیکن جس وقت وہ مرتبہ تقلید سے گذر کر مرتبہ تحقیق پر پہنچتا ہے۔ اور حق سبحانہ کا زندہ کن اور حیات بخش حکم اس کو حیات روحانی عطا فرما کر اس کی آنکھیں کھولتا اور اس کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اس وقت وہ صبح کی طرح دوبارہ ہنستا ہے اور اس وقت اس کو اپنی اس ہنسی پر ہنسی آتی ہے جو کہ تقلید کی حالت میں اس کو آتی تھی۔ اور وہ کہتا ہے کہ اس قدر دور و دراز سے جہاں یہ حقیقت اور یہ راز اور بھید تھا۔ میں وادی تقلید میں اپنی اندھی پن سے دور ہی دور کیونکر خوش تھا۔

[خلاصہ یہ کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جس وقت میں وادی تقلید میں سرگرداں تھا اس وقت اس حقیقت اور راز میں جو مجھے اس وقت حاصل ہے۔ اور مجھ میں

پہنچ کر اس کے چو لیں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کھڑا کھڑا رہ جاتا ہے۔
 پس علمائے ظاہر غیر عارف محول نے مفتی البر اور صرف علوم ظاہر یہ میں تیزی دکھلانے
 والے ہیں۔ سیر فی اللہ میں ایک قدم نہیں چل سکتے۔ پس یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔
 آدمی تو وہی ہیں جو دریا میں چلتے ہوں اور سیر فی اللہ کرتے ہوں۔

اور اے ادہام و خیالات پر جھکے ہوئے شخص تو جان لے کہ ایسے لوگوں پر حق سبحانی
 کی بڑی عنایت ہے پس تو اس کمال کو حاصل کر۔ خیر یہ مضمون ارشادی
 تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ ہم نے کہا تھا کہ وہ عاری عن الکمالات مرید بھی براہ تقلید
 شیخ کی طرح رونے لگا وہ بہروں کی طرح مقلدانہ روتا تھا۔ اور سبب جانتا نہ تھا پس
 جبکہ وہ بہت زیادہ روچکا تو شیخ کی خدمت کی اس کج بعد رخصت ہو گیا۔ اُس کے
 پیچھے پیچھے فوراً ایک مرید خاص چلا اور کہا کہ اے بے شعور! ابر کی طرح شیخ کے اُس گریہ
 کی موافقت میں رونے والے جو کہ بصیرت سے ناشی ہے۔ تو اگرچہ تقلیداً حالت شیخ کو حاصل
 کئے ہوئے ہے مگر دیکھنا خبردار! یہ نہ کہنا کہ میں نے شیخ کو رونے دیکھا تو جس طرح
 وہ ر رہے تھے یونہی میں بھی رو رہا تھا۔ کیونکہ یہ انکار ہے شیخ کے کمال کا۔ کیونکہ اس
 ظاہر ہوتا ہے کہ تو شیخ کو بھی اپنا ہی سمجھتا ہے۔ وہ رونا جس کا منشا جہل
 اور تقلید اور ظن ہے اُس ایمان خدا کے رونے کے مماثل نہیں ہو سکتا۔ پس
 تو اپنے رونے کو اس کے رونے پر قیاس نہ کرنا۔ اور دونوں کو یکساں نہ سمجھنا کیونکہ دونوں کے
 رونے میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے وہ رونا تین سال کے مجاہدات کا نتیجہ ہے
 اور اس رونے میں عقل کام نہیں کر سکتی چونکہ اس کج اور عقل کے درمیان سینکڑوں منزلیں
 ہیں اسلئے عقل کو اس آئینوں کے قافلہ سے واقف نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ اس کا رونا
 نہ غم سے ناشی ہے اور نہ خوشی سے اور عقل کی رسائی اسے گریہ تک ہے جس کا سبب
 غم یا خوشی ہو۔ پس عقلی اس کو کیونکر جان سکتی ہے۔ ہاں اس سرچشمہ کمالات کا کامل

کے رُسنے کی حقیقت کو ذوقاً روح جانتی ہے۔

د عین الملح بجائے ضمیر غائب کے لایا گیا ہے اور ملح جمع ہے ملوٹ کی جس کے معنی ہیں سخن خوش و نمکین و المراد ہلہلہ الکلمات مطلقاً اس کا ردنا بھی اور اس کا ہنسنا بھی دونوں غیبی ہیں اور جس عالم سے وہم و عقل ہیں اُس سے اُن کو تعلق نہیں۔ اسلئے انکی حقیقت مدرک بالوہم و بالعقل نہیں ہو سکتی۔ اُسکی آنسو جن کا منشأ ذات حق سبحانہ ہے جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے۔ ویسے ہی ہیں جیسے اس کی دیکھی ہوئی ذات جو ان آنسوؤں کا منشأ ہے اور وہ دیکھی ہوئی ذات جو دیکھی ہوئی نہیں ہے دیکھی نہیں جا سکتی۔ یعنی ذات حق سبحانہ جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے اور عقل و حواس جسمانیہ سے وہ ذات اور حواس جسمانیہ سے مدرک نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے کہ اسکی آنسو ہی مدرک بالوہم و بالعقل نہ ہوں۔ اب ہم آنچہ اوہیدنت سال کو دل ساس الخ کو مدلل کرنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو رات رنہ چکر ہو جاتی ہے اسلئے رات نور صبح کو نہیں جان سکتی۔ نہ میں تیز ہوا آتی ہے تو پھر رخصت ہو جاتے ہیں پس پھر ہو کو کیا جان سکتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ مہمد ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ جب تک حق سبحانہ کسی کے لیے متعلق نہ ہوں اس وقت تک کوئی انکو کیسے جان سکتا ہے اور جس وقت وہ متعلق ہوں گے اس وقت وہ لاشعہ ہو جائے گا پس حادث من حیث ہو حادث قدیم کو کیسے جان سکتا ہے کیونکہ جب قدیم جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو حادث کو مبہوت کر دیتا ہے اور جب کہ اسکو فنا کر دیتا ہے اور اسکی خودی کو کھو دیتا ہے تو اسکو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اسکی شان یہ ہو جاتی ہے کہ بی لیمع و بی یُبصر الخ پس حادث من حیث ہو حادث کے لئے حق سبحانہ کو دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر تم چاہو گے تو سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے فرصت نہیں ہے کہ میں زیادہ مثالیں بیان کروں اسلئے صرف دو مثالیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اس مضمون کو ختم کر کے

پھر حالت شیخ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہم نے گریہ و خندہ شیخ کو باوجود مشابہت باگریہ مردم کے عقل و وہم سے بالاتر کہا تھا۔ اور اسکو ثابت بھی کیا تھا۔

اب ہم اس استبعاد کو دور کرتے ہیں۔ جو ان کے دیگر گریہ و خندہ ہا کے ساتھ مشابہت صوری کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اَلْحَرَّ اور حَرَّ اور دیگر الفاظ قرآنیہ عصائے موسیٰ کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ گو صورۃ دیگر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں مگر وہ حروف صفات میں ان حروف سے مغلوب ہیں اور ان حروف کی حروف قرآنیہ کے مقابلہ میں وہی حالت ہے جو اور لاطھیوں کی عصائے موسیٰ کے مقابلہ میں۔

مثلاً جو شخص کہ امتحان کے لئے کوئی لاطھی ہاتھ میں لے گا تو وہ لاطھی وقت ظہور اثر عصائے موسیٰ کے مانند ثابت نہ ہوگی۔ پس یہی حالت حروف قرآنیہ اور دیگر حروف کی ہے کہ یہ حروف قرآنیہ اعجاز اثر میں اور ان الفاظ کی مانند نہیں ہیں جو کہ آدمیوں سے خوشی یا غم وغیرہ سے صادر ہوں۔ کیونکہ یہ اَلْحَرَّ و حَرَّ وغیرہ کلام خداوندی ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ لہذا ہر الف لام وغیرہ جو کلام بشر ہیں ان سے مشابہ نہیں ہو سکتے پس اگر تم روحانیت رکھتے ہو۔ تو تم ان کو اس نظر سے نہ دیکھو۔ اور ان کو کلام بشر کی مانند نہ سمجھو۔ یہ مسلم ہے کہ ان کی ترکیب حروف ہی سے ہے مگر بھی ان کی ترکیب عوام کی ترکیب کے مشابہ نہیں ہے۔

دیکھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھی ہڈی اور گوشت اور کھال

وغیرہ سے بنا ہے۔ اور اس ترکیب میں ہر جسم اس کا بنائے۔ یعنی جس طرح اور اجسام میں گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ ہیں یوں ہی اس میں بھی ہیں لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترکیب اوروں کی سی ہے ہرگز نہیں کیونکہ اس ترکیب میں معجزات موجود ہیں جن سے تمام ترکیبات مغلوب ہیں۔ مثلاً ان کی انگلی چاند کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اوروں کی انگلی ایسا نہیں کر سکتی۔ نیز ان کی انگلی سے پانی نکلتا ہے اوروں کی انگلی

سے نہیں نکلتا وغیرہ وغیرہ۔

پس ترکیب جسم احمدی اور ترکیبات دیگر اجسام یکساں نہیں ہو سکتیں بس
یہی حالت اللہ و حمد قرآنہ کی ترکیب کی ہے کہ ان کی ترکیب سب ترکیبوں سے فائق
ہے اور دیگر ترکیبات اس کے نیچے ہیں کیونکہ یہ ترکیبیں حیات روحانی بخشنے والی ہیں اور
موت روحانی کی حالت میں ان میں وہی خاصیت ہے جو موت جسمانی کی حالت میں۔ نفخ
صور میں۔ نیز حمد وغیرہ حصائے مومن کی طرح کبھی اڑدھا بن جاتی ہیں۔ اور کبھی
دریا کو خشک کر دیتی ہیں۔ یعنی اپنے اعجاز کے سبب دشمنوں کو اپنے معارضہ سے عاجز
کرتی ہیں۔۔۔۔۔ برخلاف دیگر ترکیبات کے کہ ان میں یہ خاصیت نہیں ہے پس
ان کا ظاہر گو اور ظاہروں سے مشابہ ہے لیکن ان کے باطن میں وہی فرق ہے جو
قرص ماہتاب اور قرص نان میں۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب کوئی استبعاد نہ رہا۔ کیونکہ شیخ کا رونا۔ اس کا ہنسا
اس کی گفتگو، اس کی سمجھ، اس کی خلقت، اس کا خلق، اس کی عقل، اس کا وہم، اس کی حس
اس کی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ فانی فی الحق اور بی یسمع و بی بیصر
وغیرہ کا مصداق ہے ایسی حالت میں اگر اس کا رونا وغیرہ عقل سے بالاتر ہو جیسا کہ ہم
نے کیا ہے تو کیا تعجب ہے لیکن چونکہ احمقوں نے ظاہر کو لے لیا اور حقائق ان کی نظر
سے مخفی ہو گئیں اس لئے اپنی ہوائے نفسانی کے سبب محجوب ہو گئے اور انکار کر بیٹھے۔
اور اعتراض کے سبب حقائق ان سے فوت ہو گئیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب دوسری طرف رخ کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے
کہ نوٹری نے اپنی بی بی کے گدھے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس تم کو معلوم ہوگا کہ ظاہر
بینی اور دقیقہ ناشناسی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

گر ہمہ گیر خرا اندر وے رَوَد
اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جائے
خرا ہی شمل اغرو خاتون او
مکہ کا دُور ہو رہا تھا اور اس کی ناک
نعلیناں را نموداں خرا کہ صیت
میں نے اس گدھے کو نعلینوں کو دکھا پا کر کیا ہے؟
یہ سچ علت اندر و ظاہر نشد
اس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی
در نقص اندر افتاد و بجد
وہ کوشش سے جستہ میں لگ گئی
جد را باید کہ جاں بندہ بُود
جان کو کوشش کا سلام جو مانا چاہیے
چون نقص کرد از حال اشک
جب اس نے گدھے کے حال کی مستحکم
چون نقص کرد از احوال خرا
جب اس نے گدھے کے احوال کی جستہ کی
از شگاف در بیدارِ حال را
اس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا
خرا ہی گاید کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جسامع کر رہا ہے
دو خدشہ گرفت چوں اس ملکست
وہ حدس سے مستحکم ہوئی، بولی جب یہ ممکن ہے
خرا مہذب گشتہ و آموختہ
گدھ مہذب اور سدا ہوا
کردنا دیدہ در خانہ بلوفت
اس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا
از پئے رو پوش میگفت این سخن
ابوحن میں کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی
کرد خاמוש کنیزک را گفت
جب رہی اور باندی سے شکا

۱۷ غفلت سے متوجہ نہ ہو۔
 ترکِ لغت ہے، اگر ہاں ہو
 کہ نصیر کا ہے ترس
 لڑی کا کام ہے شہادت
 کاوند کی روز

۱۸ آئین جماعت کرنا۔
 آ۔ چنانکہ خرمشہب می
 عیش و عشرت کے سب
 اسباب مبتا ہیں۔
 جماعت دینا۔ روزِ شنبہ
 نے ہے آپ روزہ وار
 ظاہر کرکے عکس
 کا زبان گھر کا
 ٹلوے۔

پس کینک جملہ آلاست فساد
 باندی نے خسران کے سب سامان
 روتش کر دو دیدہ پزیر نم
 اس نے خود بنایا اور دو ٹیکٹے لٹکے پڑے
 در کف او نرمہ جارے کے من
 اس کے ہاتھ میں نرم ہمارو کر میں
 چونکہ با جاروب در را او کشاد
 جب اس نے ہمارو لے ہوئے دروازہ کھولا
 روتش کر دی جارے بکف
 ترے منہ بنایا اور ہمارو ہاتھ میں
 نیم کارہ و خشکیں قبیلان کر
 آدھا کر کے سونے اور فضہ میں ڈکر کر ہاتھ میں
 زیر لب گفت اس نہاں کروا زینر
 منہ ہی منہ میں کہا، اس کو باندی سے چھپا
 بعد ازاں گفتش نہ چادر نہ بسر
 اس کے سامنے سے کہا، سر پہ چادر ڈال
 انہیں گواں جنیں گواں چناں
 ایسا کہ اور ویسا کہ
 آں چہ مقصودست مغز آں بکیر
 جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے
 چوں بدر کردش ز حیلت مرکاں
 جب اس کو نہ ہیرے اس نکاح سے باز کا لیا
 بو د از مستی شہوت شاداں
 وہ شہوت کی سستی سے غرضش تھی
 یا فتم خلوت زخم از شکر بانگ
 میں نے کھان پانی منکر کا نہ روٹھا ہی ہوں
 از طرب گشتہ بزان زن ہزار
 سستی سے محبت کی شہوت ہزار دہا، ہر گھنٹی
 چہ بزان کل شہوت او را بزرگ رفت
 یہی شہوت اس شہوت نے انکو تو بنادیا

تھے قریب۔ یعنی ہر دو ایک
 بات کہی جیت۔ اگر تیرہ
 ہمارو ہی دے رہی تھی تو
 یہ کہ صاحب مال میں کون
 ہے۔ دانش اس بل لے لے
 اس باندی سے ایسا ہزار
 کیا جیسا کہ اس کا کوئی تصور
 نہیں ہے۔
 لے لے لے لے لے لے لے
 اس بہت سی باتیں سکھائیں
 میں کی غصہ میں نے چھوٹی
 ہے۔ مستی پڑا نہیں چار
 رنگ یعنی شہوت بہت
 بڑاں۔ محبت کی شہوت
 لے لے لے لے لے لے لے
 ترک میں بڑی چیز کو خلا
 کو کے دیکھا ہے۔ اسے
 بسا جس طرح اس بل لے لے
 باندی سے پوری بات نہ
 نہیں ہی طرح بہت سے
 انصاف رک میں جو ہے آپ
 کو کتنے شے سمجھتے ہیں۔

کر دینہاں پیش شد در اکشاد
 ہمارو بنے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا
 لب فرو افگند یعنی صام
 ہنٹ دکھانے ہوئے میں ہی صفہ دار ہوں
 خانہ رومی روقم بہر عطن
 اسبل کی کوٹری میں ہمارو دے رہی تھی
 گفت خاتون زیر لب کاے اوتاد
 بل لے لے لے لے لے لے لے
 حیت اس خربستہ از علف
 یہ کہ ہمارو سے بے ہوا کیوں ہے؟
 ز انتظار تو دوپشش سوتے در
 تیرے انتظار میں اکی مددیں بکھیں مدد نہ کیا گیا
 دانش آں دم چو بحرماں عزیز
 اس وقت اس کو بے تصور کی طرح بیاں دیکھا
 روفلاں خانہ ز من پیغام بر
 فلاںے گھسبیا، میرا پیغام لے جا
 مختصر کر دم من افسانہ زناں
 میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا
 چوں براہش کرواں زلے تیر
 جب اس پڑو نہیں بڑی نے مکر واد نکلا
 در فرو بست و خلوت شاداں
 دروازہ بند کر لیا اور تنہا ہی غرضش تھی
 در فرو بست ہی گفت آں ماں
 دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہ رہی تھی
 رستا ام از چاروانگ از دو بانگ
 چار دہری اور دو دہری سے مجھے نکالتی ہو
 در شکر شہوت خربستہ رار
 وہ کہ مجھے کی شہوت کی چٹاری سے بے قرار تھی
 بزرگ رفتن گنج را بنود شگفت
 اہم کو تو بنا دیتا عجب خیر نہیں ہے

میل و شہوت کر گند دل و کور
خواہش اور شہوت اول کر ہوا بعد ازاں دھڑو
لے لے سترست نار و نار جو
بہت سے آگ کے سترست انداز کے برپا
تجزہ مگر بندہ خدا کر جذب حتی
سوائے اس مرد خدا کے کہ جذب کے ذریعہ ادا تھا
تا بداند کاں خیمال نار یہ
نہ کردہ سمجھ لے کردہ آتشیں خیال
زشتہ را خوب نماید شترہ
حرم، بزمینوں کو بسلا دھا دھ ہے
صد ہزاراں نام خوش اکڑہ ننگ
لاکھوں نیکیاں کو اس نے جہانم کر دیا
چوں خرے را یوسف مصری نمود
بیکہ اس نے گدے کو مصری بیوٹ کر کے دکھ دیا
یر تو سر گیس را فوش شہد کرد
اس کے منتر نے تیرے لئے گور کو شہد کر دیا
شہوت از خوردن بود کم کفن خور
شہوت کھانے سے لہذا ہوتی ہو کھانے کو کم کر دیا
چوں نخوردی میکشد بوی حرم
جب ترے کھا یا وہ جے زمانہ کی جانب کہنے کو
پش نکاح آمد چو لاخول و ولا
قر نکاح لاول ولا قرہ کی طرح ہے
چوں حریص خوردنی زن خواہ کوؤ
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، بطل نکاح کر لے
بار سنگیں بر خرے کاں میبہد
جو گدہ کا کدو ہے، ہمساری بوجہ
فعل آتش را نمی دانی تو سر د
آگ کے سام کو قرصنڈا نہ ہے

تا نماید گرگ یوسف نار نور
یہا تک کہ بھڑیا یوسف اور آگ، زندہ تو تیرے
خوشتن را نور مطلق داند او
و اپنے آپ کو نہ مطلق سمجھ لیتے ہیں
وارش آرد مگر داند ورق
اس کو رات پر لے آئے، ورق پلٹ دے
در طریقت نیست الا عاریہ
طریقہ میں ماضی ہی ہیں
نیست از شہوت بترزاقات
راہ و طریقت، انی اتوں میں شہوت گناہ و بزرگ
صد ہزاراں زیر کا نرا کر دے ننگ
لاکھوں غفلتوں کو بے عقل کر دیا
یوسف را چوں نماید آں جہود
وہ یہودی، یوسف کو کیسا دکھائے گا؟
شہد را خود چوں کند وقت نبرد
مور کیوں کو شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟
یا نکاحے کن گریزاں شوز شتر
یا نکاح کرے، شتر سے بچ جا
دخل را خرے بساید لاجرم
لا محال آمد کے لئے خرچ ضروری ہے
تا کہ دیوت نفکند اندر ملا
تا کہ شیطان تجھے میبست میں نہ پھنسانے
ورنہ آمد گر بہ و دوسرے ربوؤ
درد، بلی آئی اور جلدی لے گئی
زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ نہ پہنچے
گرد آتش با چیں دانش کرد
اسیں عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد جگر نہ کاٹ

تہ تجزہ۔ جس میں سے نہ
بیکہ ہے جس کی جانب ہوتا
کرے ان یہ سمجھتا ہے کہ
اس کو نہ مطلق حاصل نہیں
ہوا بلکہ یہ نادانی خیال تھا جو
ایک عارضی چیز ہے نہ قیامت۔
انسان کی حرص کوئی کو بسلا
کر کے رکھا حتی ہے شہوت
انسانی کے لئے سب سے
بڑی آفت ہے
لہ جہود میں شہوت
بترزاقات۔ انسان کی شہوت
بڑی چیز جب بسلا دھا دھ
ہے تو میں چیز کو کیا کر کے
نہ دکھائی شہوت، انسان
کی شہوت کھانے پینے سے
بڑھتی ہے تو شہوت کو روکنے
کے لئے یا کم غوری پانیے یا
نکاح کر لینا پانیے چوٹ۔
جب انسان عیشی چیز میں
کھائے گا تو اس کو محدود
کی طرف زیادہ شہوت ہوگی
اس لئے کہ جب بیٹے میں ہی
نکاح داخل کر دے تو اس کا
نکاح ہی لازمی ہے۔
لہ جس نکاح شیطان کے
بجائے سے بچنے کیلئے نکاح
لا حول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ
یہی تیری ساری عیالی اور دنیا
تباہ ہو جائیگا۔ اگرچہ جس
گدے میں نہیں کوئی مارت
ہے اس کو وہ جو سے روکتے
رکھنا چاہیے یہی نفس کی آفت

ہے علم ایک نفس کو تو
 میں دیکھ کر کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ
 جس سے کہتا ہوں کہ

تو جس نے انہی جہاں
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ
 وہاں کہتا ہوں کہ

لے خفت میں بیٹ گئی
 ستان چوت تھیں
 زانیہ لی۔ پھر آورو۔ پا
 ذکر سے کہتا ہے۔ موقوف
 سکھا باہر۔ غائبہ۔

تو وہاں۔ استہلال
 ریت انسان۔ حادثہ۔ زانہ
 نصیحت نسوانی۔ غلات
 قرآن پاک میں ہے تفسیر نفقہ
 غذا آیت انجھڑی۔ اگر ہم
 ان کو ریت کے مذاب کا مزہ
 چکھائیں۔ تھے قرآن پاک
 تا کہ نفس کے نیچے ہوا کے
 کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ
 بڑا اور ذلیل کام ہے

تو وہاں۔ انسان اگر
 نفس پروری کی حالت میں
 مرجعاً تو اس کی موت پس
 لی کی موت سے بھی زیادہ
 زہنا کی ہے نفس جیسا
 انسان کا اہل چوگانیت
 میں اشد قائل ہی صورت
 پر حشر کرے گا۔

علم ایک دانش از بود ترا
 اگر تجھے دیکھ اور مال کا ہنر ماس میں ہے
 آب حاضر باید و فرہنگ نیز
 پانی موجود ہے اور عقل میں
 چوں ندانی دانش آہنگری
 جبکہ تو را رہی کا ہنر نہیں جانتا ہے

درفروست آن زن خرا کشید
 اس نے دروازہ بند کیا اور گھر کو کھینچا

در میان خانہ آو روش کشاں
 اس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی

ہم بڑاں کرسی کہ دید او از کینر
 اسی چو کی پر جو میں نے باہر کی دیکھ کر تھی

پا بر آو درو خرا اندرے سپوخت
 گدھے نے ذکر نکالا اور اس کے اندر گھسایا

خرم و بگشتہ در خاتون فشر
 بکھائے ہوئے گدھے نے بی لکے اندر دھار دیا

بروید از زخم کیر خر جگر
 گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے مگر پھٹ گیا

کرسی از کیسوزن از کیسوزن
 تخت ایک طرف اور تخت ایک طرف گر گئی

صحیح خانہ پز زخون شدن نگول
 گھوڑا کھنسن خون سے بھر گیا، صحت اوندھی ہو گئی

مرگ بد با صد فصیح لے پد
 لے با دا! تنوڑ سوانیوں کے ساتھ تیری صورت

تو عذاب انجھڑی بشنوا زبے
 تو قرآن سے رسوائی کا مناب سن لے

دانکد این نفس بہیمی ز خیرت
 جان لے۔ حیوان نفس، مگر ما ہے
 در رہ نفس از بمردی در منی
 اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا

از شر نے دیکھ ماند نے ابا
 چھ گڑوں سے دیکھ رہے گی ز غور با

تا پزرداں دیکھ سالم در ازینر
 تاکہ اہل میں، دیکھ سالم ایک جائے

ریش و موسوز جو آجبا بگذری
 جب تو وہاں سے گذرے گا تو اسی اور بال میں پھنسا

شادمانہ لاجرم کیفر چشید
 خوش سے، لامحالہ انجام چکسا

خفت اندر زیر آں ز خیرت
 اس گدھے کے نیچے بہت پیٹ گئی

تا رسد در کام خود آں قعبہ نیز
 تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد مائل کرے

آتش از کیر خردے فرودت
 اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی

تا بخایہ در زماں خاتون بمر
 غیبی تک، بی بی نورنا مر گئی

رو دبا گشتہ شد از ہمدگر
 انہریاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

دم نزد در حال آں زن جان بداد
 اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اس مرنے لگی

مرد او و بر دجاں ریت المنول
 وہ مر گئی، حادثہ زانہ لکھی جان لے گئے

تو شہیدے دیدہ از کیر خر
 تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شبیہ دیکھا ہے؟

در نہیں ننگے مکن جاں رافے
 ایسی رسوائی میں جان نہ رسد بان ذکر

زیرا دودن از ان نیکیں ترست
 اُس کے نیچے ہوتا اس سے بھی زیادہ صید آگ

تو حقیقت اُس کہ مثل آں زنی
 تو سمجھ لے کہ تو اس مصلحت کی طرح ہے

نفسِ مارا صورتِ خربدہ او

وہ (دشمنانے) ہاتھیں نفسِ گدھے کی صورت میں

ایں بُودِ اظہارِ سرورِ سرخیز

قباحت میں راز کا یہ اظہارِ ہرگز

کافراں راہیم کردایند ز ناز

اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا

گفتیے آں نار اہل عار باست

(اُس نے) کہا نہیں آگ دشمنوں کی جو ہے

لقمہ اندازہ نخورد از حرص خود

اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ لقمہ نہ کھا

لقمہ اندازہ خور لے مردِ حرص

اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا

حق تعالیٰ دادِ میزاں را زباں

اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبانِ عطا کی ہے

ہیں ز حرص خویش میزاں اہل

غیر دار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ

حرص جوید کل بر آید از کل

حرص کل پر جیتی ہے، کل سے قوم رہتی ہے

آں کینز میشد و میگفت آہ

وہ باندی روانہ ہوئی، کہتی تھی آہ

کا بے استاد خواہی یافتن

تو نے بغیر استاد کے کام نہ کیا، پتا

زانکہ صورتِ ہاکند بر وفقِ خو

کیونکہ وہ (حاصلت کے مطابق) مستحقِ ناز و بکا

اللہ از حق چوں خرم گریز

اللہ کے لئے خرم گدھے سے سر سے جھٹکے

کافراں گفتند ناراولی ز عار

کافروں نے کہا: دانت سے آگ بہتر ہے

ہمچو آں ناسے کہ آں زن را بگناہ

اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلادیا

در گلو بگرفت لقمہ مرگ بد

بڑی موت کا لقمہ لے لی میں جیسا گیا

گرچہ با شد لقمہ حلوا و ضعیف

اگرچہ حلوا اور کھمر کے طعمے کا لقمہ ہو

ہیں ز قرآن سورۃ رحمن بخوان

آگاہ، قرآن میں سے سورۃ رحمن پڑھ لے

آز و حرص آمد ز حرص و مضل

تمنا اور حرص سے یہ دُشمن اور گمراہ کرتا ہے

حرص میرست فحل ابن الفحل

حرص ماکہ ہے، اے نامرد! نامرد کے بیٹے

کردی لے خاتون تو آشار ابراہ

اے بی بی! تو نے اُستاد کو روانہ کر دیا

جاہلانہ جاں بخواہی بافتن

جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا

ننگت آمد کہ پیرسی حال دام

مجھے یہ نہ سم آئی کہ حال کا مالِ مسلم کیسے

ہم نہ یفتا لے رسن در گردش

اُس کی گردن میں (دستی بھی نہ چڑتی)

چو گنگو خواندی بخواں لاشر فزا

جبکہ تو نے نہ کہا تو، پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو، پڑھ لے"

ایں گندِ علم و قناعت والسلام

یہ ہلم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

لے عار یعنی سمان ہونے

کی ذلت، جیسو جس طرح نفس

کی آگ نے اُس بی بی کو بھڑک

میں مبتلا کیا تسمارے نفس کی

آگ جو اسلام کو عار کا سبب

بنادی ہے سیکڑوں دانتوں

میں مبتلا کر دی، حقیر، اُس

بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق

کام نہ کیا دھم کی اور وہ دہا

گئی جیسا، جھوٹا اے کھو

زبان، ترازو کا کٹا جو کی جی

کو بتاتا ہے، سورۃ سورۃ

رحمن میں ہے وَاللّٰہُ أَفْضَلُ

وَدُخِّنَ الْمِیْزَانَ الْأَفْطَحَا

فی الْمِیْزَانِ "اُس اللہ تعالیٰ

نے آسمان کو بند کیا اور ترازو

کا پیم کی تاکہ تم سب کو وزن کر دے"

لے تھک، مشہور مقرر۔

طلبِ افق، فزائے افق، محل کا

طلب کرنا، کل کو باقہ سے دینا

ہے، "فحل، دُخیلا، مست

کردی، وہ باندی کہہ رہی تھی

کہ میں اس فن کی استاد تھی

تو نے مجھے تور دانا کر دیا اور پھر

اُستاد کے کام چلا دیا۔

اے دُشمن، تو نے مجھ سے آدمی

بات کیسی، تاکہ مجھ سے بگڑے

جاں کا دانہ نہ چکے تو جاں میں

نہ چکے۔

لے گنگو، قرآن پاک میں

ہے گنگو، وَلَا تَشْرَفُوا

"کہاؤ اور اُسراف نہ کرو"

سورۃ، عِلْم اور قناعت

حاصل کرو تو دنیا کو فائدہ

بھی اٹھاؤ گے اور مصلحت

میں بھی گرفتار نہ ہو گے۔

لے نہنت۔ عقدہ آدوی
 دنیا کو آخرت کیلئے استعمال
 کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور
 ہمارے خداست اور ہر دی میں
 جھگڑتا ہو جاتا ہے۔ جو تو راقی
 جب دنیا دار دنیا کے ہم میں
 مبتلا ہو جاتا ہے تو اس پر خدا
 خور حرام ہو جاتا ہے۔ تہ تیغ
 جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال
 کا دانہ کبھی نہ چکے گا۔
 لے تہ تیغ غافل۔ بیوقوف
 انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا
 ہے جو کہ جال کے دانے کی طرح
 ہے۔ باز ترخان جو ہوشیار
 پرند ہوتا ہے وہ جال کے
 دانے سے اپنے آپ کو بچھڑکے
 ہیں۔ جال۔ صاحب
 شکایت۔ بیوقوف پر عمل کو
 ذبح کر دیتا ہے اور خوش ہو
 پرندوں کو فروخت کر دیتا
 ہے جو لوگوں کی غفلتوں میں
 پہنچ جاتے ہیں یہی صورت
 دنیا کے جال میں پہنچنے کے
 بعد دنیا داروں اور اہل اللہ
 ڈاکر و شافل لوگوں کی ہونے ہے۔
 لے جس کیلک بی بی کے
 مرنے کے بعد خدا نے کہا
 بی بی کس قدر احمق تھی مجھ سے
 تھوڑی سی بات بیکار کرانے
 آپ کو اس قدر سوچ میں اور
 ہلاک ہوئی۔ ظاہر ہے۔ حق
 کا ظاہر دیکھا اور اس کے
 رازوں سے واقف ہوتے
 ہوئے کان کھول بیٹھی۔
 نصیحتیں۔ غیور سے کا علوہ۔
 لے اے بی بی خال ان
 لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی
 شیخ کامل سے تھوڑی سی
 بات سیکھ کر کان جھانپتے
 ہیں۔ رزاق۔ مہر شیونہ
 صوفی یعنی ان کی سہار۔

نعمت از دنیا خورد عاقل نہ غم
 عقلمند دنیا میں نعمت کما چہ نہ کر غم
 چوں در افتد در گلو شاں خیل ام
 جب ان کے گمے میں جال کی رتی پہنچتی ہے
 مرغ اندر دام دانہ کے خورد
 پرند جال میں سے دانہ کب چکاتا ہے؟
 مرغ غافل یہ خورد دانہ ز دام
 غافل پرند جال میں سے دانہ چکاتا ہے
 باز مرغ غافل جبیر ہوش مند
 پھر باخبر ہوشمند پرندوں نے
 کاندرون دام و دانہ زہر مات
 کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں
 صاحب دام ابلہاں را سر بید
 جال والے نے بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا
 کہ از انہا گوشت می آید بکار
 کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے
 پیش کینیزک آمد از شکاف در
 تو باندی نے دروازے کی دھڑ سے
 گفت اے خاتون احمق نیچو پو
 اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! کیا تھا؟
 ظاہر شدیدی بر شاں ز تو نہاں
 تو نے اس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا رقبہ سے پوشیدہ
 کیر دیدی پیچو شہد و چون نصیص
 تو نے ذکر کو شہید اور علوہ جیسا دیکھا
 یا چو مستغرق شدی در عشق خر
 یا جب تو کہدے کہ عشق میں مہر ہوش ہو گئی
 ظاہر صنعت بیدری زا و استاد
 تو نے استاد کی کاہری کا بگری دیکھی
 لے باز راق گول بیوقوف
 بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے

جاہلاں محروم ماندہ در ندم
 جاہل، خداست سے محروم رہتے ہیں
 دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
 سب پر دانہ چکنا حرام ہو جاتا ہے
 دانہ چوں زہر مات در دام اچرد
 جال میں سے اگر دانہ چکے وہ زہر جیسا ہے
 پیچو اندر دام ذبیایں عوام
 جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے
 کردہ انداز دانہ خورد را خشک بند
 اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے
 کور آں مرغے کہ دستخ دانہ خواست
 وہ پرند امد حاکم جس نے جال میں سودا نہ چاہا
 و آں ظریفان را بہ مجلسہا کشید
 اور خوش ہو کر پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا
 و ز ظریفان بانگ نال زیر و زار
 اور خوش ہو کر پرندوں کی آواز اور نال تڑم اور گڑ
 دید خاتون را بمرزدہ زیر خسر
 بی بی کو گدے کے نیچے مرزدہ دیکھا
 گر تر از استاد خود نقشه نمود
 اگر استاد نے مجھے خود ایک نقش دکھا دیا
 اوستا ناگشتہ بکشادی دکان
 استاد نے بغیر تو نے دکان کھول دی
 آں کدو را چوں ندیدی کہ حریص
 اے حریص! تو نے کدو کیوں نہ دیکھا؟
 آں کدو پنہاں بماندت از نظر
 وہ کدو تیری نظر میں سے چھپا رہا
 اوستادی بر گرفتنی شاد شاد
 تو نے خوش خوشی اوستادی اختیار کر لی
 از رہ مرادان ندیدہ غیر صوف
 سوائے ان کے مرادوں کے راست میں نہ دیکھا

اے باشوغاں زانک اقرار
 بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنرے
 ہر یکے در کف عصا کہ موسیٰ م
 ہر ایک کے ہاتھ میں لاشی ہے کہیں موتی ہیں
 آہا زان رونے کے صدق صادق
 ہائے وہ دن کہ سبوں کی سچائی
 آخر از اُستاد باقی را پیرس
 آخر بق (ہنر) استاد سے پوچھے
 جملہ جستی بازماندی از ہمہ
 تو نے سب کو مٹولا سب سے محروم
 صورتے بشنیدی گشتی ترجاں
 تو نے تھوڑی سی بات سنی تہ جان بن گیا

از شہاں نامونہ جز گفت لاف
 انہوں نے شاہوں کو سوا بآںوں اور گئی کہ کچھ حاصل کیا
 می وند بر ابلہاں کہ عیسیٰ م
 بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں
 باز خواہاں تو سنگ اتحال
 امتحان کا پتھر تجھ سے طلب کرے گی
 کہ حرصیاں جملہ کو رانند و خرس
 کیوں کہ لابی مہ اندھے اور گم گئے ہیں
 صید گرگاں اندایں ابلہ رنہ
 یہ بیوقوف تھک، بیڑیوں کا شکار ہے
 بیخبر از گفت خودیوں طوطیاں
 طوطیوں کی طرح اپنی گفتو سے بے خبر ہے

۱۲ اے بابا۔ یہ مزد شیخ
 سوائے شئی تمہارے کے
 شیوخ سے کچھ حاصل نہ کرے
 اور اپنے آپ کو سنی دینی
 ظاہر کرتے ہیں جملہ جستی۔
 یا تو حریص مریدوں کو خلافت
 ہے یا مزد شیخ کو جو مرد و حق
 کو چھاننے کے چریں ہیں۔
 طوطیاں طوطی انسان کی
 بولی بولتی ہے کیسی افس کی
 سمجھتی نہیں ہے۔

شرح

ایک لونڈی نے غلبہ شہوت اور اسکی تکلیف کی زیادتی کے سبب
 اپنے اوپر گدھا ڈالا۔ اسکی پیشتر وہ اسکو جلع کا عادی کر چکی
 تھی۔ اور وہ گدھا آدمی کی سی جھپتی سیکھ گیا تھا۔ اس ہوشیار لونڈی کے پاس ایک
 کدو تھا۔ اسکو اُسنے گدھے کے عضو تناسل میں اندازہ کے لیے پہنا دیا تھا۔ یعنی اس
 بڑھیا نے اس کدو کو اسکی عضو مخصوص میں اسکی پہنایا تھا۔ تاکہ دخول کے وقت
 آدھا اندر جائے۔ سارا نہ جاسکے اسنے کہ وہ جانتی تھی کہ اگر تمام اندر چلا گیا تو رحم
 اور آنتوں سب کا ستیاناس ہو جائے گا۔ چونکہ وہ لونڈی اسکی ہمیشہ یہ کام
 لیا کرتی تھی اسنے وہ گدھا ڈبلا ہوتا جاتا تھا اور گدھے کے مالک بنی بی پریشان تھی
 اور سوچتی تھی کہ یہ گدھا اتنا ڈبلا کیوں ہو گیا۔ اسکی نعل بندوں کو بھی دکھلایا اور پوچھا
 کہ اسے کیا مرض ہے جو یہ یوں ڈبلا ہوتا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بیماری کا پتہ نہ چلا
 اور کسی نے اس کا راز نہ بتلایا۔

بالآخر وہ نہایت کوشش کے ساتھ اسکی تفتیش میں مصروف ہوئی اور تحقیق کے لئے پورے طور پر تیار ہوئی — آدمی کو چاہیے کہ جان سے کوشش کا غلام ہو جائے کیونکہ جو کوشش سے کسی شے کو طلب کرتا ہے وہ بالآخر اُسے پالیتا ہے۔ چنانچہ جب اُس بی بی نے پوری کوشش سے اپنے گدھے کے حال کی تفتیش کی تو بالآخر اُسے اس کا راز معلوم ہو گیا اور اسل دیکھا کہ لونڈی اسکی نیچے پڑی ہے اور جب کہ اُس نے اپنے گدھے کے حال کو تحقیق کیا تو اُس نے دیکھا کہ لونڈی نیچے ہے اور گدھا اوپر۔

اس حالت کو اس نے کوار کی درز سے دیکھا تھا — اس بڑھیا کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ گدھا لونڈی سے یوں جماع کر رہا ہے۔ جیسے مرد عورتوں کے ساتھ عقل اور قاعدہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ سین اُس کو رشک ہوا۔ اور اُس نے سوچا کہ جب ایسا ہو سکتا ہے تو میں اس کی زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے نیز گدھا بھی سدا ہایا ہوا اور سکھلایا ہوا ہے اسلئے کوئی دشواری ہی نہیں ہے۔

غرض کہ خوان رکھا ہوا ہے اور چراغ روشن ہے یعنی سامان سب موجود ہے پھر کہوں محروم رہوں۔ یہ خیال کر کے اسل اپنے کو ایسا بنایا جیسا کہ دیکھا ہی نہیں اور دروازہ پر پھنکی دی۔ اور کہا کہ اری باندی! آخر کب تک جھاڑو دیگی اب تک دے نہیں چکی — اور وہ جو یہ کہتی تھی کہ کب تک جھاڑو دیگی۔ میں آگئی اور دروازہ کھول! یہ محض واقعہ کو چھپانے کے لیے کہتی تھی ورنہ وہ جانتی ہی تھی کہ واقعہ کیا ہے غرض کہ وہ چُپ رہی اور لونڈی سے یہ واقعہ نہیں کہا اور اس راز کو اس نے اپنے طبع کے لیے چھپا لیا ادھر تو یہ ہوا ادھر لونڈی جب دیکھا کہ بی بی آگئی تو اس نے بد معاشی کا سارا سامان چھپا لیا اور دروازہ کھول دیا اور منہ بنایا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور ہونٹ نیچے لٹکایا اسل اسکو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں روزہ دار ہوں اور اسل ہاتھ میں ایک نرم جھاڑو تھی۔ جس اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں گدھے کے تھان کی صفائی کے لیے گھر میں جھاڑو دے

رہی تھی۔ پس جبکہ اسٹش ہاتھ میں جھاڑو لیے دروازہ کھولا تو بی بی نے پیچے سے کہا کہ اری استاد! تو نے بھی منہ بھی بنالیا اور ہاتھ میں جھاڑو لے لی۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ گدھے نے چارہ چھوڑ دیا ہے اور نافرمانت یافتہ اور غصہ میں بھرا ہوا ہے اور عضو تناسل کو ہلارہا ہے اور تیرے انتظار میں دروازہ کو تک رہا ہے۔ یہ اسٹش آہستہ ہی سے کہا اور لونڈی کو مطلع نہیں کیا۔ اور اسٹش ویسے ہی پیار و محبت کی باتیں کہیں جیسے بے قصوروں سے کرتے ہیں۔ اسٹش بعد کہا کہ اچھا سر پر ڈوپیٹہ ڈال لے۔ اور فلاں گھر میرا یہ پیغام لے جا۔ دلوں جا کر یوں کہنا ووں کہنا۔ ایسا کہنا ویسا کہنا۔

غرض اسٹش بہت لمبا پوڑا کام بنا دیا۔ میں نے عورتوں کے قصہ کو مختصر کر دیا ہے اور بقدر مقصود بیان کر دیا ہے تم اسٹش مغز لے لو۔ اور پوست کو چھوڑ دو۔ خیر! تو جب

اس پردہ نشین بڑھیا نے اُسے چلتا کر دیا۔ اور جبکہ تدبیر سے اسکو اس مکان سے نکال دیا تو اسٹش دروازہ بند کر لیا۔ اور خلوت سے خوش ہوئی۔ چونکہ وہ سستی شہوت سے خوش تھی اسلئے اسٹش دروازہ بند کر لیا اور یہ کہنے لگی اب مجھے خلوت مل گئی ہے اور اب میں شکر کا نفر لگاتی ہوں اور اب مجھے تمام عالم کی کچھ فکریں نہیں ہے خوشی سے اس عورت کی شہوت ہزار گونہ بڑھ گئی تھی اور گدھے کی شہوت کے سبب بے قرار تھی کیسی شہوت وہ شہوت جسٹش اسکو پاگل بنا دیا تھا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے ہی احمق تھی اور احمق کو پاگل بنالینا کون سی بڑی بات ہے۔ جس پر تعجب ہو پھر شہوت جیسی چیز کا کسی کو پاگل کر دینا تو اور بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ بلا کہ کہ دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے یہاں تک کہ بھیڑیا یوسف معلوم ہونے لگتا اور آگ نور معلوم ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو سرا سرا گ ہیں اور آگ ہی کو دھونڈ رہی ہیں۔ یعنی خواہش نفس اور شہوت میں گرفتار ہیں مگر ان کو کچھ نہیں دکھلائے دیتا۔ اور وہ اپنے کو سرا سرا نور سمجھتے یعنی اپنے کو اچھا جانتے ہیں

در سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔

اور عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں بجز اس بندہ خدا کے جس کو حق سبحانہ اپنے جذب سے راہ پر لوٹا لادیں اور اس کی حالت بدل دیں۔ یہاں تک کہ وہ جان لے کہ یہ آتش یعنی دوزخ میں پہنچانے والا خیال طریقت میں نہیں ہے اگر ہے تو محض عارضی جو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس خیال کو سلوک سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حالت اگر سالکین کو بمقتضائے بشریت پیش آتی ہے تو بہت جلد زائل ہو جاتی ہے۔

خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا۔ کہنا ہم کو یہ ہے کہ شہوت کا غلبہ بُری چیزوں کو اچھی ظاہر کرتا ہے اسلئے شہوت سے زیادہ موانع راہ خدا میں کوئی چیز خطرناک نہیں ہے اسلئے سینکڑوں نیک نامیوں کو بدنامیوں سے بدل دیا ہے اور لاکھوں عاقلوں کو متحیر کر دیا جبکہ اسلئے گدھے کو لونڈی اور بی بی کے لیے۔ ایسا مرغوب بنا دیا۔ جیسا کہ زلیخا کے لیے یوسف علیہ السلام۔ تو اب سمجھ سکتے ہو کہ جو حقیقت میں یوسف ہوگا اس کو کیا ظاہر کریگی۔ اور جبکہ اس کا منتر تمہارے لیے گوہ کو شہد بنا دیتا ہے۔ تو اب تم خیال کر سکتے ہو کہ۔۔۔ شہد کو کیا بنا دیگا۔

غرض کہ یہ نہایت ہی خطرناک شے ہے۔ اسلئے احتراز چاہیے۔ اب ہم اسکی تدبیر بتلاتے ہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے پس تم کو کم کھانا چاہیئے تاکہ مادہ منویہ کم پیدا ہو۔ اور شہوت کم ہو۔ لیکن اگر تم کسی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے۔ تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح کرو۔ اور اس طرح اسلئے شر سے بچو۔ کیونکہ جب تم کھاؤ گے تو اس سے مادہ منویہ پیدا ہوگا اور اسلئے شہوت کا غلبہ ہوگا اور وہ تمہیں عورت کی طرف مائل کرے گا کیونکہ آمدنی کے لئے خرچ کی ضرورت ہے ایسی صورت میں نکاح اس شیطانی شہوت کے لیے لاجول ولاقوۃ ہے پس تم نکاح کر لو۔ تاکہ یہ شیطان تم کو مصیبت میں نہ ڈال دے اور تم اس کی شر سے محفوظ رہو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر تم کو

کھانے کا شوق ہے خواہ بضرورت یا بلا ضرورت تو فوراً شادی کرو۔ ورنہ بلی آئے گی اور
دنبہ اڑا لے جائے گی۔ یعنی تمہارا کام خواب ہو جائے گا۔

دیکھو جو گدھا اُچھٹا کودتا ہو اس پر اس سے پیشتر ہی بھاری بوجھ لا دینا چاہیے
کہ وہ اُچھل کود کر بوجھ کو گرا دے۔ یوں ہی شہوت بھی نہایت خطرناک شے ہے اس کا پہلے ہی
انتظام کر لینا چاہیے۔ خواہ یوں کہ کھانا کم کیا جائے۔ یا یوں کہ شادی کر لی جائے لیکن
اگر شادی کا انتظام نہ ہو سکے تو شہوت کے پاس ہی نہ پھٹکنا چاہیے اور کھانا کم کرنا چاہیے
دیکھو! اگر تم آگ کا کام نہیں جانتے تو باوجود اس علم کے کہ میں آگ کا کام نہیں جانتا
اسکے پاس نہ پھٹکنا چاہیے کیونکہ اگر تم ہانڈی چولہے کا کام قاعدہ نہیں جانتے ہو اور پھر
ہانڈی چولہا کر دے گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگ کے شعلے نہ ہانڈی کو چھوڑیں گے نہ سالن
کو۔ بلکہ سب کو تباہ کر دیں گے۔ ہانڈی چولہے کے کام کے لیے ضرورت ہے کہ پانی پاس
موجود ہو اور علم و عقل بھی ہو تاکہ جس وقت آگ تیز ہو۔ اور ہانڈی ابلنے لگے فوراً پھینکا
دیکر جوش کو دبا دیا جائے اور ہانڈی کھد کھد پکتی رہے اور پک کر صحیح سالم
اُتر آئے۔ یوں ہی آتش شہوت کے لیے ضرورت ہے کہ اس کے جوش کو کم کرنے کا
سامان یعنی بیوی.... موجود ہو۔ تاکہ جموقت شہوت غلبہ کرے۔ فوراً جماعت سے اس کے
جوش کو کم کر دیا جائے۔ نیز اگر تم لوہاری کا پیشہ نہیں جانتے ہو۔ تو اگر تم ایسی حالت
میں آگ کے پاس جاؤ گے تو تمہاری ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے ایسی حالت میں
چاہیے کہ تم آگ سے الگ رہو۔ یہی حالت شہوت کی ہے کہ اگر تم اس کو قابو میں رکھنے
پر قادر نہیں ہو۔ تو اس سے الگ رہو۔

خیر! یہ مضمون ارشاد ہی تو ختم ہوا۔ اب سُنو کہ اس عورت نے دروازہ
بند کر لیا۔ اور خوشی خوشی گدھے کو جماعت کے لئے کھیچا۔ جس کا اس نے خمیازہ بھگتا
تفصیل اسکی یہ ہے کہ وہ اس کی رسی پکڑ کر گھر میں لائی۔ اور اس کے نیچے اسی کرسی پر

چیت لیٹ گئی۔ جس پر اس کی لڑائی کو لیٹے دیکھا تھا۔ تاکہ وہ بیوہ بھی اپنا مقصد حاصل کرے اور چیت لیٹ کر مانگیں اٹھا دیں۔ اس پر گدھے نے اس کے اندر دخول کر دیا۔ اس کا دخول کرنا تھا کہ اس کے اندر آگ لگ گئی۔ گدھے نے ذرا جھک کر خسیوں تک بی بی کے اندر آ کر دیا اور وہ بی بی فوراً مر گئی۔ گدھے کے عضو تناسل کے صدر سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور آنتیں الگ الگ ہو گئیں۔ کرسی الگ گئی عورت الگ گری۔

غرض کہ عورت نے دم ہی نہ لیا اور فوراً جان دیدی۔ گھر کا صحن خون سے لال ہو گیا عورت الٹی ہو گئی اور مر گئی۔ اور موت کی سختی اس کی جان لے گئی۔ غرض کہ بڑی رسوائی کی موت ہوئی۔ کیونکہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کوئی گدھے کے ذکر سے مرا ہو۔

اچھا بتلاؤ کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو گدھے کے ذکر سے شہید ہوا ہو۔ ہرگز نہیں۔ اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم اس عورت کی حالت سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ حق سبحانہ اپنے فرماؤں کو رسوائی کا عذاب ہے جس کی نہایت سخت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

رِيْحًا صَرَصَرًا فِيْ اَيَّامٍ مِّنْ حِسَابٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ہ پس تم ایسی شرمناک حالت میں جان نہ دو۔ یعنی معصیت سے بچو تاکہ تم ایسی شرمناک حالت میں جان دینے سے محفوظ رہو۔ دیکھو نفس شہوانی ایک گدھا ہے اس کے نیچے آ جانا اور اس کا مغلوب ہو جانا خیر معروف کے نیچے آنے سے زیادہ شرمناک بات ہے کیونکہ گدھے کے نیچے پڑنے میں عار کا منشا انسان کی شرافت اور گدھے کی خست و ذنات ہے اور خست و ذنات نفس میں گدھے سے زیادہ ہے کیونکہ گدھے کی خست اور ذنات کی جو وجہ بھی بتائی جائے گی وہ نفس میں بدرجہ اکل موجود ہوگی۔ پس نفس گدھے سے زیادہ اخس و اذول ہوگا اور اس کے نیچے پڑنا زیادہ موجب شرم ہوگا۔ پس اگر تم خودی کے سبب نفس کے لیے جان دیدو کہ مجھ کو

فی الحقیقت تم اس عورت کی مثل ہو۔

دیکھو! قیامت میں نفس کو گدھے کی صورت میں محسوس کیا جائے گا کیونکہ وہاں صورتیں خصائل کے موافق عطا کی جائیں گی اور نفس خصائل میں گدھے سے زیادہ ملتے ہیں اسلئے اس کا حشر گدھے کی صورت میں ہوگا۔ یہ معنی میں قیامت میں اظہارِ بواطن کے پس خدا کے لیے اور پھر خدا کے لیے اس گدھے کے مانند نفس بھاگو اور اس کے نیچے نہ آؤ اور اس مغلوب نہ ہو کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ نہایت شرم کی بات ہے اور عار ایسی برسی چیسز ہے کہ کفار نے عار کو نار پر ترجیح دی تھی۔

چنانچہ جب حق سبحانہ نے انکو آگ کی دھکی دی تو انہوں نے کہا کہ اختونا النار علی العار یعنی ہم ننگ کے مقابلہ میں آگ کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ عار سے بچنے کے لیے آتش دوزخ کو اختیار کرنا تمہاری غلطی۔ کیونکہ اسکی رسوائی تمام رسوائیوں سے بڑھی ہوئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ۔ بس یہ ننگ ہے بچنا۔ بلکہ چھوٹے ننگ سے بچکر بڑی کو اختیار کرنا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ آتش دوزخ یوں ہی تمام عاروں سے بڑھ کر جیسے وہ آتشِ شہوت جس اس عورت کا خاتمہ کر دیا۔ پس تم نفس کی ماتحتی کی عار اور آتش دوزخ کی رسوائی دونوں کو کیوں گوارا کرتے ہیں۔

اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ خاتون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص حرص سے کام لیا اور اپنے حرص کے سبب لقمہ اندازہ کے موافق نہ کھایا لہذا وہ لقمہ گلے میں اٹک گیا اور سبب مرگ بن گیا۔ اس کے بعد پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرصیں لوگو! تم بھی لقمہ اندازہ کے موافق کھاؤ۔ خواہ وہ لقمہ حلوا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی قضائے شہوات استغفلے لذات قانون شرعی کے موافق کرو۔ اور اس طرح نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ تم قرآن میں سورۃ حمل پڑھو اور اس میں دیکھو

کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں **وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ**۔ یعنی حق سبحانہ نے ترازو قائم کی ہے جو تم کو ایک شے کی صلاحیت اس کا اندازہ بتاتی ہے۔ تاکہ تم اندازہ میں حد نہ بڑھ جاؤ اور وہ میزان قانونِ شریعت ہے۔ پس تم اپنے حرص سے اس میزان کو نہ چھوڑو اور حرص سے کام نہ لو۔ کیونکہ حرص تمہاری دشمن اور گمراہ کنندہ ہے۔ حرص تو کل چاہتی ہے۔ مگر اسکی ہاتھ سے کل نکل جاتا ہے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا پس تم اسے چھوڑو۔ کیونکہ یہ اُمّ الزمائم اور اُس الخفینات ہے۔

اسکی بعد پھر اسل نصہ کی طرف غور کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں لوندی خاتون سے رخصت ہو۔ بیعتی اور بزبان حال کہہ ہی عقی کہ اے خاتون! تو نے غضب کیا کہ استاد کو زندہ کر دیا تو بدوں استاد کے کام کریگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حماقت سے جان کھودیگی۔ اے وہ خاتون جس نے مجھ سے علم ناتمام اڑا لیا ہے تجھے عار آئی۔ کہ اس پھندے کا حال مجھ سے تحقیق کرے۔ اچھا اس کا نتیجہ دیکھنا۔

یہاں سے پھر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جانور دانہ کے خرمن سے دانہ نہیں جُنتا۔ اُس وقت تک اسکی گلے میں رستی بھی نہیں پڑتی اسکی ہلاکت کا باعث اسکی بے احتیاطی ہوتی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ تم غذا کو چھوڑو

اور اس قدر اصلاح جسم کی فکر نہ کرو۔ یہ مانا کہ قرآن میں حکم کھلو موجود ہے مگر اس میں **لَا تَسْرِفُوا** بھی ہے جسکی معنی یہ ہیں کہ اندازہ کو ملحوظ رکھو اور حد سے نہ بڑھو اور احتیاط کو مدنظر رکھو اور بے احتیاطی نہ کرو۔ تاکہ تم دانہ بھی کھا لو۔ اور جال میں بھی نہ پھنسو۔ یعنی تم کو غذا بھی مل جائے اور تم اسکی مضرت سے بھی محفوظ رہو۔ اور یہ بات دو چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہے اول علم مضار دوم قناعت؛ پس اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تم کو ان دونوں کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

دیکھو جو عاقل ہیں وہ دنیا میں نعمتیں کھاتے ہیں۔ مگر غم نہیں کھاتے یعنی چونکہ قانع

ہوتے ہیں اسلئے جو کچھ ان کو بل جاتا ہے بشرطیکہ اس میں مضرت نہ ہو۔ اسکو کھاتے ہیں اور اشیاء مضرت کی حرص نہیں کرتے۔ اس طرح وہ نعمائے البتہ سے متمتع ہوتے ہیں اور کوئی مضرت دینی انکو لاحق نہیں ہوتی۔ — برخلاف امحقول کے کہ وہ حرص ہیں اور مضرت اور غیر مضرت میں تمیز نہیں کرتے۔ اسلئے جو کچھ ملتا ہے کھاتے ہیں اور اس طرح آخری نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور کچھ ملتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ سب گھلے میں پسندنا پڑنے والا تھا تو ان پر سرام تھا کہ وہ دانہ کھاتے — دیکھو عاقل جانور جال میں سے دانہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اس دانہ کو کھالے گا تو وہ اسکے حق میں نہ ہر ہو جائے گا یعنی اسکی جان لے لیگا۔ ہاں جو جانور غافل ہوتا ہے وہ جال میں سے دانہ کھالیتا ہے جس طرح کہ دام دنیا میں سے عوام غذائیں کھاتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

ہاں! جو لوگ عاقل جانوروں کے مشابہ ہیں یعنی اہل اللہ انہوں نے اپنے کو دام دنیا سے جانہ کھانے کو بالکل رد کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دام دنیا اور اس کی غذاؤں میں بہت سے زہرے ہوئے ہیں جو کہ حیات روحانی کو سلب کر نیوالے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہایت ہی اندھے ہیں وہ جانور جو جال میں سے دانہ کھانا چاہیں۔ کیونکہ وہ ذرا سی قوت کے بے جان دنیا گوارا کرتے ہیں جس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ بھی لذات فانیہ دنیویہ کے لئے موت روحانیہ کو گوارا کرتے ہیں اور نعمائے آخریہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا۔ قبول کرتے ہیں۔ ایک فلاحی جانور اور زیرک جانوروں کے درمیان یہ تھا کہ جو بیان کیا گیا کہ عاقل جانور محتاط ہوتے ہیں اور احمق بے احتیاط۔ اب دوسرا فرق سمجھو۔ شکاری جب شکار کرتا ہے تو اسکی جال میں جس طرح احمق جانور پھنستے ہیں۔ یوں ہی کبھی کبھی بقضائی الہی عاقل جانور بھی پھنس جاتے ہیں پس شکاری اُن کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کہ احمقوں کا تو سر کاٹا ہے اور عاقلوں کو اپنی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی مجلس کو ان سے رشتہ

دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ احمقوں کا گوشت کام آتا ہے اور عاقلوں کی آواز اور ان کا نالہ اور خوشی و غم مطلوب ہے جیسے بیل مینا وغیرہ — یوں ہی حق سبحانہ بھی لوگوں کے ساتھ مختلف برتاؤ کرتے ہیں اور جو لوگ حماقت سے دنیا میں گرفتار ہوتے ہیں انکو مقہور کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عقل معاد رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس جال میں پھنسے سے حراز کرتے ہیں اور بائیں ہمہ کبھی بقضائے الہی اس میں پھنس جاتے ہیں تو ان کے جرم کو معاف فرماتے ہیں اور انکو اپنے تقرب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خیں یہ ارشادی مضمون تو ختم ہوا۔ اب اصل قصہ سنو! الغرض وہ لونڈی اس کام سے واپس آئی اور شگاف در سے جھانک کر دیکھا کہ خاتون گدھے کے نیچے مری پڑی ہے یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ اے احمق بی بی! یہ کیا حرکت تھی اگر استاد نے تجھے ایک صورت دکھائی تھی تو تو نے صرف اس کا ظاہر دیکھا تھا۔ مگر اس کا راز تجھ سے مخفی تھا لیکن تو نے سمجھ لیا کہ بس یہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سمجھ کر بدوں استاد بنے تو نے دوکان کھولی۔ تو نے گدھے کے شہد اور حلوی کی مانند خریدار ذکر کو تو دیکھا اس کدو کو کیوں نہ دیکھا جس تیری جان بچی رہتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کے عشق میں تیری حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کوئی استغراق میں ہو۔ اس لئے وہ کدو تیری نظر سے مخفی ہو گیا۔ افسوس! کہ تو نے استاد کی ظاہری فعل دیکھ لیا اور خوش خوش استاد بن بیٹھی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔

یہاں سے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت دھوکا باز اور احمق لوگ ہیں۔ جنہوں نے اہل اللہ کے طریق سے سوائے اُوئی لباس کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ذرا سا فن سیکھ کر دلیر بن گئے ہیں اور اہل اللہ سے انہوں نے صرف باتیں بنانا اور دعویٰ کزنا سیکھا ہے اور کچھ نہیں سیکھا یہ تو ان کی حالت ہے اس پر طریق ان کا یہ ہے کہ ہر ایک ہاتھ میں لٹھی لئے ہوئے موسیٰ ہونے

کا مدعی ہے اور احمقوں پر منتر پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں خیر اور اجل سازو!
یہاں جو چاہو کر لو۔ لیکن اُس روز تمہیں حقیقت معلوم ہوگی جس روز امتحان کی کسوٹی تم
سے سچوں کی سی سچائی کی طالب ہوگی اور کہے گی کہ تم اہل اللہ اور شیخ ہونے کے مدعی تھے
اب تم دکھلاؤ کہ تم میں ان کی سی سچائی کہاں ہے۔

ارے احمقو! کیوں فریب کرتے ہو۔ جس قدر تم نے اہل اللہ سے حاصل کیا ہے وہ
تو حاصل ہو ہی گیا جو رہ گیا ہے وہ بھی حاصل کر لو۔ اور اصلی شیخ بن جاؤ۔ تم حرص جانا نہ کرو۔
کیونکہ جتنے جریس ہیں سب اندھے اور گونگے ہیں نہ ان کو حق دکھائی دیتا ہے اور نہ حق ان کی
زبان سے نکلتا ہے۔ دیکھو اگر کل جاہ طلب کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی نہ ملے گا
کیونکہ جریس لوگ جو کہ بمنزلہ بکریوں کے گھلے کے ہیں شیاطین کا شکار ہیں جو کہ ان کے لیے بمنزلہ
بھیرلوں کے ہیں۔ اور وہ شیاطین انکو ہلاک کر دیتے ہیں پھر بس جبکہ وہ حرص کے
سبب وہ خود ہی برباد ہو جاتے ہیں تو انکو کیا حاصل ہو سکتا ہے لہذا ہمارا یہ کہنا صحیح
ہے کہ جملہ جُستی باز ماندی از ہم سہ۔ اے تو نے اہل اللہ کے کلام کی صورت یعنی اس کے
الفاظ سن لیے اور تو نقال بن گیا۔ حالانکہ تجھے طوطیوں کی طرح یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا
کہتا ہوں۔



٩٩

پس ز جنس خویش آموزد سخن

تو وہ آدمی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتا ہے

از پس آئینہ می آموزد خش

وہ آئینہ کے چھپے سے اُس کو سکھا دیتا ہے

گفت را آموخت زان مرد پنهان

اُس پنهان انسان سے اُس نے بات سیکھ لی

از بشر گرفت منطق یک بیک

اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی

پیمچاں در آئینہ جسم ولی

اسی مسدود دل کے جسم کے آئینہ میں

از پس آئینہ عقل گل را

آئینہ کے چھپے سے عقل گل کو

اوگماں دارد که میگوید بشر

وہ غمناک کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے

حرف آموزد و لے برتر قدیم

وہ حرف سیکھ جاتا ہے سیکھ قدیم راز

ہستم صغیر مرغ آموزند خلق

لوگ پرندوں کی بول سیکھ پیتے ہیں

لیک از معنی مُرفاں نیخبر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں

حرف درویشاں بے آموختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں

یا بجز آں حرف شاں دوزی مژدو

یا تو ان کا مقصد حرف کے سوا کچھ نہیں ہے

نیخبر از مکر آں گزگت کہن

اس پرانے پیڑھے کی تدبیر سے بے خبر ہے

ورنہ ناموزد جز از جنس خویش

ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

لیک از معنی و برترش بے خبر

لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر جز ایں چہ داند طوطیک

انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانتے

خویش را بیند مرید متملی

(غالی سے) پُر مزہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے

کے بدیند وقت گفت ماجرا

کب دیکھ سکتا ہے گفتگو اور قصہ کے وقت

واں دگر برترست اوزاں نیخبر

وہ دوسرا پرستیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

می نداد طوطیت او یا ندیکم

نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانے والا) طوطی کی باتیں کر

کایں سخن اندر دہاں قناد خلق

کیونکہ یہ بول ان کے کھواد خلق میں آجاتی ہے

جز سلیمان نبی خوش نظر

سوائے حضرت سلیمان نبی کے جن کی کچھ خوب تھی

منبر و محفل بڈاں افر وختند

اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھاتی ہے

یا در آخر رحمت آدرہ نمود

یا انعام کار اللہ کی رحمت اگر بنائی کر دیتی ہے

لے جتناں اولی مرید اور متقی

جتناں سے کوشش اور زہد کی ہم جنس

ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور استاد

عقل گل از قشائی کو نہیں دیکھتا

ہے جو اصل میں پتھر ہے۔

لکھ آو مرید اور متقی جتناں سے کوشش

اور کی کہ رہا ہے اس راز سے وہ

بے خبر جتناں ہے کہ در اول میں سے

اللہ قشائی کہو رہا ہے جوت کی

کی بات میں لینا ہے جن میں اسلام

نہیں پڑا ہے کہ ساروں نے اللہ ہی ہے

جو کبزلہ طوطی کے من سے کہے اللہ تعالیٰ

ہے جو بجز اُس سامنے کے ہے جو

آئینہ کے چھپے سے بولتا ہے۔

لکھ ہم صغیر انسان پرندوں کی

بولی بولی سیکھتا ہے جس میں بول

کے معنی جو پرند مراد دیتے ہیں ان کا

لازم ہوتا ہے جوت درویشاں اسی

طرح بہت سے انسان کا پسین کی

آندہ نے لکھے ہیں یا بجز یہ غلطی کی

نفاذی رہی ہے اور کچھ غلطیت

یک رہنا ہی بھی کرتی ہے۔

لکھ صاحب نے ایک

بزرگ تنہائی میں پتھر کا کھس

کر رہے تھے انھوں نے خواب

میں دیکھا کہ ایک حادثہ

ہے اور اُس کے ساتھ میں

پہنچے ہوئے کہ ہے میں جن

ت میں کو توبہ جوا اور

سوچنے لگے کہ یہ میں جن

کے ہونے میں کیا حکمت

نے فرمایا کہ یہ کس نکت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اُسے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرمادے
خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور تانا کر بیٹ کے اندر ان لکھے کے بچوں کا ہر کھانا دانی پر ان کی ہفت زنی
کی مثال ہے جس سے نہ خدا ان کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ اور ہوں کر

شرح

اوپر چونکہ مولانا نے مقلد نقال کو طوطی سے تشبیہ دی تھی اسلئے اب طوطی کی حالت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ طوطی آئینہ کے اندر اپنے عکس کو اپنی طرف متوجہ دیکھتی ہے اور آئینہ کے پیچھے استاد اور معلم چھپا ہوا تھا اور وہ ادیب خوش کلام آئینہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے یہ طوطی سمجھتی ہے کہ یہ آہستہ گفتگو اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ میں ہے اسلئے وہ اپنی جنس سے گفتگو سیکھ لیتی ہے اور اس معلم کی تدبیر سے ناواقف ہوتی ہے۔ وہ استاد اسکو آئینہ کے پیچھے بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے ورنہ وہ اسکو تعلیم حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اسکو صرف اس کا ہمجنس ہی تعلیم دے سکتا ہے یہ راز ہے آئینہ کو اسکو سنانے رکھنے اور خود اسکو پیچھے بیٹھنے کا۔ خیر اس طرح وہ طوطی اس استاد کا مل سے بولنا سیکھ لیتی ہے مگر اس گفتگو کے معنی اور حقیقت سے واقف نہیں ہوتی۔ وہ طوطی آدمی کی ایک ایک بولی سیکھ لیتی ہے مگر اسکو آدمی کا اس سے زیادہ علم نہیں ہوتا۔ پس سے سی حالت اس مقلد نقال کی بھی کہ جس طرح طوطی آئینہ میں اپنا عکس دیکھتی ہے اور اپنے زعم میں اسکو تعلیم حاصل کرتی ہے یوں ہی وہ خودی سے پر مرید آئینہ جسم شیخ میں اپنے کو دیکھتا ہے — یعنی وہ بزعم خود معلم کو اپنا ہم جنس سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ اور وقت تعلیم وہ عقل کل یعنی حق سبحانہ کو جو حقیقہ معلم میں اس آئینہ کے پیچھے نہیں دیکھ سکتا۔ اسلئے وہ سمجھتا ہے کہ آدمی بول رہا ہے۔ حالانکہ دوسرا جو اصل میں معلم ہے اس سے معنی ہوتا ہے اور اسکو اس کی خبر نہیں ہوتی اور وہ گفتگو سیکھ لیتا ہے مگر وہ حق سبحانہ کو جو کہ اس پر وہ میں اس کو تعلیم دیتے ہیں نہیں سمجھتا اور وہ نہیں جانتا کہ معلم میرا ہم جنس ہے جو محسوس کیا دوسرا جو اسکو سمجھتا اور مخفی ہے۔

غرض کہ وہ شیخ کو بھی اپنا ہی سمجھتا ہے اور اسکے نزدیک اس کا کمال صرف وہ الفاظ ہی ہوتے ہیں۔ جس کو وہ سیکھتا ہے۔ اس تشبیہ کی تفصیل تو ختم ہوئی — اب دہری

تشبیہ سنا، مقلد نقال کی ایسی مثال ہے جیسے وہ لوگ جو جانوروں کی بولی سیکھ لیتے ہیں۔ سو آدمی جانوروں کی بولی تو سیکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایک بات ہوتی ہے جو اس کی زبان اور حلق میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کے سیکھ لینے میں کوئی دشواری نہیں لیکن وہ لوگ جانوروں کے مقصود اور اس کی باطنی حالت کا واقف ہوتی ہے بجز سیلمان علیہ السلام کے کہ وہ باطن مرغان کو بھی جانتے ہیں یوں ہی بہت سے لوگ اہل اللہ سے گفتگو سیکھ لیتے ہیں اور اس کی محبت اور محفل کو رونق دیتے ہیں مگر اہل اللہ کے باطن کی انکو خبر نہیں ہوتی بجز اہل کمال کے۔ اس حالت میں ان کا انجام یا تو یہ ہوتا ہے کہ صرف تعالیٰ ہی میں مرجاتے ہیں اور بجز الفاظ کے ان کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔ یا آخر برکت نقل رحمت الہی ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ قال ان کا حال ہو جاتا ہے [فائدہ: اس معلوم ہوا کہ خود نقل صلحا بھی مفید ہے لیکن اگر نیت صحیح ہو تو اس کے فائدہ کی توقع اغلب ہے ورنہ صرف محفل واللہ اعلم]

صاحب دلے درجہ خواب دید کہ سنگے حاملہ در شکم آن بچکان
 ایک صاحب دل نے پلڑے میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ ہے اس کے پیٹ
 بانگ میکر دند در تعجب ماند کہ حکمت بانگ سنگ پاسبانی
 میں بچے ہو کر رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ نئے کے بچے کا فائدہ کبھی پاسبانی ہے
 ست بانگ در اندرون شکم مادر بے پاسبانی ست و نیز
 اور ان کے پیٹ میں ہو کر کھائیں گے نئے نہیں ہے اور آواز دہ جائے اور
 بانگ جہت یاری خواستن شیر خواستن باشد وغیرہ در شکم
 در وہ آگے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ان کے پیٹ میں ان میں سے کوئی
 مادر بیکدام از نہایت چوں خوش آمد بکفرت حق مناجا
 بھی (مقصود) جیسی ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی
 کرد و ما تعلم تا ویدلہ إلا اللہ جواب آکر کہ اس صورت
 اور بجز اللہ کے کسی کا علم کوئی نہیں جانتا ہے۔ جواب آیا کہ یہی صریح

اللہ تعالیٰ ہی ہے نئے خلقت
 اور پاسبانی کے لئے ہر نئے
 میں ان کے پیٹ میں ہو گئے
 سے فائدہ نہیں ہے نہ نئے
 کے رونے میں وہ کے لئے یا
 اور وہ کے لئے فائدہ ہوتی ہے
 وہ جیسا نہیں ہے نئے

حال قومی ست کہ از حجاب بیرون نیامده و چشم دل باز نشده
 اس قوم کی ہے جو درے سے نہیں نکلتی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلتی ہے
 و دعوائی بصیرت کنند و مقالات گویند از ان زایشان را
 اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتے ہیں اور تقریریں کرتے ہیں جن سے نہ اس کو
 قوت یاری و نہ مستمعان را ہدایت و نہ رشد میرسد
 کہ قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ نئے دلوں کو کوئی ہدایت اور نہ نئی سمت ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلے
ایک شخص نے ہند میں خواب میں دیکھ
ناگہاں آواز سنگ پچکاں شغبد
اُس نے ہانک کئے کہ ہوں کوہ دکن سنا
پس عجب آمد و رازاں بانگہا
اُسی کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا

در رہے مادہ سگے بد حالہ
راستہ میں ایک مادو گتہا تھی
سنگ پچو اندر شکم بند نا پدید
کتنے کے لئے بیت میں بچے ہوئے تھے
سنگ پچو اندر شکم چوں کو دیدا
کتنے کے لئے بیٹھ میں کیوں بوجھے ؟

سگ بچہ اندر شکم تالا کُناں
کُتے کچھ تو کُناں (کے) بیٹ کے اندر ملے تھے
چوچن بخت از واقعہ اندر مخیش

یہ سچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کس نے دہیا میں ع دیکھ ہے،
حیرت اودمدم میکشت میش

جب وہ خواب بیدار ہوا، ہوش میں آیا
درجہ کس نے کر گرد عقدہ محل
پہلو میں کوئی نہیں تھا، گرفتہ ہوا ہو

اس کی جت لہو لہو، بڑھ رہی تھی
جُن کہ درگاہِ خدایِ عزوجل
سوائے خدا سے، توہل کے درگاہ کے

گفت یارب زیرِ شمعان گفتگو
ہم نے کمانے اٹھائے اس افسانہ اور گنگو کی وجہ سے
ترمس، ایک اہم ترین شاعر
در چلہ و ماندہ ام از ذکرِ تو
چلے میں ہے تاکہ سے قاضی ہو
وہ افسانہ کی کہ مرصعہ شاعر

آمدش آوازِ ایتف در زماں
کاسِ مشالے داں زلافِ جاہلاں

کمز حجاب اور پردہ بیروں نامدہ
آکھیں بند کچے ہونے بکھاس کرے جیہیں

بائیک رنگ اندکسٹم باشدیاں
 نئے کاپٹ میں جو کسٹ بیکار ہے
 لے شکار ابلیر وے شب پابلا
 زخماں نکالے دا ہے اور دات کا محافظہ
 دُزدا بدہ کہ منع اُو شورو
 گُرت نادیہ کہ دفع اُو بُور

۱۵۔ قید۔ جڈ کشی جڑھائی
ہیں ہوتی ہے۔ آبگما۔ یعنی
نئے کے بیوں کی اے کے
بیٹ ہیں سے ہونے کے تویز
۱۶۔ تار کاں۔ رہنے۔ جمنے
واقعہ۔ یعنی خواب۔ قصہ۔ مل۔
یعنی گرہ کھل جائے۔ مسافر
مل ہو جائے۔ گفت۔ بات
صاحب دل نے خدا سے
عن کیا میں اس بندیں تیر
باد سے غافل ہو رہا ہوں۔

ملکہ حفصہؓ نہیں آواز نکالتیں۔
 کھڑے کے چہرے کا پیٹ میں
 بھونکتا جاہلوں کی لافانی
 کی مثال ہے۔ تاہم کئے
 کے چہرے کا پیٹ میں بھونکتا
 بیگانہ ہے۔ تو ارمی سے
 بھی خائف ہے کہ کوئی شکار
 بھاری میں سے اچھڑ جائے
 اور شکاری اس کا شکار کرے
 نہ چر کر مرنے کے لئے ہے۔

از تجویسی وز ہوائے سوری
 جس اور سرداروں کی خواہش کی وجہ سے
 از ہوائے مشتری و گرم دار
 جس اور سرداروں کی خواہش کی وجہ سے
 ماد نادیدہ نشا نہا میدید
 چاند بود بچہ بغیر نشانیاں ۳۲۴
 از برائے مشتری در وصف ما
 چاند کی مفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے
 مشتری نادیدہ گوید صد نشان
 خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتائے
 مشتری کو سود دار و خود کمیت
 جس خریدار میں نادر ہے وہ صرف ایک ہے
 از ہوائے مشتری بے شکوہ
 بے حقیقت خریدار کی خواہش میں
 مشتری ماست اللہ اشتري
 ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید دیا ہے
 مشتری جو کہ جویان تو است
 اس خریدار کو تلاش کر جیو جویاں ہے
 ہیں کش ہر مشتری را تو بدست
 خریدار! ہر خریدار کو تو بدست سے نہ کیجیے
 زوینابی سود مایہ گر خسرد
 اگر وہ جو بھی کہ خریدے گا تو جس نادر میں نہ کیجیے
 نیست اورا خود بہالے نیم فعل
 خود اسکی قیمت آدمے نسل کی نہیں ہے
 حرص کورت کرد و محرومیت گند
 لالچ نے چم اٹھا کر دیا اور محروم کرے گا
 ہچمناس کا صاحب میں قوم لوط
 جس طرح اصحاب میں اور لوط کی قوم کو

در نظر گند و ملافیدن جری
 نظر میں گند ہے اور یکساں کرنے میں جری ہو
 بے بصیرت پانہادہ در خسار
 بغیر بصیرت کے یکساں میں قدم رکھے ہوئے ہے
 روشنائی را بڈال کثری نہند
 اس کے لئے روشنائی کو بغیر عمارت سے
 صد نشان نادیدہ گوید بہر جا
 مرتبہ کا بغیر دیکھے سنے سیکڑوں نشانیاں بتائے
 ترا خاید و دغ نوشد کف زنا
 یکساں کرتا ہے تا لیاں بھارتے جسے چاہے پتا ہو
 یک ایشان را در ایست و نیست
 تین ہی کہ اس میں شک و شبہ ہے
 مشتری را بادا ندایں گروہ
 اس جماعت نے غم بردار کو گھوڑ دیا ہے
 از غم ہر مشتری ہیں برتر آ
 ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ
 عالم آغاز و پایان تو است
 تیرے آغاز اور انجام کا جاکار ہے
 عشق بازی باد و مشوق بدست
 وہ مشوق سے مشق بازی بڑی ہے
 نبودش خود قیمت عقل خرد
 اس کے پاس نہ تھی عقل اللہ کہ کی قیمت ہی نہیں
 تو برو عرضہ کنی یا قوت و فعل
 تو اس کی یا قوت اور فعل دکھا رہا ہے
 دیو بچوں خویش مر جو مست گند
 شیطان نے بچے اپنی طرح مستگار بنادے
 کردشال مر جویم چوں خود آں سخط
 اس منصف نے اپنی طرح مستگار بنادیا

لے آجریسی جانی شکی
 لالچ اور سرداری کی خواہش
 میں بہ حالت ہولی ہے کہ اس
 کی نظر کو گند ہو جاتا ہے اور
 وہ پیشی بھگائے میں جری ہو
 ہا کہ ہے گرفتار دوست
 نشانیاں کو اس آواز یعنی ذات
 حق کے شاہد کے بغیر اس
 کی سیکڑوں نشانیاں بیان
 کرتا ہے اور اپنے خیالی
 عمارتوں کی کتاب سے کثرت
 وہ خریدار کو بغیر عمارت کو بھی
 شروع کر دیتا ہے وہ
 مستی طار کرنے لگتا
 وہ خریدار کو بھی لگ دیتا
 مستی طار کرتا ہے
 مشتری کو ایک مومن
 ہر خریدار و اصل اللہ تعالیٰ ہے
 قرآن ایک ہی ہے یا اللہ
 مشتری میں اللہ جہتیں
 اللہ تعالیٰ نے
 مومنوں سے ہی کہ جانی
 خرید دیا ہے اقرع ہند
 ایک مومن کو کسی اور خریدار
 کی تکمیل نہ پڑا جانی
 اللہ تعالیٰ ہر خریدار
 کو تیرے کام آتا ہے نہ کر جاتا
 ہے
 اللہ بدست دشر
 ہم خدا ہی وہم نہیں ہوتا
 میں خیانت حالت جنوں
 لگا اگر خدا کے علاوہ کوئی
 خریدار ہے تو اس سے
 مجھے کوئی نادر نہ ہو گا
 خریدار کے پاس مجھے خریدنے
 کی قیمت کہاں ہے قیمت
 وہ خود رو کر ہی کہے اس
 پر اپنی عقل و غور کے صلہ
 یا قوت کو پیش کرنا نادانی
 ہے

۱۵ حصہ۔ لاج انسان کو
اندھا کر دیتا ہے۔ مرقوم۔
سنگار۔ آسمان میں۔ اہل
کافر جس نے خازن کو
دھانے کے لئے خزانہ کی کٹی۔
خزانہ منقلب میں خزانہ۔
تاکہ جہنم اخذ تانے سے
روگردانی کرتا ہے وہ بڑا
پرندہ ہے اور تباہ جو
جاتا ہے۔

مشتی را صابراں دریاقتند
ما بر لوگوں نے غصہ پداریا ہے
واں کہ گردانید روزاں مشتري
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا
ماند حسرت بر خریصاں تا ابد
لاچپوں کو ہمیشہ حسرت رہی
چوں سوي ہر مشتري نشاقتند
کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دیکھتا
نحت و اقبال و بقا نوشد بیری
نصیر اور اقبال اور بقا اس سے کار کش ہو گئے
ہمچو حال اہل ضر و اں در حسد
جس طرح حسد میں ضر و اں والوں کا حال

شرح

یہاں سے مولانا تعالٰیٰ مقلد کی تیسری تمثیل بیان فرماتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چلہ کشی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک
کاؤں میں ایک گتیا حاملہ ہے اور اس کے بچے اُس کے پیٹ میں بول رہے ہیں اس شخص
نے خواب میں یکایک اس کی آواز سنی حالانکہ وہ پردہ شکم میں ستور تھے اُن کی آواز میں سنکر
اُس کو تعجب ہوا اور اس شخص نے بچوں کے اندر بولنا کیوں شروع کیا اس کا کیا سبب ہے
بچوں کو گتیا کے پیٹ میں بولتے تو دنیا بھر میں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیا بات ہے
جب وہ بیدار ہوا اس کی حیرت و مبہم بڑھنے لگی۔ چلہ میں بچہ خدا کے عروج کے کوئی
شخص نہ تھا۔ جس یہ عقدہ حل ہو جائے اس لئے اس شخص حق سبحانہ کی جناب میں التجا کی اور کہا
کہ اے اللہ! اس بول چال کے متعلق جو مجھے اشکال ہے اس میں چلہ میں تیری یاد سے رک
گیا ہوں۔ کیونکہ میری طبیعت میں الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں اس اشکال میں مصروف اور
مشغول ہو گیا ہوں پس تو میرے پر کھول دے اور اس عقدہ کو حل کر دے تاکہ میں اُڑوں
اور تیری یاد کے باغ اور سیستان میں جاؤں یعنی تیری یاد میں مشغول ہوں۔ جب اس نے
یہ دعا کی تو مانتف غیبی نے آواز دی اور کہا کہ یہ ان جاہلوں کی حالت کی تمثیل ہے جو جواب اور
پردہ ناسوت سے ہنوز نہیں نکلے اور آنکھ بند کئے بے ہودہ لفاظی کرنے اور حقائق
معارف بگھارنے کیونکہ کتے کی آواز پیٹ کے اندر محض فضول ہوتی ہے نہ تو وہ شکار کو

نکلے ہیں اور نہ رات کو پاس بانی کا کام کرتے ہیں نہ اس بھونکنے والے بھیرا بھی کو دیکھا ہے
 کہ اس کی آواز سے بھیر یا جھاگ جلے اور نہ اسٹل چور کو دیکھا ہے کہ اسکو چوری سے
 روک دے۔ غرض کہ اس کی آواز بالکل بے کار ہوتی ہے یونہی یہ لوگ بھی ہیں کہ
 حرص اور خواہش سرداری کے سبب بدوں بصیرت کے ڈینگیں مارنے پر جرات کرتے
 ہیں۔ اور خریداروں اور معتقدوں کی خواہش میں بدوں بصیرت کے لٹو گئی ہیں مصرف
 ہیں۔ انہوں نے چاند نہیں دیکھا مگر اسکی علامات بیان کرتے ہیں اور اس سبب سے
 روشنی کی حقیقت غلط سلط بیان کرتے ہیں۔

یہ لوگ حسد یاروں کے لیے چاند کی سینکڑوں علامات بیان کرتے ہیں۔ اور مقصود
 یہ ہے کہ لوگ ہم کو عارف سمجھیں اور ہماری قدر کریں ان لوگوں نے ستارہ مشتری کو تو
 دیکھا نہیں۔ مگر وہ اسکی سینکڑوں علامتیں بیان کرتے ہیں اور فضول بکواس ہانکتے
 ہیں اور تالیاں بجاتے ہوئے یا منہ میں جھاگ لائے ہوئے چھا چھ لے رہے ہیں تاکہ لوگ
 سمجھیں کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں یعنی لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور باوجودیکہ وہ عارف
 نہیں ہیں۔ مگر اپنی گفتگو سے اپنے کو عارف ثابت کر رہے ہیں۔ ارے کم بختو! کس دھوکے
 میں پڑے ہوئے ہو۔ ہم نے مانا کہ تم نے خریدار پیدا کر لیے اور لوگوں کو دھوکا دے لیا لیکن
 کیا نتیجہ۔۔۔ یاد دکھو! کہ جو خریدار فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ صرف دمہ لا شریک ہے
 لیکن کیا کیجئے ان کو اس کا یقین نہیں یہ اوروں کو نافع سمجھتے ہیں بلکہ صرف۔۔۔ انہی کو
 نافع سمجھتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ان بے وقعت خریداروں کی خاطر اصلی خریدار کو
 ہاتھ سے کھو دیا۔ ارے نادانو! سمجھو کہ ہمارے خریدار تو حق سبحانہ ہیں جو کہتے ہیں
 اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةُ ط
 پس تم ان کے سوا ہر خریدار کی فکر چھوڑو اور اس خریدار کو تلاش کرو جو تمہارا طالب
 ہے اور تمہاری ابتداء اور انتہاء سے واقف ہے اور تم ہر خریدار کو قبضہ میں نہ لاؤ کیونکہ

معتوق اور سلاوب صرف ایک ہوا پاتے۔ محبت دوسے بھی بڑی ہے چہ جائیکہ تنہا
 دیکھو! اگر غیر اس نے تمہارے کمال کو خرید بھی لیا اور اس کی قدر بھی کی۔ تو اس
 ہم کو نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس عقل کی قیمت کہاں ہے۔ عقل تو بڑی
 چیز ہے اس کے پاس تو ادھ جوتے کی بھی قیمت نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی اس
 پاس ہے وہ تو اس کے پاس عاریت ہے۔ اصل مالک تو اسکے حق سبحانہ ہی ہیں پھر تو ایسے شخص
 کے سامنے یا قوت اور لعل (کلمات) پیش کرتا ہے۔ حق سبحانہ کے پاس کیوں نہیں پہنچا
 جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے اور وہ تیرے مال سے زیادہ قیمت دینے کو تیار ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تجھے حرص نے اندھا کر رکھا ہے کہ تجھے نفع نقصان نہیں سمجھنے
 دیتی۔ اور یہ حرص ہی تجھے محروم کر رہی ہے اور شیطان نے تجھے اپنی طرح مردود کر رکھا
 جس طرح کہ اس غصہ والے اصحابِ فیل اور قومِ لوط وغیرہ کو اپنی طرح مردود بنا دیا
 پس تو حرص اور شیطان کو چھوڑ اور صبر اختیار کر۔ کیونکہ جن لوگوں نے صبر کیا ہے
 تو جبکہ انہوں نے صرف اسی کو مطمح نظر بنالیا ہے اور ہر شے کی طرف دوردھوپ
 نہیں کی ہے اُس وقت انہوں نے اصل خریدار کو پالیا ہے۔ اور جس شخص نے
 اس مشتری حقیقی کو چھوڑا ہے وہ سراسر ٹوٹے میں رہا ہے۔ سخت اقبال بقا اس سب
 بیزار ہو گئے ہیں اور ان حریصوں کو ہمیشہ کے لیے یوں ہی حسرت رہ گئی ہے جس طرح
 اہل ضرورت کی حسد میں حالت ہوئی تھی۔ کہ وہ ناکام اور نامراد دنیا سے رخصت
 ہو گئے تھے ان کا قصہ حسبِ ذیل ہے۔



قصہ اہل ضرواں و حسد ایشاں بر در ویشاں کہ پدیرا از سیم
 ضرواں کے باشندوں کا قصہ اور ایشاں کا قصہ پر حشر کرنا کہ بلا آپ ساتھ ہیں
 اغلب دخل باغ را بمسکیناں میداد چوں انگور بودے عشر
 سے باغ کی زیادہ پسماندہ مسکینوں کو دیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ
 داتے وچوں مویز و دوشاب شدے عشر داتے وچوں حلا
 دیدتا اور جب کشش اور انگور کا شیرہ پڑتا دسواں حصہ دیتا اور جب حلایا
 ویا بودے کرے عشر داتے واز فصیل عشر داتے وچوں
 فائزہ بناتا دسواں حصہ دیتا کچھ کچھ میں سے دسواں حصہ دیتا اور جب
 خرمن میگوئے از کفہ امیختہ عشر داتے وچوں گندم از
 کلیان گھاتا آدمے گھاتے ہوئے میں سے دسواں دیدتا اور جب مہرں

حلقہ ضرواں میں ہیں ایک
 کانٹا تھا سبھی بیوقوفی پہنچا
 ہیں دوشاب۔ انگور کا شیرہ
 تقسیم کرتی کچھ کچھ کھانے
 کے دسواں حصہ کی حقیت کے
 ساتھ میگوئے۔

لے زبانی اللہ والا کرتے
 یعنی انعام اس کے گھر
 پر کرتے رہتے تھے۔

کہ جدا شدے عشر داتے وچوں آرد کرے عشر داتے وچوں
 بھوسے سے جدا ہوتے دسواں حصہ دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدتا اور
 خمیر کرے عشر داتے وچوں نان پختے عشر داتے وچوں
 جب گوندھا دسواں دیدتا اور جب روٹی پکا دسواں حصہ دیتا لامحالہ
 حق تعالیٰ در باغ و کشت برکت نے باغ اور کشتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ داتے
 باغہا محتاج او بودندے ہم بمیوہ و ہم بسیم و او محتاج
 انہ کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ ان میں سے
 ہر کس نے از ایشاں و فرزند ان او خرج عشر میدید سکرت
 کسی کا محتاج نہ پڑتا اس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا
 و اس برکت نمی دیدند ہمچو اس زن بد بخت کہ کیر خر دید و
 اور وہ برکت نہ دیکھی اس بد بخت عورت کی طرح جس نے گھر کا ذکر دیکھا
 کدو را ندید
 اور کدو نہ دیکھتا

بود مردے صلحے زبانی
 ایک نیک خدا پرست شخص تھا
 در وہ ضرواں بنز و یک تمن
 میں کے نزدیک ضرواں مہاؤں میں
 عقل کامل داشت پیاں دانی
 کامل عقل رکھتا تھا اور انعام سے باخبر تھا
 شہرہ اندر صدقہ و خلق حسن
 غیبات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

یہ مستمنڈاں حاجی
مشرقی اعتبار سے
زمین کی پیداوار کا رسول
مستخیرات کرنا ہوتا ہے۔

لے دو شاپ۔ انگو کا شیوہ
اللہ اللہ۔ وہ خدا و صبیحہ
مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا
کہ وہ اس حد ضرور خیرات
کرتے رہنا۔ قحطیہ۔ ج۔ سد
پیداوار عقیقتاً اللہ کی پناہ
ہے۔

لے در محل۔ پیداوار کے
وقت اگر خرچ کر دے گا
میں رہے گا۔ حرکت۔ بیسی
کشتہ ریاکار کا نادر حد
پھر زمین میں ہوتا ہے۔
دور بر زمین۔ اس میں با
زیادہ ہے۔ وقت افشانہ
یعنی برنا۔

کعبہ درویش بودے کوئے او
اس کی محل فقیر کا کعبہ ہوتی
ہم ز خوشہ عشر داوے بے پیا
بنیر ریاکاری کے باؤں میں سے دسواں پنا
آر گشتے عشر داوے ہم ازاں
آہا ہشتا قراس میں سے بھی دسواں دینا
عشر ہر دخلے فرونگذاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فرونگذاشت نہ کرتا

از غنّب عشرے بدلے وز مویز
انگو میں سے دسواں دینا انگشش میں سے
ہم ز حلوا عشر وازیا لودہ ہم
مجلس میں سے ہی دسواں اور لاورے میں سے ہی
بس وصیتہا بگفتے ہر زان
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا

اللہ اللہ قسم مکیں بعد من
مدا کے لئے میرے بعد مکیں کے خدا کو
تا بماند بر شما کشت و شمار
تا کہ تم پر کشتیں اور پس رہیں

ز غلبا و میوہا جملہ ز غیب
آمدنیوں اور میوے سب غیب سے
در محل دخل اگر خرچے کنی
آمدنی کے وقت اگر خرچ کرے گا
تھرک اغلب دخل را در کشتہ ار
کاشتکار پیداوار کا اکثر حصہ کشت میں
بیشتر کار و خورد زان اندکے
زیادہ ہوتا ہے آمدنی سے توڑا سا کما ہے
زان بیفشاند بکشتن تھرک ست
کاشتکار بر غنوں ہاتھ ہی لئے مجاہد ہوتا ہے

آمدنی مستمنڈاں شئے او
ضرور مستند اس کی جانب آتے
ہم ز گندم چوں شئے از کہ جدا
گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا
ناں شئے عشر دگر داوے نمان
روٹی بنی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دینا
چار بارہ داوے زانچہ کاشتے
جو تو اس میں سے چار بار انا کرتا

عشر ہم داوے سے از دو شاپیز
وہ انگو کے تیرے میں بھی دسواں دینا
می فرونگذاشتے از بیش کم
اور کہ اور زیادہ میں سے نہ جھڑوتا
جمع فرزند ان خود را آنجاں
دو جوان اپنی سب اولاد کو
والگیر بدش ز حرص خوشستن
اپنی حرص سے ہنس نہ کرتا

در پناہ طاعت حق پاندار
مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں
حق فرستاد دست بے تخمین و ریب
بے امان اور بے شک اور اتھانے نے بھی
دگر سود دست بر سودے زنی
وہ فائدہ سے کار و بار سے فائدہ اٹھانے میں
باز کار دکر و بست اصل شمار
پھر ہوتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے
کہ نادر و دربر و بیدن شئے
یونکہ اس کو گنتے میں کوئی شے نہیں ہے
کاں غلہ ہم زان میں اصل ست
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کھشکر ہم آنچہ افسر ایدناں

روڈ سے جو زانو ہوتا ہے، سوجھی بھی
کہ اصول و غلم اینہا بودہ اند
کہ میری آمدنی کی غیب دہی یہ بھی میں
وخل از آنجا آمدنش لاجرم
لا محال اس کی آمدنی میں جو کہ یہی ہوئی ہے

ایش زمین و تختیاں پرستہ و ایں

یہ زمین اور کھال بس پروردہ ہے
جوں بکاری در زمین اصل کار
تربہ برے و اصل زمین میں بُر
گیرم انکوں تخم را گر کاشتی

میں نے مانا، اب اگر تیرے بیج بڑا ہوں
چوٹ دوسرے سال ان کو بیجوں گی

اگر وہ دوسری سال نہ آئے تو کیا کرے گا؟
دست بر سر میزنی پیش الہ

خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا
تا بدانی اصل اہل رزق آتو

ہاں تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے
رزق از مے جو جو از زید و عمر

رزق اس سے آگے، زید اور عمر سے نہ آگے
منعمی زو خواہ نے از منج و مال

نعمت حاصل ہی اس سے چاہا، نہ کوئی مال
عاقبت زینہا، خواہی یا ندان

انجام کار قرآن سے (آگے) رہ جائے گا
ایں دم اور اخوان باقی را مل

اس وقت اس کو بیکار اور باقی کا چھوڑ
اس وقت اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ دیتا ہے، اتفاق اس چیز سے پیدا کرتا

میں خرد چرم وادیم و سختیاں

جزا اور نری اور بیش خرید بیست ہے
ہم ازینہا می کشاید رزق بند
اس سے بہت رزق نکلتا ہے
ہم در آنجا می کشد داد و کرم
اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

اصل روزی از خدا و اں نفس

اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے ہے
تا بر وید ہر یکے را صد ہزار

ہاں ہر ایک کے ہاتھ آگے
در زمینے کش سبب پیداشتی

اس زمین میں جس کو تیرے سبب بسمب
جو کہ در لایہ و دعا کف بر زنی

جو ہزاروں کے کفر خدا اور دنیا میں اتنا نکلے گا
دست بر سر بردارن رزق گواہ

ہاتھ اٹھ کر اس کے رزق دینے پر گواہ ہوں
تا ہم اور جویدگان کو رزق جو

جو رزق کا شکر کرتا چاہے اس سے بڑھ کر ہے
مستی از مے جو جو از زید و عمر

مستی اس سے چاہا، ہنگ اور شکر نہ چاہا
نصرت از مے خواہی از مے محال

مدد اس سے چاہا، نہ کہ ہنگ اور ماسوں سے
ہیں کہ خواہی در ان کم خواندن

ان میں اس وقت تو کہے بھارتے گا!
تا تو باشی وارث ملک جہاں

ہاں تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے گا
اس وقت اس کو دنیا میں ہی چھوڑ دیتا ہے، اتفاق اس چیز سے پیدا کرتا

کھشکر ہم آنچہ افسر ایدناں
ساز آیم، نری میں وہ کمال
جو سرنگ بانی کے تختیاں
بیکار کی رافت شدہ کمال،
میشہ کر رسول، ان چیزوں
میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے
کیونکہ آمدنی کی اصل وہی ہے
یہی چیزیں ہیں۔

لے ایں زمین، پسداور
کے خارجی اسباب نفس

ایک پروردہ ہی وہ اصل
روزی رساں ہے۔۔۔

صد ہزار، قرآن پاک میں
ہے مثل الذین یظلمون

فی سبیل اللہ لعلہ
حجۃ الیوم سنۃ

سنائین فی فقی سبیل
ما فیہ حجۃ و اقامۃ

یضا عت ابن یضا و
ان روگ کی مثال جو

اللہ کے راست میں صرف
کرتے ہیں ایک ماہ کی

سی ہے جس نے سات
بائیں ہاتھیں ہر روز

تھوڑا لے، اور خاصا کے
لے چاہتا ہے روگ کر دیتا

لے چھت، جب اس کی
اسباب سے اس میں چھتا

ہے تو یہ خواہی ہے
ہے وقت سر ہٹ کر خدا

سے دعا کرنا اس بات کی
دلیل ہے کہ اس میں اصل

رزق دینے والا خدا ہی کر
سمجھتا ہے، رزق، جب

میں خرد چرم وادیم و سختیاں

انسان کو اس کی جگہ پہنچے۔
 ہرگز اور ہر ملک کی ستمی
 ہوتی ہے ستمی، انسان
 کی اصل مالداری نفس کی
 مالداری ہے جو ملک پر لڑنے لگا
 ملے لڑائی اس حالت کی
 وجہ سے انسان کٹے لے اس
 کا ہر دوست اس کا دشمن
 ثابت ہو گا کیونکہ دوست
 بھی اس کی ایک کٹ کٹ کا طرح
 خدا سے غافل بنا رہا تھا۔
 روزی معصوم سے بنا رہا
 صالح سے دل بٹاتا ہے۔
 رشتہ نرم اگر دیواری دوست
 اس دنیا میں ہی تیرے خلاف
 ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی
 ہوگی۔ قسمیں آخرت میں
 جو تیرے لئے مصیبت تھی
 وہ تو لے لیا میں شکست لے
 لے پیش آزاں۔ ایں
 دوستوں کا نقصان دنیا میں
 برداشت کر لینا آسان ہے
 چتر ملاں جس کی یہ مثال
 ہے کہ خواب سو داؤد نے پر
 فرما اس کے تیرے واقفیت
 ہو جائے تو تم دعا کر مکمل
 ہے روز پھر انوس ہی انوس
 کرنا پڑتا ہے۔
 لے نقد دام۔ انسان میں
 کہتا ہے کہ اے افسوس میں
 کھڑا ناخوہ کر گیا خوش
 خوش گھر آیا تھا۔ مگر
 فردا کھوت ظاہر ہو جائے
 اصناف اس کا تارک
 کرے تو شک کرنا کرنا ہے۔

چوں یغیر المراء آید من اخیہ
 جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے
 بھاگے گا

زال شود ہر دوست آن ساعت عذو
 اس لئے ہر دوست اس وقت دشمن بن جائے گا
 روئے از نقاش بر می تافتی
 تو نے نقاش سے منہ پھیر دیا
 ایں دم آریا رانت با تو ضد شوند
 کرتے دم دوست اس وقت تیرے خلاف ہو جائے گا
 ایں گونک روز من پیر و ز شد
 ہا ایک دم دے کہ بھیرا دن لعیب تو ہے

ضد من کشتند اہل ایں سرا
 اس جہاں والے میرے خلاف ہو گئے
 پیش ازاں کہ روزگار خود برم
 اس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں
 کالہ معیوب بخیرہ بدم
 میں نے ایک مہر دار سامان خرید لیا تھا
 پیش ازاں کہ دوست سرا پید شد
 اس سے پہلے ہی کہ باج سے سرا پید ملا تھا

مال رفتہ عمر رفتہ اے لیب
 اے سحر لیل مال گیا، عمر گئی
 نقد دام زر قلبے بستدم
 میں نے نقد دے دیا اور کھڑا سنا دیا
 محکم کایں زر قلب پیدا شد کنو
 محکم ہے، کہ یہ کھڑا سنا اپنی داغ ہو گیا
 قلب ماندے تا ابد در گردنم
 کھڑا سنا، ہمیشہ کے لئے میری گردن میں ہو گیا
 چوں پگہ تر قلبی او رو نمود
 چونکہ میری سیر سے اس کا کھوت ہی
 ظاہر ہو گیا

یہرب المولود یوم ائین آہ
 وہ دن کہ مولود اپنے باپ سے بھاگے گا

کہ بت تو بود و از رہ مانع او
 کیونکہ بت تو تھا، راستہ سے مانع تھا
 چوں نقشش انس دل می یفتی
 جبکہ اس کے بنائے ہوئے نقش سے دل اس کو ہرگز
 دوز تو برگردد و در خصمی روند
 تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں پہلے جائیں
 آہ فرادخواست شد لمر و ز شد
 جو کہ کل کو ہوا، وہ آج ہو گیا

تا قیامت عین شدیشیں ہرا
 یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پہلے نقد نہیں
 عمر ایشاں بپایاں آدم
 ان کے ساتھ زندگی بسر کروں
 شکر کہ عیش پگہ واقف شد
 گھمبہ کہ گھمبہ سے جس میرے ہنسی ہو
 عاقبت معیوب بیروں ملے
 آخر میں معیوب مسافر ہوتا

مال و جاں دادہ پگہ کالہ معیوب
 مہر دار سرا پے کے لئے مال اور جان دے دی
 شاد شاداں سوئے خانہ می شد
 خوشی خوشی گھر کی جانب میں دیا
 پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزون
 اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گزر جاتی
 حیف ہو دے عمر ضائع کر دیم
 بے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا
 پائے خود را و انشم من زو زو زو
 میں بہت جلد واپس ہوجاؤں گا

یار تو جوں دشمنی پیدا کند
تیرا دوست جب دشمنی نہ کرے
تو اناں اعراض او افغان کن
تو جس کے منہ مڑے سے فریاد نہ کر
بلکہ شکر حق کن و ناں بخش کن
بلکہ اڑھ کا شکر کر اور دلی نصیحت کر
از خواش زو دیر و لمدی
تو اس کے بورے سے جلد باہر آگیا
ناز نہیں یلے کہ بعد از مرگ تو
وہ نازوں بھرا یاد کرتے مرنے کے بعد
اں مگر سلطان بود شاہ رفیع
وہ باقر شہنشاہ فرمانروا ہے برتر ہے
رستی از قلاب سالوس و ذل
تو کراہ فریب کے آنکھ سے نکلیا
ایں جفائے خلق با تو در جہاں
دینیا میں جبر سے ساتھ دو گوں کا علم
خلق را با تو خنیں بد خو کنند
دو گوں کو تیرے ساتھ ہیں ملوث جہالت کہتے ہیں
ایں یقین داں کا نذر آخر جہاں
تو جس کو یقین ہے کہ آخر میں سب
تو کیمانی با فغان اندر لحد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا وہ مانتے گا
ایں جفایت بہ ز عہد و اقیان
تیرے لیے وہ علم کا دامن کے مہر سے لپکا ہو
بشنو از عقل خود لے ابدال طار
لے لکھایا دالے اپنی عقل سے سنبھلے
تا شود ایں زو زو از پیش
ناک وہ ہجر اور شرک سے نصرت ہو جاتے
کو ہی ترساندت ہر دم ز فقر
جو جے فقر سے بردت نرا ہے

کز و حقد و رشک او بیرون زند
وہ علم اور کینت اور رشک نکال کرے
خوشتن را ابلہ و نادان ملکن
اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا
کز بخشی در خواں او کہن
کہ تو اس کے بورے میں پرانا نہ بنا
تا بجوئی یار صدق و سمدی
ناک بچے اور داغی یاد کو نکاش کرے
رشتہ یار تی او گرد دسہ تو
اس کی یاری کا رشتہ جگت ہو جائے
یا بود مقبول سلطان و شفیع
یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے
غر او دیدی عیاں پیش از اہل
تو نے سوئے سے پہلے اس کی فطرت بدل
گر بدانی گنج زر آمد نہاں
اگر تو سمجھے سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا
تا ترا ناچار زو اسو کنند
ناک جے مجبور اندیش جانب کر دیں
نصمم گرد و وعدہ و سرکش
محافظ اور دشمن اور سرکش میں جانیں گے
لا قدرتی فرد خواناں از احد
خدا سے بچے اکیلا چھوڑ کینے ہوئے
ہم ز داد گست عبد باقیان
بال دو گوں کا مہر ہی تیری دعا ہے
گندم خود را بارض اللہ سپار
اپنے گہن کو اللہ دے تاکہ ان کی زمین کے ہر کوٹہ
دیورا بادلوچہ زو تر بخش
سختیاں کو دینک کے ذریعہ مار ڈال
ہمچو بخش صید کن لے ترہ صقر
لے ترہ شکرے بلکہ کھڑکے سے خدا کرے

لے یا تو اس طرح اگر دنیا
اس میں تیرا دوست جو بھولے
تو جس پر شکوہ نہ کر بخش
اگر بھلائی و حق دنیا
میں ہی ٹوٹ جائے پر شکوہ مارا
کہنا چاہیے اور مدد تو میرات
کہنا چاہیے اور جانش جے
جس بات پر شکوہ مارا کہنا چاہیے
کہ تو اس کے پسند سے عمل
کیا احباب بچے دوست کی
کاش میں گناہ کا جگہ تیریں
وہ نازوں بھرا دوست ہے
لی جائے لقا تو تیریں میرا
ساتھ دے گا
لے آن وہ دوست جو
آخرت میں کام آئے وہ خدا
یا خدا مقبول بندہ ہے -
وہ جتنا فداوی دوستوں کی
جدا کاری تیرے لئے رحمت
خدا دے گی ہے جتنی را جب
نشان لاکس پر کر ہم را تو
قودہ ایسے آئینہ پیدا کرنا
ہے کہ انسان وہی مصلحت
تو جانتا ہے
لے قربانی اگر ہی رہا
دوستیاں بنائی رہیں تو قریبی
تو تنہا ہوا اور بچہ رہے گا
کہ اسے خدا کے تنہا چھوڑ
اپنی جفایت و فدا کی منتظر
کے ٹوٹنے کو تو کبھی کہہ جانا
ان کی دوستی سے پہلے ہی بکھڑ
سولا پہلے اڑھ کے راستہ
میں مرجع کرنے کی خواہش
بیان کر دے ہے پھر اس
مضمون کو شروع کیا ہے
لے تاکہ وہ اس را ز کر
کی ستر میں میں بوسے تاکہ
ان کو چھو جائے تاکہ اس کو
بچھوئے۔ تو خدا کی
نقشے کے دوسرے پیدا کرے
اس کو کہ اس کی دیکھ گا۔

جبریتِ طیغی کو جس طرح غلام
کے جبرِ طبعِ بشر کو جبر کا
غلام کر دیتا ہے، از غلامانِ
الغافل ہی باکرِ جبر کا نڈا لے
تو بڑے غم کی بات ہے۔
نہجِ رحمت، باپ نے بہت
سجھا اچھا لیکن اب پر کوئی
افزہ نہ ہوا۔ پتلا نیست شمس
پاؤں کرتی ہے جس کے کای
میں کو قبول کریں
کے قصدِ جس فیضِ ارادہ
سننے کا جو اس کا کسی ہی
نہی سے بھلاؤ، اجراض
ہی کرے گا، انبیاءِ مسیح
محبت اور پیار کے بھاتے
تھے کہ ان کی نصیحتِ خیر تک
قبل کر بیٹے تھے لیکن کائناتِ
ذکر تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
وَأَنَّ كُنَّا كَرْدُوسِ كَرْدُوسِ
بِقَرَرِ نَارِ حَسَنَتِ دَر دَر
ہم نے دلا قرار ہے۔

۱۵۔ در بیان حضرت مخی
علا کے لئے قایت ضروری
ہیں ہے جب علا ہوتا ہو
تو قایت عریض ہوتا ہے
علا اشک صفت ہے جو
قیمہ ہے قایت مسند کی
صفت ہے حواث ہے جو
قیمہ کے لئے حادث ہے جو
جن حکا ہے جو شرط ہے جو
ہے۔

لے جانے والے جو پتھرے
بھی زبانِ صاف ہے شکی
اسلام کی تدبیر بھی ہے کہ
اشفاق نے اس میں تبدیلی
کر دی۔ دھوکہ دیا۔ اذہب
چاہے ہے قراہیے دل میں
تبدلی پیدا کر کے اس میں
قبول کرنے کی صلاحیت
پیدا فرما رہا ہے۔ تاکید

بازِ سلطانی عزیز و کامیاب
فرار شاہ کا بہارا اور کامیاب
بس وصیت کرد و ختم و عطا
کئے بہت رحمت کی اور عطا کا بیج بویا
گرچہ ناصح را بُود صد داعیہ
اگر کم قیمت کوفے کا ہے تو راجے ہیں
تو بقصد تلخیص بندش میدی
خسب کز دل نہیں سے ساتھ انکو نیست کاہر
یک کس ناستبح را ستیز و رد
ایک زینتے ماہ صحر، جھکڑے اور انعام سے
زانیہا ناصح تر و خوش بچہ تر
انعام سے زیادہ ناصح اور شمع ہی نمایاں
زائچہ کوہ و سنگ و کلا آمدند
جس باذن سے پہاڑ اور پتھر کا رآہ بھی گئے
اچھنناں دلباکہ بدشاں ما و من
وہ دل جو مستکن تھے

تنگ باشد که کند کیش شکار
 زنت ہے، کرتے پکڑ شکار کرے
 چون میثاں خور و بد سودا
 جو کوائ کی زمیں شرابی حق کو نماندا
 پند را آئے بس پاید و اعیہ
 نصیحت کے لئے، حفاظت کرنا و کانچلے
 او ز پندت میکند پہلو تھی
 دھتیار نصیحت سے پہلو تھی کرتے
 صد کس گویندہ را عاجز کند
 تر کئے والوں کو عاجز کرنا ہے
 کے بود ذکر رفت دم شاں در حجر
 کب ہوا پیکر ان کی رت تہر میں نہ ہے
 می نشد بد بخت را بکشاوہ بند
 بد بخت کی مرہ نہ کھل
 نعت شاں شد بل آشد قنوت
 اکی صفت ذکر پندوں کی بشارت و نعت
 بی

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہ تعالیٰ و کدلت او موقوف قابلیت
 ہر بات کے ہاں ہے کہ اشقان کی معاذرت سے بندوں کی معاذرت سے قابلیت ہر
 نیست بچوں اور عاقل کہ اگر قابلیت باید برکہ عطائے حق تعالیٰ
 موقوف نہیں ہے اس (موقوفی) کے لئے قابلیت ہاں ہے کہ اشقان
 قدیم است قابلیت عارث عطا صفت حقست جل جلالہ و
 تبار ہے اور قابلیت عارضہ ہے معاشقان جل جلالہ کی صفت ہے اور

تعالیت صفت مخلوق و قدیم موقوف حادث نباشد
تعالیت علول ک حقت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ آس دل عطائے مہدلیت
 آس دل کا علاج، جل دینے والے لیبرانی ہے
 داد اور ادا قابلیت شرط نیست
 اس کی محاکمے ۲ قابلیت ضروری ہے
 داد و لب و قابلیت ہست پرت
 داد و لب و قابلیت ہست پرت
 صلاح ضروری ہے، ادو قابلیت ہست پرت

ہائے جو اسباب کو چاک کر کے
اصل غرت کر کے کئے جائیں
جب سبب اسباب کو دیکھو
وہ قاضی نہ ہیں اسباب
بے مقصد بن جائیں گے۔
۱۵۔ اگر سبب ہر غر و شر
سبب اسباب کی جانب سے
ہے اسباب اور مردانہ غرض
چیزی ہیں ان کا مقصد یہ
کہ انسان پر کھانا غفلت
کا گھر سے اور طلب پامانی
کے نقصان حاصل ہو سکیں۔

دیدہ باید سبب موراخ کن
سبب میں سراغ کر لینے والی نگاہ ہائے
تا مستبب بیند اندر لامکاں
تا کہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے
از مستبب میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور بُرائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف
جو خیر یا مُنقذہ ز شاہراہ
سوائے خیال کے جرات پر نما ہوا ہے

تا حجب را بر کند از رخ و بن
تا کہ وہ جزا اور جفا سے پردوں کو نکال دیکھے
ہر زہ بیند جہد و اسباب و کلا
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار کرے
نیست اسباب و سائلے پدر
لے باوا اسباب اور واسطے نہیں ہیں
تا بماند دور غفلت چند گاہ
تا کہ غمخیز دور غفلت کا زمانہ رہے

شرح

گذشتہ زمانہ میں ایک باخدا اور نیک شخص تھے جو کہ صاحب عقل کامل
اور انجام بینی سے موصوف تھے وہ مین کے خردوان نام گاؤں میں
رہتے تھے اور خیرات اور حسن خلق میں شہرہ آفاق تھے ان کی گلی فقرا کا مرجع تھی اور
اہل حاجت ان کے یہاں آیا کرتے تھے۔ اُن کی خیرات کی یہ حالت تھی کہ اول بایوں میں
عشر دیتے تھے اس کے بعد جب بھوسے سے گیہوں نکالتے تھے اس وقت عشر دیتے تھے اس کے
بعد جب گیہوں کو پیسا جاتا تھا تو آٹے میں سے عشر دیتے تھے اور جب آٹے کو پکا کر روٹیاں
بناتے تھے تو روٹیوں میں سے عشر دیتے تھے۔ غرض کہ ہر آمدنی میں سے عشر نکالتے
تھے اور کسی آمدنی کا عشر بے دیے نہ چھوڑتے تھے۔ اور جو چیز بھی ہوتی اس میں سے
متعدد مرتبہ عشر نکالتے تھے۔ چنانچہ وہ اول ان گوروں سے عشر نکالتے تھے اس کے بعد جب
وہ سوکھ کر میوز بنتے تھے تو میوز سے عشر نکالتے تھے اور اگر ان گوروں کا شیرہ نکالتے تھے
تو اس شیرہ میں سے عشر نکالتے تھے۔

غرض کہ جو چیز بھی ہوتی تھی۔ خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا عشر بغیر دیے نہ چھوڑتے
تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہی کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کرتے رہتے تھے اور فرماتے
رہتے تھے کہ خدا کے واسطے اور پھر خدا کے واسطے میرے بعد اپنی حرص سے فقیروں کا

حق بند نہ کرنا۔ تاکہ طاعت حق کی پناہ میں تمہاری کھیتی اور پھل تمہارے لئے برقرار رہیں
یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ آمدنیاں اور میوہ سب کے سب حق سبحانہ نے عالم غیب سے بھیجے ہیں اور اس میں کچھ
شک و شبہ نہیں اسلئے اگر تم اسکو وہیں خرچ کر دو گے جہاں سے وہ آئے ہیں تو تم کو فائدہ ہوگا
کیونکہ وہ بڑے نفع کی درگاہ ہے وہاں صرف کرنے والوں کو بہت کچھ نفع ملتا ہے۔
دیکھو! کسان! اکثر آمدنی کو کھیت میں پھر لو دیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ غلہ کا مدار
اسی پر ہے اگر یہ نہ ہو تو غلہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے وہ اکثر حصہ لو دیتا ہے اور کم کو
کھا لیتا ہے کیونکہ اسکو اُس کے اُگنے میں اور اُگ کر زائد غلہ پیدا ہونے میں کچھ شک نہیں
ہوتا۔ اور وہ کسان اسلئے اس غلہ سے ہاتھ بھاڑتا ہے اور وہ غلہ بھی اسی زمین سے
پیدا ہوا تھا۔ اسلئے وہ سمجھتا ہے کہ اور غلہ بھی ضرور پیدا ہوگا۔ علیٰ ہذا۔ موچی اس رقم سے
جو روٹی سے بچتی ہے چڑا اور نری اور میثا خریدتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میری آمدنی کی
جڑ یہی تھی اور انہی سے میری بند روزی کھلے گی۔ اسلئے جہاں سے اسے آمدنی ہوئی تھی وہیں
دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ وہیں خرچ کرتے ہیں جہاں سے اُن کو آمدنی ہوتی ہے
تو اب تم سمجھو کہ روزی کی اصل اور اس کا مبدئ حق سبحانہ ہیں اور زمین اور میثا وغیرہ
ایک اڑ ہیں۔ اس بنا پر تم کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہیئے اور جب تم کو بونا ہو تو اصل
زمین میں بونا چاہیئے تاکہ ایک ایک دانہ کے لاکھ دانے پیدا ہوں۔

اچھا اگر تم نے بیج اس زمین میں بویا جس کو تم سبب سمجھتے تھے اور وہ دو تین
سال تک اُگے گا تو جب کہ وہ دو تین سال نہ اُگے گا تو تم بجز اس کے کیا کرو گے کہ دُعا
اور تضرع و زاری کو دست آویز بناؤ۔ اور خدا کے سامنے اپنا سر پیٹو۔ پس سے تمہارا
سر اور تمہارے ہاتھ اس امر کے گواہ ہیں کہ رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور یہ شہادت

اسلئے ہے تاکہ تم جان لو کہ اصل میں مبد رزق حق سبحانہ ہیں۔ اور تاکہ جو کوئی رزق کا طالب ہو وہ اسی کو ڈھونڈے۔

خیر تو جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ اصل رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور باقی تمام اسباب و وسائل ہیں تو اب تم کو چاہیے کہ تم رزق اسی سے طلب کرو۔ نہ کہ زید عمرو سے۔ اور مستی خود اس کا چاہو۔ نہ کہ بھنگ اور شراب سے یعنی اگر تم کو مستی مطلوب ہے تو حق سے دعا کرو۔ کہ اے اللہ! تو ہمیں اپنی محبت سے مرشاد کر۔ اور مستی کے لیے شراب اور بھنگ نہ پہنچو۔ اور دولت مندی اس کا چاہو۔ نہ کہ عزیز و اقارب کیونکہ بالآخر ان سے جدا ہونگی۔ اس وقت بتلاؤ کسے پکارو گے حق سبحانہ کو۔ پس اب بھی اسی کو پکارو۔ اور سب کو چھوڑو۔ تاکہ جب وہ تمہارا معین و مددگار ہو جائے تو جس وقت یوم یقر المرء من اخیه متحقق ہو۔ اور آدمی اپنے سلسلے سے بھاگے اور جس روز کہ بیٹا اپنے باپ بھاگے یعنی قیامت میں۔ اس وقت عالم کی سلطنت کے مالک ہیں کیونکہ جب تم خدا کے ہو جاؤ گے۔ خدا تمہارا ہو جائے گا۔ اور جب خدا تمہارا ہو گیا تو ہر چیز تمہاری ہے۔

[فائدہ: فاتضح من هذا التقرير ان قوله چون یقر المرء من اخیه ظرف لقوله باشی وارث ملک جہاں۔ ولیس جملہ شرطیہ کا تو ہم] رہی یہ بات کہ اس وقت ہر دست دشمن کیوں ہو گا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارا بہت یعنی راہ حق سے مانع تھا۔ اور چونکہ تم حق سبحانہ کی مخلوق سے مانوس ہو گئے تھے اسلئے خالق سے روگردان ہو گئے تھے حاصل یہ ہے کہ قیامت میں دوستوں کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ تم دنیا میں ان سے دل لگا کر حق سبحانہ سے غافل ہو گئے تھے۔

پس حق سبحانہ تم کو دکھلائیں گے۔ کہ دیکھو! جسکے لیے تم نے ہم کو چھوڑا تھا وہ یہ ہیں [فائدہ: فظہر من ہذا المثال الی ما قال بحی العیالوم فی تقریر قولہ زان شود

بردوست الخ ہوا الحق و ما تو ہم من ان قوله زان شود صلہ لقوله عدو و الاشارة في قوله زان
 الى الشخص المذكور في البيت السابق منشاہ الجمل با سايب الكلام و محاورات اہل اللسان
 جب حالت یہ ہے کہ قیامت میں دوست دشمن ہو جائیں گے۔ تو اگر دنیا میں تمہارے
 دوست تمہارے مخالف ہو جائیں۔ اور تم سے پھر جائیں اور تم سے دشمنی کرنے لگیں تو تم کو
 کہنا چاہیے کہ آج مجھے کامیابی حاصل ہو گئی کیونکہ جو کل ہونے والا تھا وہ آج ہی ہو گیا۔
 اور اہل دنیا میرے دشمن ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی قیامت مجھے مشاہد ہو گئی یعنی
 قبل اسکے کہ میں اپنا زمانہ گزار دوں اور ان کے ساتھ رہ کر اپنی عمر ختم کر دوں۔ میں نے
 عیب دار سامان خریدا تھا۔ پس شکر ہے کہ سویرے ہی اس کا عیب معلوم ہو گیا یعنی
 قبل اسکے کہ میرا سرمایہ عمر میرے ہاتھ سے جاتا رہتا۔ اور آخر میں وہ عیب ثابت ہوتا۔
 اور میرا مال جا چکتا۔ عمر برباد ہو جاتی۔ اور میں مال اور جان دونوں ایک عیب دار سامان
 کے لیے دے چکتا۔ میں نے کھرا مال دیکر کھوٹا سونا خریدا تھا اور خوش خوش گھر جا رہا تھا
 تو شکر ہے کہ یہ سونا ابھی کھوٹا ثابت ہو گیا۔ یعنی قبل اسکے کہ زیادہ عمر گزر جاتی اور کھوٹا
 سونا ہمیشہ میرے گلے کا بار رہتا۔ اور اس وقت مجھے اپنی عسکر ضائع کرنے پڑا
 تھا۔ اب چونکہ اس کا کھوٹا پن سویرے ہی ظاہر ہو گیا۔ تو میں جلد سے جلد اس سے علیحدگی
 اختیار کرتا ہوں۔ دیکھو! ہم پھر کہتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی دوست تم سے دشمنی پیدا کر لے
 اور اس کا حملہ اور کینہ اور حسد ظاہر ہو۔ تو تم اس کی بے رخی سے رونا، پیٹنا مت اور اپنے
 کو احق اور بے وقوف نہ بنانا۔ بلکہ خدا کا شکر کرنا۔ اور شکرانہ میں روٹیاں تقسیم کرنا کہ تم
 اسکے ہی پھندے میں پڑھے نہ ہو گئے اور اسکے پھندے سے جلد نکل آئے۔ تاکہ تم
 اس نکل کر سچے اور ہمیشہ رہنے والے دوست کو تلاش کر دو۔ وہ نازنین یا جس کی
 دوستی کا علاقہ ہمیشہ رہے اور موت سے بھی نہ ٹوٹے۔ بلکہ موت کے بعد اور مضبوط ہو جائے
 کون ہے وہ یا تو حق سبحانہ ہیں یا اہل اہل۔

پسے تم ان کو دوست بناؤ۔ شکر ہے کہ تم مکار، فریبی دغا باز دوست کے پنجے سے چھوٹ گئے اور اس کا فریب تم کو موت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا۔ دیکھو دنیا میں مخلوق کی تمہارے ساتھ دشمنی اگر تم غور کرو تو تمہارے لیے ایک مخفی خزانہ ہے کیونکہ حق سبحانہ لوگوں کو تمہارا دشمن اسلئے کرتے ہیں کہ تم سب سے یاٹوس ہو کر عبوداً حق سبحانہ کی طرف متوجہ جاؤ۔ اس بڑی دولت کیا ہو سکتی ہے۔

پسے ثابت ہوا کہ مخلوق کی دشمنی اشرفیوں کا مخفی خزانہ ہے جو قابل قدر ہے نہ کہ قابل وحشت۔ یہ امر تم یقینی طور پر جان لو۔ کہ آخر میں تمام دوست دشمن ہو جائیں گے اور قبر میں باآہ و زاری تمہارے جاؤ گے اور خدا سے ملتی ہو گے کہ اے وہ ذات جس کی سختی وفاداراں کے وفائے عہد سے بہتر ہے اور اہل اللہ کا وفائے عہد جسکو عطا ہے تو مجھے قبر میں تمہارا چھوڑ دو اور میرا ساتھی ہو جا۔ پس اے دولت مند غلے والے تو اپنا غلہ خدا کی زمین کے حوالہ کر دے۔ اور جو کچھ بھی تو حشر پر کرے خدا کے لیے کر۔ تاکہ نہ تجھے چوڑوں کا کھٹکا رہے اور سرسریوں کا۔ اور تو بڑے شیطان اور چھوٹے شیطان یعنی نفس و فتنوں کو جلد مار دے جو کہ تجھے آخرت کی کھیتی سے مانع ہیں کیونکہ وہ تجھے ہر وقت فقر و فاقہ سے ڈراتے ہیں۔ پس تو اے چرخِ نر اس چکور کا شکار کر۔ کیونکہ ایک غالب اور بامقصد بادشاہ کے باز کے لیے بڑی شرم کی بات ہے کہ چکور اس کا شکار کرے۔

خلاصہ یہ کہ تو شیطان اور نفس کو مغلوب کر اور ان سے مغلوب نہ ہو کیونکہ تو حق سبحانہ کا باز ہے اور نفس شیطان چکور ایسی حالت میں تیرا ان سے مغلوب ہو جانا تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

خیر! یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو! کہ اُن بزرگ نے اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کی لیکن چونکہ ان کی طبیعت ناقابلِ ہمتی اور وہ اپنی استعداد کو خراب کر چکے تھے اس لیے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اب مولانا پیر مضمون ارشادی بیان

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناصح ہزار چاہا، مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ مستمع کا مقصود قبول نصیحت نہ ہو۔ اسلئے کہ نصیحت کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ آدمی اس کو بگوش قبول سے ورنہ اگر سمع قبول نہ ہوگا۔ تم ہزار مہربانی سے نصیحت کرو وہ تمہاری ایک بات نہ سنے گا۔ ایک تم کیا اگر سو بھی ہوں تو بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ایک نہ ماننے والا شخص اپنی مخالفت اور انکار سے آپکے تنوینا صحوں کو عاجز کر دیتا ہے۔ تم غور کرو کہ انبیاء سے زیادہ ناصح اور خوش گفتار کوئی کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کا کلام پتھروں تک میں اثر کر گیا ہے لیکن آپ کی جس گفتگو کو سنکر پہاڑ اور پتھر کام کرنے لگے۔

اُس سے بدنصیب آدمی کی بیٹری نہ ٹوٹی۔ اور اس کی کام نہ کیا۔ اور وہ دل جو خود کی میں گرفتار تھے اس کی نسبت حق سبحانہ نے ہی فرمایا کہ وہ تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں ایسے قلوب کا علاج کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ حق سبحانہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کی حالت بدل دیں اور ان پر ہدایت کا افاضہ فرما دیں۔ کیونکہ ناصحین کے نصیحت کی تاثیر کے لئے تو علاوہ امکان ذاتی کے ایک اور خاص استعداد کی ہی ضرورت ہے۔ مگر خدا کے دین کے لئے بجز امکان ذاتی کے اور کسی قابلیت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ باستثناء امکان ذاتی پر قابلیت کے لیے خدا کا دین شرط ہے۔ اور جو قابلیت بھی کسی میں ہے وہ حق سبحانہ کی بخشی ہوئی ہے۔ اگر وہ عطا نہ کرتا۔ تو قابلیت ہی نہ ہو سکتی لہذا عطا ہے حق اصل ہے اور قابلیت اس کے تابع۔

دیکھو! موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اڑدھان جانا اور اس کی ہاتھ کا آفتاب کی طرح چمکنا۔ ان کے علاوہ انبیاء کے اور لاکھوں معجزات جو ہمارے فہم اور عقل سے بالاتر ہیں۔ وہ اسباب سے پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ محض حق سبحانہ کا تصرف ہیں کیونکہ وہ معدوم تھے اور جب وہی نہ تھے تو ان میں قابلیت کا ہونا چہ معنی دارد۔ پس اگر قابلیت خاصہ فعل حق کے لئے شرط ہوتی تو کوئی معدوم موجود ہی نہ ہو سکتا اسلئے

کہ قابلیت عرض ہے جس کا وجود تابع ہے وجود موضوع کے۔ پس جبکہ موضوع ہی کا وجود نہ ہوگا تو عرض کا وجود کیونکر ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ فعل حق سبحانہ کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے ہاں اس لئے اختیار سے اس نیلگوں پر وہ یعنی آسمان کے نیچے طالبین کے لئے ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور اسباب اور طریق مقرر کر دیئے ہیں۔ تاکہ طالبین ان طریقوں سے اپنے مطالب کو طلب کریں لہذا اکثر احوال تو تو اس مقررہ قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی قدرت الہیہ دفع توہم وغیرہ کے لیے اس قانون کو توڑ بھی دیتی ہے۔ اور گو اس نے ایک مزیدار قانون مقرر کیا ہے مگر کسی مصلحت کی بنا پر معجزہ اس قانون کو توڑ بھی دیتا ہے۔

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر عزت وغیرہ ہم کو عادتہ بلا سبب نہیں مل سکتی تو اس کی یہ معنی نہیں کہ خدا کو قدرت ہی نہیں ہے اس پر کہ وہ سبب کو درمیان سے ہٹا دیے اور بے سبب کے ہم کو ہمارے مطالب عطا فرمائے بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور جب چاہتا ہے ایسا کرتا بھی ہے پس اے مجوس سبب تو اسباب باہر نہ جا۔ اور اسباب کو نہ چھوڑ لیکن خدا کو سلطان معزول بھی نہ سمجھ۔ اور یہ خیال نہ کر۔ کہ وہ ایک قانون مقرر کر چکا۔ اب اس کے توڑنے پر اسے قدرت نہیں ہے۔ [جیسا کہ آجکل کے مادہ پرست و روشن خیال گمان کرتے ہیں] کیونکہ وہ موجد سبب جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت کاملہ اسباب کو توڑ چھوڑ سکتی ہے۔ ہاں اکثر یہی حالت یہ ہے کہ اس کے احکام اسباب کی بنا پر نافذ ہوتے ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ طالبین اپنے مقاصد کو طلب کر سکیں کیونکہ اگر سبب نہ ہوگا تو طالب اپنے مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کون سا طریق تلاش کرے گا۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ اس وقت اس کا کوئی طریق ہی نہ ہوگا۔ لہذا رستہ میں سبب ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ وہ بتلائے کہ اس کے تحصیل کا یہ طریق ہے اور یہ اسباب نظروں

کے لیے حجاب ہیں۔ کیونکہ ہر شخص حق سبحانہ کے فعل کو بلا توسط دیکھنے کے لائق نہیں اس لیے کہ اس کے لیے ضرورت ہے نظر ثاقب کی۔ جو کہ پردوں کو اکھاڑ پھینکے اور لامکان میں حق سبحانہ کو تصرف کرتے دیکھے اور کوشش اور اسباب اور دکان وغیرہ کو لغو سمجھے۔ اور یہ بات ہر ایک کے اندر نہ تھی لہذا ہر ایک اس کے فعل کو بلا توسط سبب دیکھنے کے قابل نہ تھا۔ ————— حاصل یہ ہے کہ ہر بھلائی اور بُرائی فی الحقیقت حق سبحانہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور اسباب و وسائل صرف ایسے ہیں جیسے راستہ میں کوئی خیال بندھ جائے۔ جو کہ فی الحقیقت کوئی چیز نہیں مگر آدمی سمجھتا ہے کہ فلاں شے ہے اور اُس سے مراد مقصود یہ ہے کہ آدمی ایک وقت خاص تک غفلت کے چکر میں رہے تاکہ امتحان متحقق ہو سکے۔

۱۰۰۰ روپے بنا دیا جس وقت
 حضرت آدم کا کھانا پانا
 اور حضرت نوحؑ نے حضرت
 جبریلؑ کو کہ دیکھ انہوں
 سے ایک شخص نے آؤ اور ایک
 روایت میں ہے کہ انہوں
 کے ہر گوشہ پر ایک ایک
 شخص تھی کہ نہ کھانا نہ
 آرامی۔ انسان کی تخلیق
 میں آفرینش کی محنت خضر
 ہے اور یہی وقت ہوئی
 جب جبکہ انسان پر کھانا
 لعلت ہادی رہے تو یہی
 صف یہی صفت جبریلؑ۔
 ۱۰۰۰ لعل نور کو لانا روایت
 اگر گھڑے کا سفید رنگ
 اس پر سیاہی یا بنی ہو
 اس کو گھڑ رنگ کہا جا
 ہے اگر وہ خاص سفید
 تو گھڑ رنگ کہتے ہیں۔
 رنگوں کے گھڑے کا

ذرا بتدائے خلقت جسم آدم علیہ السلام کہ جب نبیل علیہ السلام
 حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتداء میں حضرت جبریل علیہ السلام کو اشارہ
 را اشارت کرد کہ برو از زمین مُشت خاک برگیر و بر روایتے از
 کیا کر جا، زمین کی مٹی سے ایک تھنی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر
 ہر لواحق مُشت خاک برگیر
 کہ ہر جانب سے مٹی کی تھنی اٹھائے

چونکہ صانعِ خواست لکچا دیشتر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش پامی
جبرئیلؑ صدق را فرمود و رو
مہرِ یومِ امین سے منسلک کیا ۔ جا
اومیاں بےست و بیامد بزمیں
وہ کربستہ ہوئے اور نہی پر آئے
دستِ ستمے خاکِ بردِ آں مومِ مہر
اشہد انہذا نے ان کے زمین کی جانب اشارہ کیا

انہراے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لئے
مُشتِ خاک کے از زمین تپاں گرو
ایک نشی تپتی زمین سے قیصر میں لے
تا انکار و امرِ رب العالمین
تاکہ زبِتِ العالمین کے حکم کو انجام دیں
خاکِ خود را در کشید و شدِ خدیر
زمین سے اچھے آپ کو تپاں ۔ اور دُری

نام ہے، ہر وہ گمراہ جس کا
 رنگ سفید اور سرخ ہو۔
 لے درگشا شبانے چونکہ
 زمین کو معلوم تھا کہ اس سے
 حضرت اکرم کا پتہ ہے گاؤ
 اسحاق ادا زبانی کہ کھلی
 میں جلا پرگا لہذا گہری
 تھی۔ (یعنی وہی مغلطہ)
 حکیم حضرت جبریل دی
 لے کر لے ہیں قوی کھڑا
 سے کام ہوتا ہے۔
 لے ہم سفیر حضرت جبریل
 ادا کا پیغام اور وہی نبیہ
 کے پاس لے کر لے جہاد
 وہی روح کی حیات ہے
 بر سر امانیت حضرت لہو
 حشر میں جبریل کے ہر
 سب فرد جسم زندہ ہو
 جائیں گے نقادہ پیدائش
 متناہ۔ اہم ہیں حضرت
 جبریل کی حفاظت
 اسرائیل کی حفاظت سے
 ہوتی ہے۔ جبریل حضرت
 ربیعین کا وہ رزق کی تقسیم
 ہے۔
 لے قریش ہیں ان کا نام
 روح کو قیض کرنا ہے لہذا
 صفت تہر کے منظر میں
 این جہاد جبریل، ربیعین
 اسرائیل، عروسی، عذرا
 قریش پاک ہیں ہے و غصیل
 عرش و تہا کو قیض کرنا
 لہذا تہہ۔ اہم ہیں وقت تہہ
 لہذا قریش کی حفاظت
 ہوتی ہے وہی جبریل ہی کہ
 ان کو لے جانے کا مقصد
 کیلئے۔

پس زباں بکشا دھاگے لالہ کرد
 میں نے زبان کو لالہ اور خوشامد کی
 ترک من گو و بر و جانم پرخش
 مجھے جھوڑا اور پلے جاؤ میری جان بخشی کر دو
 درگشا شبانے تکلیف و خطر
 غلوں اور تکلیف کی کشمکش میں
 بہر آں لطفے کہ حقت برگزید
 اس کرم کے فطین کا ادا اتانی، لے پیکر برگزید
 تا ملائک را معلّم آمدی
 یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے آئنا رہے
 رہتم سفیر انبیا خواہی بدن
 آپ انبیا کے سفیر بھی ہیں گے
 بر سر امانیت فضیلت بود ازاں
 حضرت اسرائیل پر آپ کا اسی لے غیبت ہے
 بانگ صورش نشاۃ تنہا بود
 ان کے صورش کی آواز جسوں کا زندہ ہونا ہے
 مغر جان تن حیات دل بود
 جسم کی جان کا مغر دل کی زندگی ہے
 باز میکائیل رزق تن دہد
 جبریل حضرت میکائیل جسم کا رزق دیتے ہیں
 او بداد کیل پر کر دست ذیل
 انھوں نے جہاد کی حفاظت میں جبریل ہے
 ہم زعر زریں با قبر و عطب
 حضرت عروسیں با قبر و عطا لے لے ہی
 حامل عرش ایں چہار اندو تشا
 یہ چاروں وحی کے مال ہیں اور آپ نبیہ ہیں
 روز محشر ہشت مینی حاملش
 حشر کے دن آپ ان کے اٹھانے والے، نو دیکھ لے

کز برائے حرمت خلاق فرد
 کو نیکت خلاق کی حرمت کے فطیل
 روتابن من عنان خنک رخش
 گمراہی اور ساری کی ایک میری جانب مراد
 بہر ایشہ مل مرا اندر سبر
 خدا کے لئے مجھے جھوڑا، اندر لے جاؤ
 کرد بر تو علم لوح کل پدید
 لوح محفوظ کامل آپ پر ظاہر کر دیا
 دامن با حق مکمل آمدی
 ہمیشہ اللہ اتنا لے لے فطین کرنا لے
 تو حیات جان وحی نے بدن
 آپ وحی کی جان کی زندگی میں زندہ رہی
 کو حیات تن بود تو آن جان
 کر وہی کی زندگی میں آپ جان کی نیکت پر
 نفع تو نشو دل یکتا بود
 آپ کا دم کرنا یکساں دل کا نشو و نما، ہر
 پس زدادش داد تو ہا خیل بود
 ان کی حفاظت آپ کی معاشرہ ہوتی ہے
 سمی تو رزق دل روشن دہد
 آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے
 داد رزق تو نمی گنج نہ کیل
 آپ کے رزق کی حفاظت میں نہیں ہوتی ہے
 تو ہی چوں سبق رحمت بر غصب
 آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غصب پر غصہ ہے
 بہترین ہر چہاے زانتہا
 از روتے آگاہی چاہوں سے بہتر ہیں
 ہم تو باشی افضل ہشت نماش
 اس وقت آپ انھوں سے افضل رہ گئے

بچھینیں بری شمر دینی گزیت

وہ اس طرح گنتی تھی اور روتی تھی

معدن شرم و حیا بند جبریل

حضرت، جبریلؑ منہم اللہ یا کی کان تھے

بسکہ لا پر کوشش و سوگند داد

انہیں نے، ان کی بہت خوشامدی کیں اللہ قسم دی

کہ نبو دم من بکارت سرسری

میں تیرے کہم میں سست نہ تھا

گفت نامے کہ زہوش لے بصیر

لے بصیر اس نے آپ کا وہ نام یہاں تک کہ

چوں بنام تو مرا سوگند داد

جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

شرم آمد گشتم از نامت بخل

مجھے شرم آئی میں تیرے نام کی وجہ سے شرم نہ ہو گیا

کہ تو زوئے دادہ املاک را

کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ عاقبت ملا کہ ہے

مشت فلکے را چہ قدر و قوتیت

ایک شخص جلی کا یا رتبہ اور طاقت ہے

بوتے میر داؤ کران مقصود صیت

اس نے بناپ یا تاکہ اس سے مقصد کیا ہے

بست آں سوگند یا بروئے سبیل

ان قسموں نے ان کا راستہ روک دیا

باز گشت و گفت یا رب العباد

وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا رب العباد

لیک از انچہ رفت تو دانا تری

لیکن جو ہوا تو اس کو خوب جانتا ہے

ہفت گردوں باز ماند از مسیر

ساتھ آسمان گردش سے ترک جانیں

رحمت عالم ست احسان و دا

تیری رحمت اور احسان اور بہت طاقت ہے

ورنہ آسان ست نقل مشت کل

ورنہ ایک نقش حق کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ بدتر اندامیں افساک را

کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

برگر فتن ایک غالب حمت

یہ یعنی میں، لیکن رحمت غالب

تھے منتی چو کھتہ جبرین
شرم و حیا کی وہ ہیں دھنوں
کی وجہ سے منتی اٹھانے سے
ترک کئے بلکہ جب زمین نے
بہت خوشامدی کی وہ اور باوق
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
میں نے نہیں مگر میں سستی نہیں
بڑی بلکہ جو کچھ واقعہ ہے وہ
میں سے علم میں ہے۔

تھے گفت۔ حضرت جبریل
نے عرض کیا کہ اس زمین نے
آپ کے اس نام کا واسطہ ہے
دجس کی ہل سے آسمان کی
گردش ترک جاتے تو مجھے
شرم آتی اور زمین سے بے ہوش
نے سلاو نہ کرنے مجھے وہ
وقت صلا کی ہے کہ زمین تو
چیز ہے میں آسمانوں کو چاک
کر لیا ہوں۔

شرح

مقصود مولانا کا اس قصہ سے اس سوال جواب کا بیان ہے جو آخر
میں حضرت عزرائیلؑ اور حق سبحانہ کے درمیان ہوئے ہیں اور انہی

سوالات و جوابات کا مضمون وجہ ربط مابقی ہے جب کہ یہ فائدہ ضروری معلوم ہو چکا۔
تو اب حل کتاب سنو جبکہ صالح عالم نے بھٹوں اور بُردوں کی آزمائش کے لئے انسان کو پیدا
کرنا چاہا تو اپنے مخلص فرشتہ جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ زمین سے مٹھی بھر مٹی ایک خاص
وقت کے لیے لاؤ۔ وہ امتثال امر پر کمر بستہ ہوئے اور زمین پر آئے تاکہ حکم خداوندی

کی تعمیل کریں۔ پس اس فرمان بردار فرشتے نے زمین کی طرف مٹی لینے کے لئے
 ہاتھ بڑھایا۔ اس پر زمین نے مٹی دینے سے پہلو تہی کی اور ڈر گئی اور یوں گفتگو اور خوشامد
 شروع کی کہ وعدہ لاشریک پیدا کرنے والے کی عزت کے لیے مجھے ممان کریں اور یہاں
 سے تشریف لے جائیں اور میری جان بخشی کریں۔ آپ تشریف لے جاویں اور اپنے۔۔
 گھوڑے کی باگ میری طرف سے موڑ دیں۔ یعنی یہاں سے چلے جائیں اور برائے خدا آپ
 مجھے چھوڑ دیں اور اس عنایت کے لئے جسے حق سبحانہ نے تمکو برگزیدہ اور مقبول بنایا
 ہے۔ اور تم پر لوح عالم کا علم روشن کیا ہے حتیٰ کہ آپ فرشتوں کے معلم ہو گئے ہیں۔
 اور حق سبحانہ ہمیشہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے پاس حق سبحانہ کے سفیر ہو کر
 جایا کریں گے۔ آپ مجھے تکلیف داور و نواہی اور خطر کی کشائش میں نہ ڈالیں یعنی مجھے
 انسان بننے کے لیے نہ لے جائیں جو کہ اس کشائش میں مبتلا ہوگا۔ آپ روح کی جنت کا ذریعہ
 ہیں جو کہ محل وحی ہے نہ کہ حیات جسم کا۔ اور اسی لیے آپ کو اسرافیل پر فضیلت ہے کہ وہ
 حیات جسم کا ذریعہ ہیں اور آپ حیات روح کا اور ان کی صورت سے اجسام مست ہوں گے
 اور آپ کا نفع و ولوں کو مست کر گیا۔ اور حیات جسمانی کا مغز حیات دل ہے اس لئے
 آپ کی عطا ان کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ یہ آپ کے اسرافیل پر فضیلت کا بیان ہے۔
 اب میکائیل پر تفصیل کی وجہ سنئے۔ میکائیل غذائے جسمانی عطا فرماتے ہیں اور
 قلوب صافیہ کو غذا دیتے ہیں اور وہ تو اسی عطا سے لوگوں کا دامن بھرتے ہیں جو پیمانہ میں
 نہیں سلتے ہیں۔ اور آپ کی عطار رزق کے پیمانہ میں نہیں سما سکتی **منین عر ایل**
 قاهر و مہلک سے بھی آپ فائق ہیں اور یوں فائق ہیں جیسے رحمت حق قہر حق پر۔
 الحاصل یہ چار فرشتے ہیں جو عرش خداوندی کو تھامے ہوئے ہیں۔ سو آپ اپنے
 تیقظ سے چاروں میں افضل ہیں۔ اور قیامت میں آٹھ فرشتے عرش بردار ہوں گے۔ اور
 آپ ان سب میں افضل ہوں گے۔ [فائدہ: اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کون سا

کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل حاملان عرش ہیں۔ حالانکہ الیسا نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ غالباً مولانا کو کوئی روایت ملی ہے جس کی بنا پر آپ نے ان کو حاملان عرش فرمایا ہے واللہ اعلم! یہ جواب کس وقت ہے جبکہ عرش سے مراد عرش معروف مراد لیا جائے جیسا کہ مولانا کا ظاہر کلام اس کو مقفی ہے لیکن اگر عرش سے ملک حق سبحانہ اور عمل سے تدبیر.... تصرف مراد لیا جائے۔ جیسا کہ ولی محمد اور مولانا بحر العلوم نے کہا ہے۔ تو اس پر یہ شبہ نہ ہوگا۔ لیکن ظاہر کلام مولانا اس توہید سے آبی ہے

چونکہ وہ تقریر عوام کی فہم سے بالاتر ہے اسلئے ہم نے اسکو ذکر نہیں کیا من شاء فلیرجع الی حواشیہما]

الحاصل زمین جبرائیل علیہ السلام کی ایک ایک صفت گنتی تھی اور روتی تھی۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس مقصود کیا ہے اور وہ باعلام حق سبحانہ جانتی تھی کہ اُس سے انسان بنایا جائے گا۔ پھر اس کو مکلف کیا جائے گا اُس کے بعد عاصیوں کو سزا اور مطیعوں کو جزا دی جائے گی۔ یہ تو زمین کی حالت کا بیان تھا۔ اب سنو! کہ جبرائیل علیہ السلام نے کیا کہا۔ سو چونکہ وہ معدن شرم و حیا تھے اسلئے ان کو شرم آئی کہ حق سبحانہ کا واسطہ دینے اور حق سبحانہ کی قسمیں دینے پر بھی اس کی مٹی لے لی جائے۔ اور ان قسموں نے ان کے لیے مٹی لینے کی راہ کو مسدود کر دیا۔ اور چونکہ اس کی بہت سی خوشامدیں تھیں اور بہت سی قسمیں دیں۔ اور چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسی وقت اور میرے ہی ہاتھ سے اس کام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے تاحکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کر دیا۔ اور عرض حال کے لئے حق سبحانہ کی طرف لوٹ گئے اور جا کر عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کے کام میں کوتاہی کرنے والا نہ تھا لیکن جو واقعہ پیش آیا ہے اس کی آپ بخوبی واقف ہیں اُس نے وہ نام لیا جس کی ہیبت سے ہفت آسمان بھی گردش سے رُک جائیں۔ اسلئے میں مٹی لینے سے رُک گیا۔ اور چونکہ اُس نے مجھے آپ کے نام کی قسم دی تو مجھے شرم آئی اور میں آپ کے نام سے شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ کی رحمت اور احسان اور رحمت

عام ہے۔ اس لیے کچھ یہ نہیں کہ آپ اپنے اس حکم کو منسوخ فرمادیں۔ بنابرین میں نے مٹی کا لینا سروسٹ ملتوی کیا اور عرض حال کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور نہ مٹی بھر مٹی کا لے آنا نہایت معمولی کام تھا کیونکہ آپ نے تو فرشتوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کر دیں پھر مٹی بھر خاک کیا چیز ہے اور اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ رُک جلتے اور نہ آئے۔ لیکن مٹی لینے پر جو کہ قہر تھا۔ بوجہ مذکورہ رحم غالب ہوا۔ اس لیے تا محکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کیا۔

اب حکم ثانی کا منتظر ہوں یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آپ میں صفت رحم غالب ہے

اس پر نسخ حکم کا احتمال غالب ہوا۔ اور میں نے مٹی لینا حکم ثانی تک ملتوی کر دیا پھر جبکہ جبریل علیہ السلام سے اس قدر شفقت۔۔۔۔۔ کا ظہور ہوا۔ تو حق سبحانہ نے اس خدمت کو ان سے واپس کر اس کو میکائیل کے سپرد کیا جس کا بیان اشعار آئندہ میں آتا ہے۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضہ خاک از زمین

حضرت میکائیل کو بیجا زمین کی مٹی کی ایک نٹنی لینے کے لئے انہوں

جہت ترکیب و ترتیب جسم مبارک ابوالبشر خلیفۃ الحق

کے باب کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جوا شقائے

مُسجود الملائکۃ و معلمہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ

کے خلیفہ اور فرشتوں کے سہرا اور ان کے استاد حضرت آدم علی نبینا و علیہ

الصلوة والسلام

الصلوة والسلام ہیں

لے گفت حضرت میکائیل
بر حضرت میکائیل کو حکم ہوا کہ
تم ہمارے زمین کی مٹی لے کر آؤ
میکائیل زمین کے پاس پہنچے
اور زمین کی اور راکھ غشاء
کرنے لگی اور درود کرتے رہے

گفت میکائیل را رو تو بنیر

حضرت میکائیل کو فرمایا تو بنیر جا

چو کہ میکائیل شد تا خاکدان

جب حضرت میکائیل زمین پر پہنچے

خاک لرزید و درآمد در گریز
 زمین کا بھی اور اس نے گریز کیا
 سینہ سوزاں لاپہ کرد و اجتہا
 جلے دل سے اس نے غمخوار و رکشش کی
 کہ بیزدان لطیف بے ندید
 کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے
 کیل از راق جہاں را مشرفی
 آپ جہاں کے دروں کے پیادے کے گراں ہیں
 زانکہ میکائیل از کیل اشتقاق
 کیونکہ میکائیل کیس سے مشتق
 کہ انا تم رہ مرا آزاد کن
 مجھے اس و دیکھئے، مجھے آزاد کر دیجئے
 معتدین رحم الہ آمدنگ
 فرشتہ اٹھائے کی رحمت کی کان ہوتا ہے
 ہم چناں کہ معدن ثمرست یو
 جس طرح مشیخان قبر کی کان ہے
 سبق رحمت بر غضب اے فنا
 اے نوربان: رحمت غضب سے آگے ہے
 بندگاں دارند لایہ بخوی او
 بندے لاچار اس کی مانت رکھتے ہیں
 آں رسول حق قلا و در سلوک
 اس کے رسول سلوک کے راہنما
 زنت میکائیل سوی رت ہیں
 (مضرت، میکائیل جن کے زب کی جانب چلے گئے
 گفت اے دانای پیر و شاہدین
 عرض کیا اے ماز کے ہاتھ والے اور میں کے شاہد
 خاکم از زاری و نوحہ پست کرد
 زمین نے عاجزی اور رونے کے اندر مجھے نہ کر لیا
 آب دیدہ پیش تو با قدر بود
 تیرے سامنے آنسو با حق تھے

گشت اولابہ کنان و اشک یز
 وہ خوشا کرنے لگی اور اس نے آنسو بہائے
 با سر شک خویش سو گند داد
 خون کے آنسوؤں کے ساتھ ان کو شہ دی
 کہ بکرت عامل عرش مجید
 جس نے آپ کو عرش مجید کا اٹھانے والا بنا یا ہر
 تشنگان فضل را تو مغربی
 اشر کے فضل کے پیاسوں کو آپ جو تم کرنے والے
 دار و کیال شد در از راق
 ہے اور وہ راق ماس کرنے میں یاد ہے آپ کو
 ہیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن
 دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہا ہوں
 گفت چوں یزیم پرانیش نیک
 (اچھے میکائیل نے کہا کہ میکائیل نے تم پر نیک ہے
 کہ بر آورد از بنی آدم عربو
 جس نے بنی آدم میں ضرر بڑا کر دیا ہے
 لطف غالب بود در وصف خدا
 خدا کی صفات میں مہرہاں غالب تھی
 مشکہا شاں پیر ز آب جوی او
 ان کی مشکیں اس کی مہر سے پڑ ہیں
 گفت الناس علی دین الملوک
 نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں
 خالی از مقصود دست و استیں
 ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا
 کرد خاک لاپہ گرنوحہ انیں
 غمخوار زمین نے آہ دینا شروع کر دی
 گریہ بسیار کرواں زوی زرد
 وہ درد زور بہت روئی
 من تاستم کہ آرم ناشود
 میں آپ سے نہ ہوتا

۵۲ کہ بیزدان حضرت میکائیل
 مذکور کی تفسیر کرتے ہیں کہ
 ان کے غمخوار ہو گئے ہیں۔
 زانکہ سرانے میکائیل کی
 سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً
 یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عربی
 لفظ ہے عربی لفظ ہے
 اس سے یہ نہیں بتا ہے۔
 ۵۳ مشک کی
 فطرت پر کرنا اور شہاں کی
 فطرت پر کرنا ہے۔ عساکر
 مستحق رحمت مستحق غلب
 پر غالب ہے۔
 ۵۴ بندہ جو اللہ کے مہربان
 بندے ہیں ان میں اپنے مہربان
 کے صفات ہوتے ہیں۔
 شرف میں ہے لوگ بادشاہ
 کا دین اختیار کرتے ہیں لہذا
 خدا کے نیک بندے مہربان
 اخلاق اختیار کرتے ہیں۔
 ۵۵ اوست: زمین کے رونے
 محلے پر میکائیل اس حال آتے
 واپس ہو گئے اور عرض کیا کہ
 اے اٹھ تیرے دربار میں
 آنسوؤں کی بڑی قدر ضرورت
 ہے میں اس رونے کو ان سنا
 نہ سنا۔

آہ وزاری پیش تو بس قدر آہ
 آہ وزاری تیرے سامنے بڑی قدر کہتی ہے
 پیش تو بس قدر دار حق تم تر
 ہرگز انکو تیرے سامنے بہت تر تہ کہتی ہے
 دعوت زاریست رونے پہنچ بار
 ایک دہی میں ایک مرتبہ رونے کی دعوت ہے
 نعرہ مؤذن کہ سخی علی الفلاح
 مؤذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب" ۰۲
 آنکہ خواہی کر غمش خستہ کنی
 جس کو تو غم سے نجات دلانا چاہتا ہے
 تا فرد آید بلا بلے دافے
 تاکہ بغیر رک، بلا نازل ہو جائے
 وانکہ خواہی کر بلایش و اخری
 اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے
 گفتہ اندر نے کال امتاں
 تو نے آسمان میں کہا ہے کہ وہ آئیں
 چون تضرع می نہ کردند آن نفس
 انھوں نے اسی وقت (آہ) زاری کیوں نہ کی!
 یک لباشاں جو قاسی گشتہ
 یکں چونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے
 تاناند خویش را بجرم عنید
 جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے

آہ وزاری، آہ وزاری، آہ وزاری
 کے خوف سے رونے کا ایک
 آنسو شہید کے خون کے قطرہ
 کی برابر گہما گہما ہے، دعوت
 بخیر و نجات مان کر یا اللہ کے
 دربار میں گریہ و زاری کی
 دعوت ہے، آنکہ اشتغال
 جس کو مصیبت میں مبتلا کرنا
 ہے اس سے آہ وزاری کی
 کیفیت منسلک کرنا ہے آہ
 زاری مان کی سفارش ہے
 صبر ساری نہ ہو گا تو گناہ
 ۴ ہر جگہ ۴

آہ وزاری، آہ وزاری، آہ وزاری
 عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے
 کام میں یا اختیار ہے
 ہذا آہ وزاری سے حاجت
 کراں دیتا ہے غلام کہتے
 ہیں کہ اشتغال سے اس
 کے اشتغال طبعی طور پر بغیر
 اختیار کے صادر ہو رہے ہیں
 جس طرح کہ رنگ سے ہونے
 کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا
 ہے ہذا آہ وزاری سے کوئی
 فائدہ نہیں ہے

من تاسم حقوق اس گذشت
 میں اس کے حقوق کو تلف نہ کرنا
 من چگونہ گشتے استبزه گر
 میں کیسے جھگڑاؤں بستا؟
 بندہ را کہ در نماز آوہ زار
 بندہ سے کہ نماز میں آ اور نہ
 آل فلاح ایس زاریست اقترح
 وہ فلاح عاجزی اور عاجزی ہے
 راہ وزاری بردوش بستہ کنی
 انکے دل پر آہ و زاری کا راستہ بند کر دینا ہے
 چون نباشد از تضرع حق
 جبکہ (آہ) زاری کا سفارش نہ ہوگا
 جان اور ادر تضرع آوری
 اس کی جان کو (آہ) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے
 کہ برایشاں آمد آن قہر گراں
 جس پر ہمدردی، قہر آیا
 تا بلکہ ازیشاں بگشتے باز پس
 تاکہ ان سے بلا واپس ہو جاتی
 آن گنہ ہاشاں عبادت می نمود
 وہ گناہ ان کی عبادت معلوم ہوتے تھے
 آب از چشمش کجا داند وید
 آنسو اس کی آنسو سے کہاں بہتا جانتا ہے؟

قصہ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری
 (قصہ، یونس علیہ السلام کا قصہ، اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی نجات کے
 رافع بلوائے آسمانی ست حق تعالیٰ فاعل مختارست پس
 لئے رافع ہے اور اشتغال فاعل مختار ہے تو عاجزی اور
 تضرع وزاری و عظیم پیش و مفید باشد فلا سفہ گویند فاعل
 زاری اور تعظیم اس کے سامنے مفید ہوگی اور فلا سفہ کہتے ہیں
 بطبع ست و بعلت مختار پس تضرع طبع را نکر داند
 کہ وہ مبتلا اور ملت کے طور پر فاعل ہے نہ مختار تو عاجزی جیت کو نہیں چل سکتی

قوم یونس راجو پیدا شد بلا
جب حضرت یونس کی قوم کیلئے بلا ہوئی
برق می انداخت میوزیدنگ
بجلی گراتا تھا پتھر کو جلاتا تھا
جملہ گاہاں برابا مہا بودند شب
رات کو سب بلا خانوں پر تھے

جملہ گاہاں از با مہاں زیر آمدند
بلا خانوں سے سب نیچے اتر آئے
مادراں پنج گاہاں بروں انداختند
ماتوں نے بچوں کو اچھڑا دیا
از نماز شام تا وقت سحر
شام کی نماز سے سح کے وقت تک
جملگی آواز با بگرفتہ شد
سب کی آوازیں جیسے مین
بعد نو میدی واہ ناشگفت

اے میدی اور بے مبری کی آہوں کے بعد
قصہ یونس درازست و غریض
حضرت یونس کا قصہ سب اور جڑا ہے
چوں تفرع راج حق قدر است
جو کہ آہ وزاری کی دعا کے بیان بہت قدیم ہے
ہیں امید انکوں میان را چشت
خبردار! اے اب رو کہ اب کو خوش کن ہے
باتقربع باش تا شاواں شو
آہ وزاری کہ تاک تو خوش رہے

کہ برابر می نہد شاہ حمید
کیونکہ اٹھائے نے برابر دکھا ہے
لایہ کرد و اشک چشم خویش را ند
میں دھڑکنے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہا

ابر پر آتش جدا شد از سما
آگ جھسا ابر آسمان سے جدا ہوا
ابر می غرید رخ میرنجست نگ
باں گرج و آقا چہرے لارنگ آذر ہا تھا
کہ پدید آمد زبالا آں کرب
کہ اوپر سے وہ عینیں ٹوٹا ہو گئیں

سر بر ہنہ جانب صحرا شدند
نیکے سر جھیل کی طرف بھاگے
تا ہمہ نال و نفیس را فرقتند
حق کی سب نے گریہ و زاری بلند کی
خاک می کردند بر سر آں نفر
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے
رحم آمد بر سر آں قوم کہ
اس جھگڑا تو قوم پر دم بھیا
اندک اندک ابر و آشتن گرفت

ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا
وقت خاکست و حدیث تفتیش
مٹی اور مشہور تفت کا وقت ہے
آں بہا کا نجاست را بر اکوات
آہ وزاری کی جرحیت داس ہے اور کہاں ہے
خیزلے گرینہ و دامن تختہ
اے روئے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے مسکرا
گریہ کن تا میدان خنداں شو
رو تاکہ ہنسہ نہتے کے بنے

اشک را در فضل باخون شہید
فضیلت میں کانٹو کر شہید کے خون کیساتھ
رحمت آمد و ان غضب را و انشا
رحمت آگئی اور غضب کو نبرد کر دیا

۱۰۰ قہر یونس حضرت یونس
کی توہم رات کو بلا خانوں پر
سورہ یونس کی آیات ابراہیم
جو اگ برادر اقا جس سے
ان کا رنگ بن چکا تھا
ہاٹاٹے گزرت مساب
یہی آگ برائے ہوا بدل

۱۰۱ یونس میں گہری
بابر از نماز غم میں غریب
کے وقت سے لگتا تھا
کی میں نے سرکش تہذیب
وہ اسی حالت سے ماروس
ہو چکے تھے لیکن ان کی آہ
زاری سے وہ آتش فشاں پر
بٹ گیا۔ وقت خاک میں
زمین کی مٹی کیلئے نہتے
بیان کا وقت ہے۔ حضرت
سفلیں بغیر بات خوں
بات۔

۱۰۲ آں بہا آہ وزاری کی
جرحیت خدا کے دربار میں
حق ہے وہ کہیں نہیں سنی
ہے۔ تا کہ جہنم جو خدا کے
دربار میں آہ وزاری کیے
اس کو دیکھ کر تہذیب تہذیب
ہے۔ آفتاب خدا کے دربار
میں رونے سے قابو کیے
دیکھ کر تہذیب حاصل ہوئی ہے
۱۰۳ کہ تہذیب حریث شریف
ہے نہیں حق تو آفتاب
إلی اللہ میں غلط تہذیب
ظہر و منور میں تہذیب
اللہ و ظہر و منور
فی سبیل اللہ روز قیامت
سے زیادہ اٹھ کر کوئی پسند
محبوب نہیں ہے ایک تہذیب
کا تہذیب حرا کے خوف سے
ہوا اور دیکھ کر تہذیب
اٹھ کے راستہ میں بیا با جائے۔

شرح

جب جبریل علیہ السلام سے اس خدمت کو لے لیا تو میکائیل

علیہ السلام کے سپرد کیا اور کہا کہ تم نیچے جاؤ۔ اور زمین سے

بہادرانہ ایک مٹھی خاک لے آؤ۔ پس جبکہ میکائیل زمین پر آئے تو اپنے ہاتھ بڑھایا

تاکہ اس مٹی لے جائیں۔ یہ دیکھ کر زمین تھرا گئی۔ اور اس مٹی دینے سے پہلو تہی کی

اور خوشامد کرنے اور آنسو بہانے لگی اور اُس نے جلے دل سے خوشامد اور سعی کی اور خون

رو کر قسم دی اور کہا کہ تمہیں قسم ہے اس خدا نے مہربان و بے مثل کی جس نے تم کو حامل عرش

مجید بنایا ہے تم ارزاقِ عالم کے نگران اور تشنگانِ فضل کے چلو بھرنے والے ہو

یعنی طالبانِ رزق کو رزق تقسیم کرنے والے ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے نام میکائیل

ہونا۔ خود اس بات کا ثبوت ہے اسلئے کہ میکائیل کیل سے مشتق ہے اور وہ روزی حاصل

کرنے کے باب میں کیال ہیں) تم مجھے امان دو اور اس بلا سے چھڑاؤ۔

دیکھو! میں خون آلود ہو کر گفت گو کرتی ہوں تم اس کا لحاظ کرو۔ زمین کی یہ حالت

دیکھ کر میکائیل علیہ السلام مٹی لینا سر دست ملتوی کر دیا اور کہا کہ یہ تو آپ ہی زخمی ہے

اس کے زخم پر نمک کیوں چھڑکوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے رحمتِ حق سبحانہ

کا معدن ہیں جس طرح کہ شیاطین جن کے ظلم سے لوگ چلا اٹھے ہیں قہرِ حق سبحانہ کا معدن

ہیں۔ رہی یہ بات کہ فرشتے معدنِ رحمت کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمتِ حق

سبحانہ اس کے غضب بڑھی ہوئی ہے۔ اور صفِ خداوندی میں لطفِ غالب ہے اسلئے جو اسکے خاں بندے

ہیں وہ حق سبحانہ ہی کی خصلت رکھتے ہیں اور ان کی مشکیں ان کے آبِ جو سے پُر ہوتی ہیں۔ چنانچہ جنابِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ راہِ سلوک کے راہِ ہر ہیں فرماتے ہیں الناس علی دین ملوکہم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں

کے طریق پر ہوتے ہیں پس فرشتے چونکہ حق سبحانہ کی سلطنت کو تسلیم کر لیا لے اور اس کے مطیع ہیں اسلئے ان

میں حق سبحانہ ہی کی خصلت ہے اور وہ بھی معدنِ رحمت ہیں۔ برخلاف شیاطین کے

کہ چونکہ وہ باغی ہیں اسلئے ان میں بجلتے رحمت کے قہر غالب ہے۔

خیں تو میکائیل علیہ السلام نے بھی نہیں لی۔ اور خالی ہاتھ حق سبحانہ کی طرف

واپس ہو گئے اور جا کر کہہ کہ اے عالم امور مخفیہ اور اے رب دین۔۔ خوشامد کہنے والی زمین روئی پیٹی اور اسلحہ مجھے اپنے گریہ وزاری سے مٹی لینے سے روک دیا کیونکہ اسلحہ بہت گریہ وزاری کی اور چونکہ آنسوؤں کی آپکے سامنے بہت قدر ہے اور میں آپکے اخلاق سے متاثر ہوں اسلئے میں اسلحہ گریہ کو نظر انداز نہ کر سکا۔ اور چونکہ آہ وزاری آپکے یہاں بہت با وقعت ہے اسلئے مجھ سے نہ ہو سکا کہ میں اسلحہ حقوق کو ضائع کر دوں۔ اور جبکہ چشمہ ترکہ آپکے یہاں بے حد قدر ہے تو بھلا میں اسکی مزاحمت کیلئے کر سکتا تھا۔ پس میں بدیں خیال کہ شاید آپ اسکی گریہ وزاری پر نظر فرما کر اپنے حکم سابق کو منسوخ فرمادیں جیسا کہ آپ ایسی حالت میں کیا کرتے ہیں خالی ہاتھ واپس چلا آیا۔ اور حکم ثانی تک مٹی کا لانا ملتوی کر دیا۔

یہاں سے مولانا کا مضمون شروع ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپکے نزدیک گریہ وزاری کی بہت قدر ہے جیسا کہ میکائیل علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ ہر روز پانچ مرتبہ بندہ کو آب زاری کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آؤ اور اپنی نمازیں زاری کرو۔ چنانچہ مؤذن جو پانچ وقت سحی علی الفلاح کہتا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ آؤ رستگاری کی طرف شہر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تضرع کرو۔ کیونکہ فلاح زاری اور خشکی ہی ہے اور جسکی دل کو آپ غم ابدی کے تیروں سے زخمی کرنا چاہتے ہیں اسکی دل پر آپ تضرع کو بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس وقت جبکہ اسکی لئے تضرع شفاعت کنندہ نہ ہو۔ بلا اسکی بدوں کسی واقع کے نازل ہو۔ اور جس کو آپ بلا سے نجات دینا چاہتے ہیں اسکو تضرع حطا فرماتے ہیں۔ تاکہ اسکی برکت سے وہ بلا اسکی دفع ہو جائے

چنانچہ اپنے قرآن میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں پر ہمارا زبردست قہر نازل ہوا تھا انہوں نے اسی وقت تضرع کیوں نہ کیا کہ بلا ان سے لوٹ جاتی لیکن وہ ایسا کیوں کرتے کیونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جبکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے تو انکو گناہ عبادت معلوم ہوتے تھے اور جب تک کوئی شخص اپنے کو قصور دار نہ سمجھے اس وقت تک وہ رو نہیں سکتا۔ اور وہ اپنے سنگدل سے اپنے کو مجرم سمجھتے نہ تھے تو روتے

کیونکہ۔ اور جبکہ وہ رخصت نہیں تو ان سے بلا بھی دفع نہیں ہوئی لیکن اگر وہ تضرع و زاری کرتے تو ضرور ان سے بلا دفع ہو جاتی۔ چنانچہ جب قوم یونس علیہ السلام کے لئے بلا ظاہر ہوئی ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے آسمان سے آگ سے لبریز ابر چلا ہے جس کی حالت یہ تھی کہ بجلی گرا کر پتھروں کو پھونک دیتا تھا۔ اور گرجا تھا تو چروں کا رنگ اڑ جاتا تھا تو اس وقت رات کا وقت تھا اور سب لوگ کوٹھوں پر تھے پس جبکہ اوپر یہ بلا ظاہر ہوئی تو سب کوٹھوں سے اتر آئے اور ننگے سر جنگل کو چل دیئے اور عورتوں نے اپنے بچوں کو باہر لے جا ڈالا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے رذائیتنا شروع کیا اور مغرب کے وقت سے صبح تک اپنے سر پر خاک ڈالتے رہے اور چیختے چیختے سب کے گلے پڑ گئے کہ آدازیں نہ نکلتی تھیں۔ اس پر حق سبحانہ کو اس جھگڑا تو قوم پر رحم آیا اور ناامیدی اور بے صبرانہ آؤ زاری کے بعد رفتہ رفتہ ابر ہٹنا شروع ہو گیا اور بالآخر تمام ابر صاف ہو گیا۔

خیں! یونس علیہ السلام کا قصہ تو بہت لمبا چوڑا ہے اس کو ختم کرنا چاہیئے اور زمین کی حالت اور اس مشہور قصہ کے بیان کا وقت ہے اس کو بیان کرنا چاہیئے لیکن اتنا ضرور کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حق سبحانہ کے نزدیک تضرع و زاری کی بے حد قدر ہے اور جو اس کی یہاں قدر ہے وہ اور کہیں نہیں تو اے ڈنڈے والے کی امید! اب تو کمر مضبوط باندھ لے۔ اور رحمت الہی کے لیے تیار ہو جا۔ اور اے ڈنڈے والے اٹھ اور ہمیشہ کے لیے ہنس۔ اب تیرے لئے خندہ داغ ہے۔ مطلب ہمارا یہ کہ تم تضرع کرتے رہو۔ تاکہ تمہیں خندہ ابدی حاصل ہو اور خوب روؤ۔ تاکہ تم بے منہ کے ہنسو۔ یعنی تم کو فرحت و حانی حاصل ہو اور تنہا ری روح چلے جو کہ منہ نہیں رکھتی کیونکہ حق سبحانہ کے یہاں رخصت کی بڑی قدر ہے اور حق سبحانہ آنسوؤں کو خون شہداء کے برابر فضیلت دیتے ہیں اور جو ہی کسی نے تضرع کیا اور آنسو بہائے فوراً رحمت الہی آتی ہے اور قہر حق کو دبا دیتی ہے [فاائدہ: محشی نے لایہ کرد کی ضمیر کو قوم یونس کی طرف راجع کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک مناسب نہیں]۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر۔

زمین کے قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں -

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کبر و وقبضہ برگمراز
حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجا کہ جاؤ اور حضرت آدم
خاک ہر ترکیب جسم آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
ہمارے ہی اوصاف پر درود سلام ہو جس کے بنائے کے لئے ایک نفیض آؤ

لے گفت۔ جبرئیل اور
میکائیل علیہما السلام کے بعد
انشہ تعالیٰ نے اسرافیل سے
کہا کہ زمین کی ایک نفیض چلی
لے آؤ خلیق۔ روئے کی
آواز۔ فرشتہ صدر حضرت
اسرافیل عرضیں منہ پر رکھیں
جس سے سب مرے زندہ
ہو جائیں گے۔ جبرجیات۔
حضرت اسرافیل کا منور
سب کو زندگی بخشی دے گا۔
رحمہ۔ برسیہ ہڈی۔
لے دوزی حضرت اسرافیل
کا صندوق کھلا دیا تو کونک
کی دعوت ہے کہ کربا موضع
کہ مراد ہے جو واقعہ میں ہے
یا نہا جو مصائب کی جگہ ہے۔
رست۔ اسے اسرافیل نے تباہی
کرم سے بڑا دیا زندہ ہو گیا
ماں غرضی۔ حضرت اسرافیل
جس فرشتہ کا ہاتھ ہے جس کے
لے دوزی۔ اس کے نیچے
سے دوزی۔ اسے دوزی۔
آپ کی چار ہریں ہیں
چترت۔ ان ہریں سے
دو ہریں ہونگے جس کی منقرت
ہو جائیگی اور جہاں اسرافیل
کے آثار دنیا میں ہیں
تباہی میں ان ہریں کے
آواز ہوں۔ ان ہریں
کے ایک ایک چلنے آدم
کی نبی کا غیر بنایا۔

گفتہ اسرافیل را یزدان ما
ہمارے تعالیٰ حضرت اسرافیل سے فرمایا
آمد اسرافیل ہم سوئے زمین
حضرت اسرافیل بھی زمین کا کھاب آئے
کاے فرشتہ منور و اے بھر جیہ
کے شور کے فرشتے اور اے زندگی کے منور
دردی درصو یک بانگ عظیم
آپ منور میں ایک بڑی آواز ہوئیں گے
دردی درصو و کوئی الصلا
آپ منور میں ہوئیں گے اس کی جگہ ہے
لے ہلاکت لے دیکھاں ازین مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والا
رحمت تو واندم گیرای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا ہرگز کم کرنا
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتہ رحمت ہیں رحمت کو ظاہر کرنا
عرش معد نگاہ داد و معدلت
عرش انصاف اور عدل کی کان ہے
جو فی شیر و جو فی شہد چادراں
دودہ کی جہر اور ختم ہونے والے شہد کی ہر
پس زعرش اندر بہشتاں رود
بہرہ عرض سے بہشت کے اندر پہنچیں ہیں

کہ بروزاں خاک بدکن کفہا
کہ جاؤ اس نئی سے منہ بھر دو آزاد
باز آغا زید خاک ستاں خنیں
زمین نے پھر روزنا شروع کر دیا
کز دہمہائے تو جاں یا بد موت
کہ آپ کے ماسوں سے فرمے زندہ ہو جائیں
پیشود محشر خلافت ازرمیم
حضرت برسیہ ہڈی کی زندہ ہونے سے جبرجیات
برجہید لے کشتگان کر بلا
لے کہ لے خلیق! اے کھنڈی
برزنید از خاک سرچویش خان و کرب
خانہ اور جہن کی طرح زمین سے سرآمد
پیشوداں عالم از احیای تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنا سے بھر جائے گا
حامل غرضی و قبلہ داد ما
آپ غرض کے مال اور انصاف کے قبلہ ہیں
چار جو در زیر او پر معفرت
معفرت سے پڑو ہاں نہیں اس کے نیچے ہیں
جو فی خمر و جلد آب وال
خراب کی جہر اور بیٹے پانی کا جلد
درجہاں ہم چیز کے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی رہیں

گرچہ آلودست انجا آں چہار

اگرچہ وہ چاروں یہاں گول ہیں

خبر مرغ بر خاک تیسرہ رکھتہ

انھوں نے تارک تھج ہر ایک گھڑت ہیا

تا جو بند اصل آنرا این خساں

تاکہ یہ نیسے اس کی اصل کو تلاش کریں

شیر دادہ پرورش اطفال را

بچوں کی پرورش لے دودہ دیا

خمر دفع غصہ و اندیشہ را

شہاب، غمخ اور نگر کو دور کرنے کے لئے

آنکبیس دار و تن زنجور را

شہدہ، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے

آب بہر عام اصل و فرع را

پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے

تا ازینہا پے بڑی سوی اصول

تاکہ تران سے اصل کا پتہ لگائے

بشنو انکوں ماجرای خاک را

اب بتی ۲ قفسہ سن

پیش اسرافیل گشتہ اوعیوس

۱۰ حضرت اسرافیل کے سلاطین ترشرو بنی

کہ بحق ذات پاک ذوالجلال

کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا واسطہ

من ازین تقلید بوی میبرم

میں اس لئے میں ہند ڈالنے سے تازی ہیں

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما

کہ رحمت کے فرشتے رحمت کو ظاہر کرتے ہیں

لے فیفا ورحمت اصحاب درد

لے درد مندوں کی شفا اور رحمت

زود اسرافیل باز آمد بشاہ

حضرت اسرافیل فرما شاہ کے پاس واپس آگئے

از چہ از زہر فتلے ناگوار

کس چیز سے؟ ناگوار فتلے زہر سے

زال چہار وقتشہ انجختہ

اُن چاروں سے ۱۰ اور نقشہ بیا کر دیا

خود بدیں قانع شدند این کمال

تالاف حق خود اس پر قناعت کر بیٹھے

چشمہ کردہ سینہ ہر زال را

ہر صورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

چشمہ کردہ از غلبہ و باغہا

باغوں میں انگریز سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

چشمہ کردہ باطن زنجور را

شہد کی گھٹ کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

از برای ظہر و بہر کرع را

پاک اور پینے کے لئے

تو بدیں قانع شدی ابو الفضل

اسے نصرت کرنے اس پر قناعت کر لی

کرچہ میگوید فسوں محرک را

کو حرکت دینے والے (اسوایں) کو کیا شہرت رہی؟

میکند صد گونہ شکل چالوس

خوشامدی سنگوں کو ہم کی صورتیں بناتے تھے

کہ مدار این قہر را بر من حلال

یہ علم مجھ پر جائز رکھئے

بدگمانی میر و اندر سرم

میر سے داغ میں بدگمان پیدا ہو رہی ہے

زانکہ مرغی را نیل از اردنما

کیونکہ تھما، پرند کو ہمیں ستا ہے

تو ہماں کن کاں دونیکو کا کرد

آپ دہی کیجئے جو ان تد پہلوں نے کیا

گفت غدد و ماجرا نزد الہ

اللہ تعالیٰ سے غدد اور قصہ بیان کیا

۱۱ تا جو بند۔ یہ اس لئے
کہ اس کی تارک بنی آدم آں اس
نہروں کی تلاش میں گئیں۔
خبر دودہ کی ہر کا اشراف
کے بہستان میں ظاہر ہے۔
از غلبہ، انگریزوں کی ہر
کا، از آبا، زنجور شہد کی
کسی شہد کی ہر کا اشراف۔
۱۲ آب۔ دیا دس پانی میں
پانی کی ہر کی اس سے حرکت
حالت کا اور دینی اسرافیل جوق
ترشرو
۱۳ آگے تھک زمین نے چاہی
کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت
اسرافیل کو اللہ کی تسبیح دینے
کی تعلیم دے۔ گھر میں تلاوت دھوا
تھا۔ حضرت پرند نے بھی جاننا
پرند کا شکار جس کو تارک کی
فریوں پر گداز کرنا ہے آج
۱۴ منی زمین سے اُن کی جرات
جیت ہوئی

کڑبڑوں فرماں بدادی کر لیکر
 کہ بظاہر آپ نے حکم سن لیا کہ لے
 اُم کر دی درگرفتن سُوئی گوش
 تو نے سان کو لے لے سامسم دیا
 رحمت او بیدست و بیکراں
 ہن کی رحمت لا انتہا اور لامحدود ہے
 سبق رحمت گشت غالب غضب
 رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے

عکس آں الہام دادی دھیمبر
 دل میں ہنس کے برنسس الہام کر دیا
 نہی کر دی از قساوت سُوئی ہوش
 عقل کو ستھ کرنے سے منع کر دیا
 او حکیم ست و کریم و مہرباں
 وہ مانا اور سنی اور مسلمان ہے
 اے بدیع افعال نیکو کار رب
 اے محبوب افعال اور اچھے کام والے خدا !

اے کڑبڑوں رحمت مرہون
 نے خدا سے وحی کیا بعد ہر
 آپ کا بیکر ہوا کہ میں ملکی لے
 آؤں اور میرے دل میں پ
 نے ہی ات پیدا کر دی کہ
 میں عشق کی خشتہ پر دم کر دیا
 قساوت ست و دل رحمت
 اور مودہ آفراتے ہیں باطنی دیا
 رحمت کا نام ہے۔

شرح

جب کہ میکائیل علیہ السلام سے بھی یہ خدمت لے لی گئی تو اسرافیل
 علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اس خاک سے مٹی بھراؤ یہ حکم سن کر
 اسرافیل علیہ السلام بھی زمین کے پاس آئے جب وہ آئے تو زمین نے حسب سابق پھر
 رونما شروع کیا اور کہا کہ اے فرشتہ تصور! اور اے بحر حیات! کہ آپ کے نفع سے مژدہ
 زندہ ہوتا ہے اور آپ جب صور پھونکیں گے تو بادل وجود یکہ ہڈیاں گلی مٹری ہوں گی۔
 مگر آپ کے صور سے محشر مخلوق سے بھر جائے گا اور آپ جب صور پھونکیں گے اور کہیں
 گے اے کشتگان کہ بلا آ یا تو مطلق دنیا مراد ہو۔ یا خاص کہ بلائے معروف والا دل ابرج آتم
 کو اعلان ہے تم اٹھو۔ تو آپ کی رحمت اور آپ کی توفیق سے عالم آخرت آپ کے
 زندہ کئے ہوئے لوگوں سے بھر جائے گا آپ مجھ پر رحم کیجئے کیونکہ آپ فرشتہ رحمت
 ہیں اور آپ حامل عرش و حامل مرجع عطایا ہیں۔

اب مولانا استطرادی طور پر فرماتے ہیں کہ عرش معدن بخشش و عدل ہے اور اس کے
 نیچے چار نہریں ہیں جو معرفت سے لبریز ہیں ایک دودھ کی نہر ہے دوسری شہد
 دائم کی۔ تیسری شراب کی۔ چوتھی آبِ بھاری کی۔ یہ چاروں عرش سے
 نکل کر بہشت میں جاتی ہیں اور اس عالم میں بھی اپنے مظاہر ہیں ان کا کسی قدر
 ظہور ہے گو یہاں وہ اپنی حرافت پر باقی نہیں ہیں۔ بلکہ آلودہ ہیں کس چیز سے فنائے۔
 ناخوش زہر سے۔ قضا و قدر نے ان چاروں کا پھینسا اس مگر خاک پر ڈال دیا۔

اور صورت امتحان پیدا کر دی ہے تاکہ لوگ ان کی اصل کو تلاش کریں اور وہ تدبیر کریں جس سے وہ حاصل ہو سکیں۔

مقصود تو ان کی دنیا میں ظاہر کرنے سے یہ تھا۔ مگر یہ ذلیل لوگ انہیں پر قانع ہو گئے اور انہی کو اصل سمجھ کر انہی میں منہمک ہو گئے اور پھر تم سے کہا ہے کہ ان چاروں کو دنیا میں بھی کسی قدر ظاہر فرمایا ہے۔

سوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے لیے ماؤں کو دودھ دیا ہے اور ہر اس عورت کے سینہ کو اس کا چشمہ بنایا ہے یعنی اس میں چشمہ بننے کی قابلیت رکھی ہے جو کہ اگر زندہ رہے تو بڑھیا ہو جائے [والشاذ کا معدوم فلم یعتد بالعواقب۔ ففی قولہ زال مجاز باعتبار ما تولد الیہ الامر۔ ففی قولہ ہر مجاز شان ففی قولہ چشمہ کردہ مجاز ثالث۔ فقدر] اور اسے افکار و مہموم کے دفع کے لئے شراب عطا کی ہے یعنی اس میں ان کے دفع کرنے کی خاصیت رکھی ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شراب جنت کے پینے والوں کو رنج و فکرا صلا نہ ہو گا اور پینا تو درکنار خود جنت میں جہاں وہ جاری ہے رنج و غم کا نام نہ ہو گا اور اس کا چشمہ باغوں میں۔۔۔ انگوروں کو بنایا ہے [فاثدا: یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب شراب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے تو پھر اسے پینے کی مانعت کیوں ہے اسلئے کہ اول تو شراب ایک عرصہ تک حلال رہی ہے اور اس کی خاصیت سے لوگ بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ پھر کسی شے کی خاصیت کا معلوم ہونا اس کی اباحت استعمال پر موقوف نہیں کیونکہ عاصین بکثرت ہیں ان کے ذریعہ سے اس کی خاصیت کا علم ہو سکتا ہے پس جبکہ یہ مصلحت اس کے عدم جواز کی صورت میں بھی حاصل ہے تو اب ضرورت نہیں ہے کہ اس مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے جو اس کی حرمت کے لئے مقتضی ہے] اور اسے جسم بیمار کی دوا کے لئے شہد عطا فرمایا ہے اور اس کا چشمہ باطن مگس کو قرار دیا ہے اور اسے عام طور پر اصول و فروع کو پانی دیا ہے کہ وہ اسے پاکی حاصل کریں۔ اور پیئیں۔ اور یہ تمام اسلئے کیا ہے کہ تم ان سے ان کے اصولوں کا پتہ چلاؤ اور ان کے

حاصل کرنے کی تدبیر کر د۔ لیکن تم نے یہ بیہودگی کی کہ انہی پر قانع ہو گئے اور انہی کو مقصود سمجھ بیٹھے۔

افسوس ہے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب زمین کا قصہ سنو کہ وہ اسرافیل علیہ السلام سے کیا جادو کی باتیں کرتی ہے۔ ہاں تو۔ زمین اسرافیل علیہ السلام کے سامنے منہ بگاڑ کر سینکڑوں صورت سے خوشامد کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدائے ذوالجلال اور پاک کے لیے۔ تم قہر کو مجھ پر جائز نہ رکھو۔ بلکہ مجھ پر رحم کر د۔ مجھے اس کا روائی سے پتہ چلتا ہے کہ مجھے تکلف بنایا جائے گا اور اس کی میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ آپ فرشتہ رحمت ہیں آپ کا کام رحم ہے لہذا مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے نہ سٹائیے کیونکہ مجھ کی کسی جانور کو نہیں ستاتا۔ اور اے ارباب تکلیف کے۔ لئے موجب شفا اور سراپا رحمت۔ آپ بھی وہی کریں جو آپ کے دونوں کار۔ پیشتر دے کر دیا ہے۔

یہ سن کر اسرافیل علیہ السلام فوراً لوٹ آئے۔ اور زمین کی معذرت اور پورا واقعہ حق سبحانہ سے عرض کر دیا اور کہا کہ اے بدیلح افعال اور نکو کار پروردگار! آپ نے ظاہر میں تو یہ حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور میرے قلب میں القاء فرمایا کہ اچھا جانے دو اور کان میں حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور دل میں سنگدلی سے ممانعت فرمادی اور فرمادیا کہ اس کی رحمت بے حد اور بے انتہا ہے وہ حکیم اور کریم اور مہربان ہے اس کی رحمت غضب کے فائق ہو کر اس پر غالب ہو گئی ہے۔ لہذا میں خالی ہاتھ واپس چلا آیا [خلاصہ یہ کہ جب زمین نے گریہ و زاری کی۔ تو مجھ پر یہ خیال غالب ہوا کہ حق سبحانہ کریم و رحیم و رؤف ہیں وہ اس گریہ و زاری کو نظر انداز نہ کریں گے۔ اور ضرور اپنے حکم کو منسوخ فرمائیں گے نیز اس کی حالت قابل رحم ہے اس پر رحم کرنا چاہیئے۔ اور سنگدلی سے کام نہ لینا چاہیئے اور چونکہ میں نفس سے منزہ اور شیطان کے تسلط سے بالاتر تھا اس لئے میں ابچھ اس مخفی حکم کو ناسخ حکم ظاہر بچھا۔ اور واپس لوٹ آیا۔

فرشتان عزرائیل علیہ السلام ملک العزم والحزم را بگرفتند

ادامہ کی پختگی اور بخت گیری کے لئے (حضرت عزرائیل علیہ السلام کو منشی پر قبضہ خاک تا ساختہ شود جسم آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

یعنی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) والسلام چالاک و راست کار و اتفات ناگردن عزرائیل

چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین علیہ السلام بر تضرع خاک کی آواز داری کی طرف دھیان نہ دینا

کہ میں اس خاک پر تخیل را کہ اس غماض سے ہماری زمین کو دیکھ

مشت خاک کے زوہد یاد میں ہوتا۔ خبردار! جلد اس میں سے ایک ٹہنی پڑے آئے

سوئے کرہ خاک بہرہ اکتفا تفتاد کرنے کے لئے زمین کے کئی کئی جانب

و ادسو گندش بے سو گند خورد اس کو قسم دی۔ بہت سی قسمیں کھائیں

اے فطاع الامرانندہ عرش و فرش بے فرش اور فرش کے اندر عدم و سردار!

رو بحق آنکہ با تو لطف کرد اس ذات کے فضل میں چلے جائیے جس نے آپ کو ہر ادا کی

پیش او زاری کس مردودیت اس کے دربار میں کسی کی آواز داری مردود نہیں ہے

اے تراز حق فضیلت بے شمار اے وہ کتاب کے اذاتانی کی جیسے پائیدار

رویتا ہم ز امر او ستر و علن اس کے حکم سے ظاہر و باطن میں لکھ کر موشوں

ہر دو امر اندایں بگیری از را و علم دونوں حکم میں اذرتے ہیں جس حکم کی امتیاز کر سکیے

گفت یزداں زود عزرائیل را (اذا قالے) اے یزداں عزرائیل سے فرما

آں ضعیف ال ظالم را بیا کر زود ظالم، مریض کے پاس پہنچ

رفت عزرائیل سر ہنگ قضا صحت کے ہماری (حضرت عزرائیل) کا دہرے گئے

خاک بر قانون نفیر آغاز کرد منشی پہلے کے مطابق چھوڑا شروع کو کیا

کے غلام خاص کو محال عرش لے خاص بندے اور لے عرش کے کھانڈیروں

لے بحق رحمت رحمن فرد عین رحمان کی رحمت کے فضل میں چلے جائیے

حق شاہے کہ جزا و معبودیت اس شاہ کے فضل میں جس کے ہر اکوئی سہر نہیں ہے

حق حق حق کہ دست از من بدار (اذا قالے) اے حق کے فضل میں مجھ سے ہتھ دھار کر دو

گفت نتوانم بدین افسوں کہ من ان احوال نے کہا میں اس سترے میں نہیں کہیں ہر ایک کو

گفت آخر امر فرمود او حکم اس نے کہا آخر اس اذاتانی نے فرمایا کہ میں ہر ایک کو

لے فرستادی حضرت عزرائیل کے تمام ہرمانے ہر اذاتانی نے عزرائیل کو منشی لینے کیلئے

بھیجا۔ جسم بخت اور عزم و بخت کاری چالاک و راست کار۔ جس کی صفت ہے۔

لے گفت۔ اذاتانی نے عزرائیل کو حکم کیا کہ زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی جانب سے تفتاد کر کے زمین کے کئی کئی

اب مجھے جسم میں نہ لے جا۔ اور یہیں رہنے دے تاکہ میں اس باغ میں گل چھڑھاؤں
اور اس کے جواب میں حق سبحانہ فرمائیں کہ اچھا تمہاری دعا ہم نے قبول فرمائی تم لوہیں
نہ جاؤ۔ اب تم سمجھو کہ یہ سونا اسکو نہایت قدر اچھا معلوم ہوگا۔

یقیناً یہ سونا اسکو نہایت آرام دہ ہوگا اور ایسا ہوگا جیسے کوئی بے موت جنت
میں چلا جائے۔ ایسی حالت میں کیا وہ جاگئے اور اس جسم کی خواہش کر گیا جو کنوئیں
میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے ہرگز نہیں۔ پس یہی حالت اہل اللہ کی سمجھ لو کہ موت
ان کے لیے نہایت آرام دہ ہے اور وہ کسی زندگی کی ہوس نہیں کرتے اور جسکے چھوٹنے
کا انکو بالکل ہی رنج نہیں ہوتا۔

یہاں تک مضمون تائیدی کو ختم کر کے مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور
فرماتے ہیں کہ جب تجھے اہل اللہ کی حالت معلوم ہوگئی کہ وہ عقلی کے طالب اور دنیا سے
بارب۔ اور عالم سفلی سے متنفر اور عالم علوی کے شائق ہیں تو آخر تم بھی تومومن ہو۔ تم بھی
مرد بنو۔ اور میدان کارزار میں آؤ۔ اور نفس و شیطان جو کہ تم کو دنیا ہی میں مجبوس
رکھنا چاہتے ہیں ان سے مقابلہ کرو اور انہیں مغلوب کر کے عالم بالا کے طالب بنو۔
کیونکہ تم اصحاء علوی ہو اور ایک وقت میں تم عالم بالا میں رہتے تھے پس تمکو اپنے
وطن اصلی کی طرف لوٹنا چاہیئے اور جو تمہیں دارالغربت میں مجبوس رکھنا چاہیں انکو
مغلوب کرنا چاہیئے۔ پھر اسکی صورت یہ ہے کہ اس توقع پر کہ عالم بالا کا رشتہ تمہارے
ایسے کھول دیا جائے تم کو نوافل میں رات بھر یوں کھڑا رہنا چاہیئے جیسے شمع محراب کے
سامنے کھڑی ہوتی ہے اور فرط شوق عالم بالا سے تمام شب یوں جلتے رہتے اور رات
رہنا چاہیئے جیسا کہ شمع سر بریدہ کرتی ہے اور کھانے پینے سے منع بند کر کے یعنی بکرت
روزہ رکھ کر خوان آسمانی (غذا و ریحانی) کی طرف دوڑنا چاہیئے۔ اور عالم بالا کے
شوق میں بید کی طرح جھومتے ہوئے آسمان سے غذائے روحانی کا منتظر رہنا چاہیئے
اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر عالم بالا کا راستہ کھل جائے گا اور تم بہ سیر روحانی معنوی عالم
بالا پر پہنچ جاؤ گے۔

شاید تم خیال کرو کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اسٹیج ہم کہتے ہیں کہ دیکھو! ہر دم عالم بالا سے پانی اور گرمی آتی ہے اور تمہارا رزق بڑھاتی ہے کیونکہ پانی سے نباتات پیدا ہوتے ہیں اور گرمی سے غلہ وغیرہ کچھتے ہیں — پس جبکہ عالم بالا سے پانی اور آگ کا آنا ممکن ہے تو اگر تمہیں عالم بالا پر لے جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں پس تم اپنے عجز کو نہ دیکھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں بلکہ تم تو طلب پر نظر کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو اسے قوت دو۔ کیونکہ یہ طلب تمہارے اندر خدا کی رکھی ہوئی امانت ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حق سبحانہ تم کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر طالب مطلوب کے لیے زیبا ہے۔

پس جبکہ خدا نے تمہارے اندر طلب پیدا کی ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ ایک وقت میں تم مطلوب حق ہو گے اور جب تم مطلوب ہو گے تو اس وقت تمہارا حق سبحانہ تک پہنچ جانا کچھ بھی دشوار نہ ہوگا۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری طلب ٹھے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق سبحانہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے اور تمہارا دل اس چاہ تن سے نکل جائے گا اور تم عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے یعنی تم کو حق سبحانہ اور عالم بالا سے تقرب معنوی اور تعلق خاص ہو جائے گا اس وقت تمہاری یہ حالت ہوگی کہ جب تم مر جاؤ گی تو لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بے چارہ مر گیا اور تم کہو گے کہ اے بیخبرو! میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں کیونکہ جو حقیقت حیات ہے یعنی حیاتِ روحانی وہ مجھے حاصل ہے اور اگر میرا جسم اور جسموں کی طرح مردہ ہے تو کچھ پڑا ہ نہیں ہے کیونکہ مجھے تعلیم دائم کے سبب کمال خوشی حاصل ہے اور جب کہ مجھے لذت و عیشِ روحانی حاصل ہے تو اگر میرا جسم مردہ ہے تو کچھ بات نہیں کیونکہ اگر سونے کی حالت میں کسی کی جان گل

نسرین میں ہو تو اس وقت اگر اس کا جسم گوبر میں بھی پڑا ہو۔ تو بھی اسے کچھ پڑا ہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سونے والے کی روح کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کا جسم باغ میں سورا ہے یا کوڑی پر۔ بلکہ اس کی جان عالم سرگ یعنی عالم ارواح میں ”یائنت قومی یحلمون“ کا نعرہ مارتی

ہوتی ہے اور کہتی ہوتی ہے کہ اے کاش! یہ لوگ جو میرے جسم کی حسرتہ حالت پر کڑھ رہے ہیں میرے عیش اور کامرانی کو دیکھیں اور اپنی جہالت پر متنبہ ہوں۔

اس مقام پر استطراداً ایک شبہ کا دفع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تقریباً یہ ہے کہ حیات جسمانی تو بے شک ایک شے ہے لیکن حیات روحانی جو حیات جسمانی سے بڑھ کر ہے اور جسکی حصول کے بعد حیات جسمانی کی پڑاہ نہیں ہوتی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بدون جسم کے روح کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ **فَالسَّامَاءُ دُخَانٌ** یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسم آسمان پر نہیں جاسکتا۔

تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر جان بدون اس جسم کے زندہ نہیں رہ سکتی تو آسمان کس محل ہوگا۔ اور وہاں رزق کس کو ملے گا۔ ضرور اس کا یہی جواب ہوگا کہ روح کو پس جبکہ آسمان میں غذا روح کو ملے گی اور غذا بدن حیات کے متصور نہیں تو حیات روحانی ثابت ہوگئی خیر! تو ہم نے کہا تھا کہ اگر تم ایسی حالت میں مر جاؤ گے تو لوگ تمہیں مردہ سمجھ کر تم پر افسوس کریں گے مگر تم کو اسوقت ایک نئی حیات حاصل ہوگی اور تم اپنی مردہ سمجھنے والوں کی حالت پر افسوس کرو گے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس وقت تم اس غذائے قلیل و کثیف سے نکل کر اعلیٰ درجہ کی غذا میں پہنچ جاؤ گے جس کی یہ حالت ہوگی کہ اگر اس میں سے ہزاروں رطل کھا جاؤ تو نہ تم آلودہ بخاست ہو اور نہ طبیعت پر کچھ گرانی ہو۔ بلکہ پاک صاف اور پری کی طرح ہلکے پھلکے خیلے جاؤ اور یہ حالت ہوگی کہ باؤ رک کر تم کو مبتلائے قویج نہ کرے گی۔ سو یہ تمہاری جان کے درپے ہو جاوے گی کیونکہ اگر تم کم کھاؤ گے تو کوئے کی طرح بھوکے رہو گے اور بھوک تمہیں تکلیف دیگی اور اگر پیٹ بھر کر کھاؤ گے تو ڈکاریں تمہارا دماغ پریشان کریں گی۔ فیض کم کھاؤ گے تو بھوک سے بد مزاجی اور خشکی اور گرمی پیدا ہوگی جسکی دق ہو جانے کی اور زیادہ کھاؤ گے تو جسم بد معنی کا مستحق ہوگا۔

غرض کہ غذائے جسمانی ہر طرح موجب تکلیف ہے پس جبکہ بھوکا رہنا بھی موجب

تکلیف ہے اور پیٹ بھرنا بھی۔ تو اس تکلیف سے نجات کی کیا صورت ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تم حق سبحانہ کا کھانا اور وہ زود ہضم غذائیں غذائے روحانی کھا کر ایسے خطرناک دریا یعنی دریائے تکلیف پر کشتی کی طرح سوار ہو جاؤ۔ اور بے خطر اس دریا کو طے کر جاؤ یعنی اس تکلیف سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ غذائے روحانی کے عادی ہو جاؤ اور غذائے جسمانی کو چھوڑ دو۔

فائدہ: اس تدبیر سے بدنہمی کی تکالیف سے نجات پانا تو ظاہر ہے مگر بھوک کی تکالیف سے نجات پانے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب رفتہ رفتہ آدمی بھوک کا عادی ہو جائے گا تو پھر بھوک اس کو تکلیف نہ دیگی لان العادۃ کا طبیعتہ الثانیہ چنانچہ جو لوگ سنگھیا کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ تو لوں سنگھیا کھا جاتے ہیں مگر وہ انہیں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر غذائے روحانی سے روح کو قوت ہوگی اور روح کی قوت سے طبیعت کو قوت ہوگی اور قوت طبیعت امراض کو دفع کرے گی۔ اور بالاس ہمس اگر کوئی مرض پیدا ہوا تو گو اس طبعی تکلیف ہو۔ مگر وہ تکلیف اس لئے غیر معتد بہ ہوگی کہ اس پریشانی نہ ہوگی۔ اور اصل موزی پریشانی ہے نہ کہ تکلیف پس یہ تکلیف کا معدوم ہوگی۔ ہذا علیٰ عندنا واللہ اعلم

جب تکلیف غذائے جسمانی سے بچنے کی تدبیر معلوم ہوگی تو اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طعام اللہ کیونکر ملے۔ سو اس کی تدبیر یہ ہے۔ غذائے حق سبحانہ کے منتظر رہتے ہوئے روزوں کی تکلیف پر صبر اور ان پر ملاومت کرو کیونکہ حق سبحانہ جو کہ حکیم اور حلیم ہیں اپنے عطایا انتظار کی حالت میں دیتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ رُطبی کا انتظار پیٹ بھر نے کو نہیں ہوتا اور اس کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ خوراک مقرر سویرے آئے گی یا دیر میں۔ برخلاف بھوک کے کہ وہ ہر وقت یہی کہتا ہے کھانا کہاں ہے اور بھوک کے سبب وہ ہر دم اس کا منتظر رہتا ہے اس لئے ضرورت ہے بھوک اور روزہ کی۔ تاکہ تم کو خوراک کا انتظار ہو اور وہ غذائے روحانی تم کو ملے ورنہ جبکہ تم بھوک کے نہ ہو گے اور اس لئے تم کو انتظار نہ ہی ہوگا تو وہ کثیر المقدار غذا تم کو نہ ملے گی پس تم مردانہ خوان آسمان کے منتظر بنو۔ اور روزہ

پر ملا دمت کر کے بھوکے رہو کیونکہ ہر بھوکے کو انجام کار غذا مل جاتی ہے اور آفتاب دولت اس پر تاباں ہوتا ہے۔

سین قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالی ہمت مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو میزبان اس کے لیے بہتر سے بہتر کھانا لاتا ہے۔ مجسّم فقیر یا بخیل میزبان کے وہ تو ضرور ایسا نہیں کرتا۔ پس تم غذائے جسمانی سے نفرت پیدا کرو۔ تاکہ تم کو بہتر غذا یعنی غذائے روحانی ملے اور حق سبحانہ کی نسبت جو کہ رازق کریم ہیں۔ مغسّی یا بخیل کا لگام بدنہ کرو اور تم پہاڑ کی طرح سر اٹھاؤ۔ تاکہ سب سے پہلے آفتاب رحمت کا نور تم پر پڑے کیونکہ پہاڑ کی چوٹی خورشید سحر کی منظر ہوتی ہے تو سب سے پہلے آفتاب اسی کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرتا ہے۔

غرض کہ تم اپنے اندر غذائے روحانی کی طلب اور اس کا انتظار پیدا کرو۔ (فائدہ قولہ کہ نہ جس باد و قنچت کند۔ چار میخ محدہ آہ سخت کند، کی شرح میں محمد رضا نے کہا ہے۔ حاصل آنکہ ترا غذائے روحانی نہ جس باد و قنچت کند و نہ پیائے بند محدہ کشید گرداند۔ و محدہ کشیدن در زیر بار طبل شکم در آمدن باشد انتھائے اور ولی محمد نے بھی اسی مضمون کو قائم کر رکھا ہے لیکن یہ مضمون ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ نسخہ کہ نہ جس باد و قنچت بواو عاطفہ ہوا اور ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے اسلئے ہم نے شرح میں بیت مذکورہ کے مصرع اول کو مضمون بالا سے مرتبط قرار دیا ہے اور مصرع ثانی کو علیحدہ مضمون اور باعہ مرتبط ٹھہرایا ہے اور یہ ہی مضمون ہم کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ کا: قولہ کم خوری خوئے بد خشکی و دق میں ولی محمد نے دق کو بجازا بمعنی لاغری قرار دیا ہے مگر ہم نے ترک حقیقت کی ضرورت نہیں خیال کی۔

فائدہ کا: قولہ باش در روزہ شکیبا و مصرعی قولہ آفتاب دولتی بر مے بتا پر بادی النظر میں ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ترک غذائے جسمانی سے اور بھوکا رہنے سے تو غذائے جسمانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا۔ نہ کہ غذائے روحانی کا

پھر اس خواہش اور انتظار پر غذائے روحانی کا ترتیب کیونکر ہوگا۔

سو حل اس شہر کا یہ ہے کہ اس ترک اکل کا منشا غذائے جسمانی سے نفرت اور غذائے روحانی کی رغبت ہے کیونکہ وہ وسیلہ ہے حصول غذائے روحانی کا۔ پس اس غذائے جسمانی کا انتظار نہ بڑھے گا۔ بلکہ اس غذائے روحانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا۔ کیونکہ اختیار وسیلہ میں جس قدر مشقت اور زحمت کا سامنا ہوتا ہے اسی قدر مغلوب کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے مثلاً جب کوئی مسافر کسی مقام کے قصد سے چلتا ہے تو جس قدر سفر کی تکان زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وصول کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے۔

پس جبکہ آدمی اس غرض سے بھوکا رہے گا کہ شوکت و صولت نفس ٹوٹے اور ہم میں غذائے روحانی کی قابلیت و استعداد قریب پیدا ہو۔ اور اس طرح ہم کو غذائے روحانی مل جائے تو جس قدر بھوک سے اُسے تکلیف ہوگی اسی قدر اس کی یہ خواہش بڑھے گی اور اتنا ہی غذائے روحانی کا انتظار بڑھے گا۔ فائدہ الاشکال۔

در جواب آل مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایس جہاں اگر
اُسں بخت کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہاں کا ہی تھا ہذا اگر
مرگ بنوئے و خوش بودے ملک دنیا اگر زوالش بنوئے
مرگ نہ ہوتی اور دنیا کی ملکات و نعمتیں ہوتی اگر مرگ نہ ہوتا نہ ہوتا
وَعَلَىٰ هٰذَا الْوَيْدِ مِنَ الْفُشَارَاتِ
اور اسی طرح کی جو اسیں

آل یکے میگفت خوش بود جہاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا بخت ہوتی
آل در گفت از نبود مرگ هیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی
خرمنے بودے بدشت افزائے
جنگ میں آجیڑا ہوا ایک کلبان ہوتا
گر بنوئے پلے مرگ اندریاں
اگر موت کا ہاؤں درسیاں میں نہ ہوتا
کہ نیز زیدے جہاں بیج بیج
نہ پڑی دنیا ایک بیج کی نہ ہوتی
مہل واکوفتہ بگذاشتہ
بیکار بغیر گہائے ہونے چھوڑا ہوا

آلے آن کے۔ یہ بخت دنیا
کی آدمی زندگی کا شوق تھا۔
آل در۔ دوسرے شخص جو کہ
تھا اس نے کہا کہ دنیا کی
زندگی تو محض اس لئے ہے کہ
جہاں آدمی کہتا ہے ہم کرے
تو آخرت کی چیز کی زندگی
کا کام نہیں اگر موت نہ ہو اور
آخرت تک نہ پہنچا جائے تو
پھر دنیا کے اعمال کی مثال
فوس کہنا کی کی ہے جو
جتنی دنیا میں بیجے جائے پھر
بھٹکا جائے

مرگ را تو زندگی پنداشتی
قرنے موت کو زندگی سمجھا
عقل کا ذب ہستہ و معکوس ہیں
بہر عقل عقل خدا کثرت دیکھنے والی ہے
اے خدا بنمای تو ہر چیز را
اے خدا! تو ہر چیز کو دیکھ رہا ہے
بہیچ مژدہ نیست پر حسرت مرگ
بہیچ مژدہ نیست پر حسرت مرگ
کل کرنے والا موت پر حسرت ہے تو نہیں ہو
ورنہ از چلے بصر او فتاد
ورنہ وہ کھڑے سے بھی جی آگے
زین مقام مآتم و تکیس بناخ
اس پر کی جگہ اور تنگ ہانے سے
مقصد صدقے ذی الوان در مرغ
سچائی کا شکار، نہ ہوش کا غلبہ
مقصد صدق و طیس حق شدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن گیا
ورنہ کردی زندگانی تنبیر
اگر تھے سترہ زندگی بسر نہیں کی ہے

تخم را در شور و خا کے کاشتی
بجھ کر شور زمیں میں بکھیر دیا
زندگی را مرگ بینداں غیبیں
وہ پائل زندگی کو موت سمجھتی ہے
آپنا تاکہ ہستہ در خدہ سر را
جس حسرت کو کہ دھڑکے کے گھر میں ہے
حشرش آنت کش کم بود مرگ
اس کی یہ حسرت ہے کہ میں کاغذ کہے
در میان دولت و دیش و گشاد
دولت اور غریب اور غرض میں
نقل اقدارش بصرے فراخ
وہ دیکھتا ہے جس میں منتقل ہو گیا
باد و خاصی دستہ ز دوزخ
خصوصی مشرب، نہ کہ بھان کی منتقلی
رستہ زین آب و گل آتش کدہ
آتش کدہ کے جس آب و گل سے بھرا ہوا
یکد و دم ماندست مراد بکسیر
ایک دھڑکے میں باقی رہے ہیں غرور و سوتا نیکار

تھوڑے۔ انہری زندگی
کے متاد میں دنیا کی زندگی
بہر موت ہے جس کا زندگی
سمجھتا ہے عقل ہے بیوقوف
وہ جس میں کے حاصل
نہیں۔ اسے خدا خدائی
حق میں نیکی چیزوں
کو دیکھتا ہے۔ وہ کاشتی ہے
ماتم دنیا ماتم کہ ہے
نقل کرنے کے اندر میں آخر
کے وسیع مقام پر منتقل ہوتا
ہے۔ منتقلی، دیش و گشاد
میں ہے ایسی انتظامیاتی
منتقلی و تھوڑے منتقلی
منتقلی و تھوڑے منتقلی
جو لوگ پر ہر گاہ میں آتے ہیں
اور ہر گاہ میں کی جگہ میں
بناش کا مقصد ہوتا ہے۔
قدہ کردی اگر قاب ملک
آخرت کی تھوڑے میں کرنا
اب کرنے اور موت سے پہلے
مراد و موت اختیار کرنے
تھوڑے میں اب یہ منتقلی
ہے کہ کاشتی میں کاشتی
کیا منتقلی میں منتقلی

یہ بتا رہا ہے کہ
زندگی کی حالت کی منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی
کے تھوڑے میں منتقلی



شرح

جب تم کو مضمون بالا سے معلوم ہو گیا کہ دنیا بے پایاں ہے اور اصل
شے آخرت ہے اور انقطاع تعلق دنیا اور موت جسمانی پر۔۔

افسوس نہ ہونا چاہیئے۔

تو اب ایک واقعہ سنو۔ جسکی مضمون بالا کا مزید ثبوت ہو وہ یہ کہ ایک شخص

آپسے خدا تعالیٰ کی کرمی حالت میں ہیں دکھا دے۔ نتیجہ جب مرے پر دنیا اور موت کی حقیقت مل جاتی ہے
تو میرے ہر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے حال سے تسکین کی بات فرماتا ہے۔

کہہ رہا تھا کہ دنیا بڑے مزے کی چیز ہوتی بشرطیکہ موت کو اسے تعلق نہ ہوتا چونکہ اس بیان سے حیات جسمانی کی فضیلت اور موت کی بُرائی ظاہر کی گئی تھی جو کہ خلاف واقع تھی اسلئے دوسرے شخص نے اس کہنے والے کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا اور کہا کہ یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دنیا اور جسمانی زندگی میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ موت ہی کے سبب ہے

ورنہ اگر موت بالکل نہ ہوتی - تو دنیا کوڑی کے کام کی نہ تھی - کیونکہ دنیا میں خیر و شر مخلوط ہیں ان کا امتیاز موت سے ہو گا اور اعمال حسنہ اسی وقت قابل انتفاع ہوں گے جب آدمی مرے گا اور اس عالم سے اس کا تعلق منقطع ہو گا - ایسی صورت میں اگر موت نہ ہوتی اور دنیا میں خلود ہوتا تو اسکی ایسی مثال ہوتی جیسے کھیت میں غلہ کا انبار لگا ہوا ہو - اور وہ بے کار اور بے گاہا ہوا پڑا ہو - جس میں گیہوں اور جھوسہ ہر دو مخلوط ہوں اور اس وجہ سے گیہوں نا قابل انتفاع ہوں اسلئے دنیا بالکل لغو اور بیکار شے ہوتی - پس ثابت ہوا کہ موت دنیا کے اندر خوبی پیدا کرنے والی ہے نہ کہ اُسکے خوبی کو کھونے والی - تم جو حیات دنیوی کو جو کہ حقیقت موت ہے زندگی سمجھ رہے ہو - یہ ایک فعل عبث اور حرکت لائینی کرتے ہو اور گویا کہ زمین شور میں بیج بوتے ہو -

(فاائدہ مرگ راتو زندگی پنداشتی الخ کی تقریروں میں بھی لکھی سکتی ہے کہ تم چونکہ حیات جسمانی کو جو کہ فی الحقیقت موت ہے زندگی سمجھتے ہو اور اسلئے اس کی بقا کی منتا اور موت سے نفرت کرتے ہو اسلئے لازم ہے کہ جو اعمال تم کو دے - وہ محض فضول کرتے ہو کیونکہ نتیجہ تو ان کا موت سے ظاہر ہو گا اور موت تم چاہتے نہیں تو ان کا عبث ہونا لازم اس تقدیر پر یہ دوسرا عنوان ہو گا قائل کی تحقیق و تجسس کا - ہذا ہوا لا وجه عندی واللہ اعلم بالصواب)

یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے مولانا فرماتے ہیں کہ اُس قائل کو حقیقی عقل حاصل نہیں جو اشیاء کو علی ماہی علیہ دکھلاتے تھے بلکہ اسکو عقل کا ذب حاصل ہے یعنی ایک ایسی جس اسکو حاصل ہے جو حقیقت میں عقل نہیں بلکہ عقل کے مشابہ ہے اور عقل

کاذب کا خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کو الٹی دیکھتے ہیں اسلئے وہ بُتلانے خسارہ شخص زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتا ہے۔ یہ وجہ ہے اسکی اس غلط خیال کی۔

اُس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہم کو حقیقی عقل عطا فرما۔ اور اس فریبکے گھر دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کو ایسا دکھلا جیسے کہ وہ افع میں ہے تاکہ ہم اس شخص کی طرح غلطی میں پڑ کر خسارہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مناجات سے فارغ ہو کر پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر واقع میں موت حیات ہے اور حیات موت تو مردوں کو زندگی کی حسرت کیوں ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کو زندگی کی حسرت موت کے سبب نہ ہوگی اور اس کا منشاء یہ نہ ہوگا کہ موت بُری شے ہے اور زندگی اچھی چیز۔ بلکہ اسکی وجہ یہ ہوگی کہ مرنے کے بعد اُسے موت کی خوبی ظاہر ہوگی اور اسکی اعلیٰ اثرات کا حصول اعمال حسنہ پر موقوف ہوگا۔ پس اس کو اپنے اعمال کی کمی پر افسوس ہوگا اور وہ کہے گا کہ اگر کچھ اور دنوں زندہ رہتے تو ہمیں مرکز زیادہ فائدہ ہوتا۔ لیکن اگر یہ افسوس نہ ہو تو صرف حیات جسمانی کے زوال اور دنیا کے چھوٹنے کا کچھ بھی غم نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو کنوئیں سے نکل کر لقمہ و دق میدان میں دولت اور عیش اور خوشی میں پہنچا ہے اور تو مقام رنج و غم اور جلنے تنگ سے ایک وسیع جنگل میں منتقل ہوا ہے جو کہ اس کا اصلی اور باقی رہنے والا ٹھکانہ ہے اور دنیا کی طرح جھوٹا گھر نہیں ہے اور جو کہ اصلی شراکی طرح مستی و اذیت کھتا ہے اور مٹی کی طرح اس کی سستی بے حقیقت نہیں اور وہ تو اصلی اور واقعی مقام میں خدا کا مقرب ہے اور اس آفتِ گلی (عالمِ ناسوت) سے جس کو محلِ آلام و تکالیف ہونے کی وجہ سے آتش کہہنا مناسب ہے، جھوٹا ہے پھر اسے جیسے کی حسرت اور موت کا رنج کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس تم کو دنیا پر خاک ڈال کر اپنی آخرت سنوارنا چاہیے۔ اگر تم اب تک دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی نہیں جیے ہو تو خیر کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں ابھی میں اپنی

حالت درست کرو۔ اور اہل اللہ کی موت مرو۔ حق سبحانہ کی رحمت بہت وسیع ہے
 وہ اس حالت میں بھی تم پر رحمت کریں گے پس تم کو یا کسی نہ ہونا چاہیے
 اور اسلئے رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے اس وقت تم کو ایک واقعہ سناتے ہیں
 جسے حق سبحانہ کی رحمت کی وسعت اور امید رحمت کی فضیلت ظاہر ہوگی۔ سنو!

فَمَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى الْمُعْطَى النِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا
 اسی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو اس مقام پر ہے، یہ نہیں دیکھ سکتے
 وَهَذَا الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَفَّظُوا وَرَبُّ بَعْدِ
 وہی ہے جو بارشیں برساتا ہے دلوں کی بارش کے بعد اور بہت سی دلیاں ہیں
 يَوْرَثُ قُرْبًا وَرَبٌّ مَعْصِيَةٍ مَيْمُونَةٍ وَرَبُّ سَعَادَةٍ تَائِي
 جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے نعمان، یہی جو بارگاہِ ہمدرد بہت سی سعادیں ہیں
 مِنْ حَيْثُ يُرْجَى النِّعَمُ لِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ يُبْدِلُ سَمِيئَاتِهِمْ حَسَنَاتًا
 جو اچھے سے خال پر جاتی ہیں جہاں سے نیک کی توقع ہوتی ہے ان کے بدلے میں نیک کر دیتا ہے

لے کر دیتا ہے۔ یہی وہ
 نازل ہوا اس سبب سے کہ
 ہے۔ وہی مہربان ہے
 گناہ اور نیکیت کے بعد
 اللہ تعالیٰ کی رحمت
 کی رحمت کے بعد
 کر دیتا ہے۔ یہی وہ
 برساتی ہے۔ یہی وہ
 سے نکلے گا۔ یہی وہ
 دروازہ ہے جس سے
 جیتے گی۔

لے گا۔ یہی وہ رحمت
 انسان پیدا کرتا ہے۔ یہی وہ
 جو جانیں گے۔ یہی وہ
 ہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہی وہ
 جس کا ہر لمحہ رحمت ہے۔ یہی وہ
 جس کو رحمت ہے۔ یہی وہ
 اس میں ہر لمحہ رحمت ہے۔ یہی وہ
 کسی اور سے کہ رحمت ہے۔ یہی وہ
 لے جاتا ہے۔ یہی وہ
 عالم میں ظالم کی مدد نہ کرے
 ہی لے جاتا ہے۔ یہی وہ
 برآمد ہے۔ یہی وہ
 کے ذریعہ پہچان لے گی جو
 غلامی کے ذریعہ پہچان لے گی جو
 جس طرح کہ یہی وہ
 بہت ایک دوسرے کی پہچان
 لیتے ہیں۔ یہی وہ
 میں اپنے جو کہ پہچان لیتا
 ہے۔ یہی وہ
 سے جس کو یہی وہ
 جہز احقر ہے۔ یہی وہ
 حشر کو کہو۔

در حدیث آمد کہ روزِ رستخیز
 حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن
 نفعِ صورتِ امرست از زردانِ پاک
 صورت کا نفع خدا کے پاک کا حکم ہے
 باز آید جانِ ہریک در بدن
 ہر ایک جان میں جس میں داپس آجائے گی
 جانِ تن خود را شناسد وقتِ وز
 دن کے وقت مدد اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے
 جسم خود را شناسد و درے زود
 اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں پہچان لیتی ہے
 جانِ عالم سوئے عالم میرود
 عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے
 کہ شناسا کردش عالم را
 کہ چونکہ ان کو عالم خداوندی کے شناسنا پڑا ہے
 پائے کفش خود را شناسد و در علم
 اہم چیزوں میں پاؤں اپنے جو کہ پہچان لیتی ہے
 امر آید ہر کیے تن را کہ خیر
 ہر جسم کو حکم ہو گا کہ آفہ
 کہ بر آید اے ذرا تر سوز خاک
 کہ ہے ہر چیز! یہی ہے سوزِ اہلِ دار
 بہت وقت صبح ہو شمسِ یدین
 جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہر شمس آجائے
 زرباس خود را آید با فرد
 روح کے ساتھ اپنے لباس میں آجائے گی
 جانِ زرد گر سوئے دزدی کے زود
 سونہ کی روح، دزدی کی جانب جاتی ہے!
 روحِ ظالم سوئے ظالم میرود
 ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے
 چونکہ بڑے ویش وقت صبح
 جس طرح کہ بڑے ویش وقت صبح کے وقت
 چوں نماند جانِ تن خود را شناسد
 لے ستم! اور اس اپنے جسم کو کہ پہچان لیتی ہے!

صبح حشر کو چکا است اے متیر

اے پندہ کے طالب ! صبح بھرتی قیامت ہے

آجمنان کہ جاں پتہ رسوئے طیں

جس طرح رسوئے ہم کی ہمت کی طرف پرواز کرتا ہے

در کفش بہند نامرغسل وجود

اُس کے ہاتھ میں وہی ہے کفن اور عمارت امانت

چوں شود بیدار از خواب او سحر

جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا

گر ریاضت اداہ باشد خجئے خوش

اگر کس نے اپنی عبادت کی اصلاح کر لی ہوگی

ور بند اودی خام و زشت و ضلال

اگر وہ عمل کچھ اور بھلا اور اگر ایسی حق

ور بند اودی پاک بالقوی و دین

اور اگر وہ عمل پاک اور تقویٰ اور دیندار تھا

بست مارا خواب بیداری ما

ہمارا سنا اور جاگتا ہمارے لئے

حشر اصغر حشر اکبر را نمود

بھولتی قیامت نے بڑی قیامت و کما دی

لیک ایں نامرغیاست نہاں

لیکن یہ امانت نامرغیاست اور بے مشیہ ہے

ایں خیال نہ بخاںہاں پیدا اثر

یہ خیال بہانہ چھا ہوا ہے آخر پیدا ہوگا

در مہند سن میں خیال خانہ

انجمن میں کسی قسم کا تقصد دیکھ

اں خیال از اندول کیڈیڑوں

وہ خیال اندر سے ابھر آجائے گا

ہر خیال کو کند در دل وطن

ہر خیال دل میں وطن بننا ہے

حشر اکبر را قیاس از بے گیر

بڑی قیامت کو اس پر قیاس کر سہ

نامہ پرواز یں اور ازمیں

امانت نامہ ہائیں اور دلائل جانب سے پرواز کرے

فسق و تقویٰ آنچہ دے خوگر وہ بود

برکاری اور تقویٰ جس کی فساد عبادت حق

باز آید سونے او آں خیر و شر

وہ بھلا اور بُرا اس کی جانب واپس آجائے گا

وقت بیداری ہماں کیڈیڈی پیش

بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

چوں عزانمہ سید یا ہد شمال

قیامت کا پانیان ہوا نصرت نامہ سید یا ہد

چوں شود بیدار یا بدور میں

جب بیدار ہوگا اور دلائل ہاتھ میں ہائے

بر نشان مرگ و محشر دو گوا

دو گوا ہیں موت اور محشر کی علامت پر

مرگ اصغر مرگ اکبر از دود

بھولتی موت نے بڑی موت کو مانج دیا

واں شود در حشر اکبر بس غماں

اور وہ بڑی قیامت میں حاضر ہوگا

زین خیال آنجا برویاند صورت

اس خیال سے اُس جگہ صورتیں آئیں گی

در دلس چوں در زمینے دانہ

اُس کے دل میں ہوس طرح ہے جیسے زمینے دانہ

چوں زمین کہ زاید از خم دوزں

جس طرح زمین اندک کے نیچے ۴۴ دھج ہے

روز محشر صورتے خواہ شدن

قیامت کے دن ایک صورت چھ

۴۴ آجمنان قیامت میں

جس طرح روح جسم کی پناہ

پیدا کر کے آئے گی اسی طرح

۴۴ دلائل دلائل اور

دلائل جانب سے پرواز کر کے

انسانوں کے ہاں آجائے

در کفش فرشتے ہر انسان

کے ہاتھ میں کی ٹیکیں

اور گناہوں کے امانت نامہ

پکارتی گے جتن خود جب

صبح محشر کو انسان موت کی

خیمہ سے بیمار ہوگا جس کی

بر ضرورت شمس کے ہاں پہنچ

جائے گی

۴۴ قیامت اگر اس

نے جاہد کر کے یک حالت

بالی ہوگی تو صبح محشر میں

وہ اس کے سامنے آئے گی

انگارہوں کی لہجہ دنیا میں نام

اور ایش اور گوا قاتر

اُس کا سیاہ اعلان اس

کے ہاں ہاتھ میں آجائے گا

توزید اگر انسان نیک تھا

بلکہ حقہ انصاف میں سوکر

بیدار رہا محشر کو کہیں نہ پناہ

میں نہ ہوا نہ مرگ نہ کفن

میں سزا مرگ کی کہیں نہ پناہ

یکت دنیا میں مرگ امانت

فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ

ہم سے پر مشیہ ہے قیامت

میں وہ ظاہر ہو جائے گا

اتحاد ہاں یہ اعلان نامہ

ہاں پر مشیہ ہے لیکن

اُس کا آخر ظاہر ہو کر رہے گا

در زمینیں اُس کی قتل

ہے گا بھگنے کے دل کے

خیالات آخر میں صورتیں

انتہا کر لینے ہیں

۴۴ آجمنان انسان کے

اندولتی خیالات کلا ہری

صورت اختیار کریں گے

قوس کا امن کاروائیں اتہ میں دے دیا جائے گا بہت ہلاکت اور بیدار رہنا ہمارے لئے

اور بڑی قیامت میں زندہ ہو جانے کے گواہ ہیں

جس طرح زمین کے اندر کا
 نیک و نیک کی صورت پیدا
 کر دیتا ہے چرخہ لے کر
 کے عیالات اور اس کا
 میں سوچیں اختیار کر کے
 اور جو زمین جائیں نے
 یہ دونوں مشنوں کا مقصد
 نقد بیان نہیں کیا جا رہا ہے
 بلکہ سوچوں کے لئے بطور
 ان کو ذکر کیا گیا ہے۔
 نقد نے ہر نیک و بد
 زندہ ہو کر حالت میں ہوگی
 کو پہنچ جائے گا بڑے بڑے
 زحیم و عیش و نشاط
 میں پہنچے کے بعد اسات
 شروع ہوا نہیں گئے اور
 ہونے لگا تاہم ہوا پہنچے
 جتنے دن کے لانا ہی طرح
 ظاہر ہوا پہنچے طرح
 کے اندر کے تیل پانی کا
 لے آئے تھے اگر انسان
 قدرتی ہے تو ہی ہر سبزی
 بخار ہو جائے گی اور اگر
 بلکہ ہے تو نیک کی طرح
 سڑکوں پر ہوا کے جو
 خوف سے انھیں دھمکنے
 میں جائیگی تو تے ہوا بڑا
 احوال ہوا نہیں ہوا ہی
 دیا جائے گا چہرہ کی ہر
 نفس دانیس نہیں نفس
 گھبراہٹ کہیں اس کا
 بانی اور دھماکہ ہر
 کا ہوا تارہ کسی شخص کے
 ہوا ایسا احوال آئے ہوا
 ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 کے ہوا کوئی ہوا کی
 متنبہ ہوا ہوا ہوا
 لے آئے تھے ہوا ہوا
 نے ہوا ہوا ہوا ہوا
 ہوا ہوا ہوا ہوا
 ہوا ہوا ہوا ہوا

نقد نے ہر نیک و بد زندہ ہو کر حالت میں ہوگی کو پہنچ جائے گا بڑے بڑے زحیم و عیش و نشاط میں پہنچے کے بعد اسات شروع ہوا نہیں گئے اور ہونے لگا تاہم ہوا پہنچے جتنے دن کے لانا ہی طرح ظاہر ہوا پہنچے طرح کے اندر کے تیل پانی کا لے آئے تھے اگر انسان قدرتی ہے تو ہی ہر سبزی بخار ہو جائے گی اور اگر بلکہ ہے تو نیک کی طرح سڑکوں پر ہوا کے جو خوف سے انھیں دھمکنے میں جائیگی تو تے ہوا بڑا احوال ہوا نہیں ہوا ہی دیا جائے گا چہرہ کی ہر نفس دانیس نہیں نفس گھبراہٹ کہیں اس کا بانی اور دھماکہ ہر کا ہوا تارہ کسی شخص کے ہوا ایسا احوال آئے ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا کے ہوا کوئی ہوا کی متنبہ ہوا ہوا لے آئے تھے ہوا ہوا نے ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا

چوں خیالے آں مہندیں زمیں
 جیسا کہ اس اس کے دل کا خیال
 مخلصم زمیں ہر دو شتر قصد
 ان دونوں شتروں کے بیان میں ہر دو مقصد
 چوں برآید آفتاب رستخیز
 جب تیرات کے دن سورج طلوع کرے گا
 سوتے دیوان قضا پویاں شوند
 فیصلہ کی بجوری کی طرف درویش کے
 نقد نیک کو شادمان و نازناز
 کی نقدی خوش انداز ہوگی
 حفظ نظر امتحانہامی رسد
 دم جو امتحانہامی رسد
 چوں نقد پیلے روغن گشتہ کا
 جس طرح کا پیلے روغن گشتہ کا
 از پیاز و زعفران و کوکناز
 پیاز اور زعفران اور کوکناز
 آل کے سرسبز سخن المفقون
 ایک سرسبز سخن المفقون
 چشمہا بیرون جھیدہ از خطر
 خطر سے آنکھیں باہر نکل جاتی ہیں
 باز ماندہ دید با در انتظار
 انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جاتی ہیں
 چشم گرداں سوتے چو سوتے رست
 آنکھیں دانیس جانب اور دانیس جانب کوئی ہوگی
 چشم گرداں سوتے راست سوتے چپ
 آنکھیں دانیس جانب اور دانیس جانب کوئی ہوگی
 نامہ آید بدست بندہ
 ایک بندہ کے ہاتھ میں احوال آئے گا
 اندر ویک خیر ویک تو فتنے
 اس میں ایک بھلائی اور ایک فتنہ ہوگی

چوں نبات اندر زمین دانگر
 جس طرح کہ دانہ بھلنے کرنے والی زمین میں پیدا
 مومنناں را در میان شتر قصد
 مومنوں کے لئے اس کے میان میں ایک مقصد ہے
 بر چہند از خاک خوب زشت نیز
 اچھے اور بُرے میں حق سے آگے کھڑے ہو گئے
 نقد نیک و بد بکورہ در روند
 نیک اور بد کی نقدی بھی جی بھل جائے گی
 نقد قلب اندر زحیم و در گداز
 کوئی نقدی نیک و دانا اور چھلے میں ہوگی
 سر دلہامی نماید در خند
 دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا
 یا چو خاک کے بر وید سبز باش
 یا وہ زمین جو سبزے کا دھماکا ہے
 سبزی پیدا آگند دشت بہا
 دھماکا ہوا سبزی سبزی کا دھماکا ہے
 وال در گم چوں بنفشہ سزگل
 اور اس میں بنفشہ کی طرح سرخ ہوا ہے
 گشتہ رہ چشمہ زیم مستقر
 شکار کے لئے کے در سے آگے دھماکا نہیں ہی ہوگی
 تاکر نامہ نایدا از سوتے یار
 تاکر احوال نامہ دانیس جانب سے آئے جائے
 زانکہ نمود بخت نامہ راست کا
 اس لئے کہ دانیس احوال کا نصیب کیا ہوا ہے
 زانکہ نمود بخت نامہ راست کا
 تاکر دانیس احوال کا نصیب کیا ہوا ہے
 سرسیہ از جرم و فسق آگندہ
 جرم و فسق سے کالا اور فسق سے ہر جرم
 جز کہ آزار دل صديق نے
 سوائے بخت بندے کی دل آزادی کے کوئی دھماکا

پُر زسرت پایائے زشتی و گناہ
خوشروئے آفرینک بُرائی اور گناہ سے بھرپورا
آں دغل کاری ز دزدیہائے او
اُس کی مکاری اور جدوجہد سے
چوں بخواند نامہ خود آں تکفیل
جب وہ جوہل اپنے امانتہ کر دے گا
پس آں گرد و چو زرداں شکواری
تو وہ ناکوں کی طرح سول کی جانب ہوا نہ چلا
آں ہزاراں حجت و کفار بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بڑے پہلے
زحمت زردی در تن و دغا دشت
جدی کا سامان، بدن پر اور اس کے گھر میں
پس رواں گرد و زرنندانِ سعیر
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب ہوا نہ چلا
چوں موقوف آں ملائکہ پیش پس
فرشتے سب اسی کی طرح آگے اور پیچھے
میشزندش میسازندش بنیش
اس کے جانے کے اس کے مذاہبِ نیرو کر دیے
میکشد پابر سر ہر راہ او
وہ ہر راستہ پہ پاؤں کینہت ہے
منتظرمی ایستدن میزند
(خفا میں کھڑا ہو جاتا ہے چہ پہ پہ سادہ ہاتھوں)
آشک میبارد چو بارانِ خزاں
(موسم، خزاں کی بارش جیسے آسمان سے آتا ہے)
ہر زمانے روتے واپس میکند
"ہر وقت فردا کو دیکھت ہے
پس زرقِ امر آید انا قلیم نور
فرد کے عالم سے اٹھ کر جانے کے ہم آئیے
انتظارِ رحمتی اے کانِ شہر
اے شہر کی کان! کسے کا انتظار ہے!"

کبوتر و زرد مٹی کا ہوا برنگلا۔
 فقیل: میں سمجھوں سے ساری
 رتوں: کچھ جرم جس کے تہم
 مٹا، کچھ ہرے ہوں گے اور
 مسدرت کا دستہ بند ہوگا۔
 مٹے آن ہوا ان مجھ جیوں
 کے بارے میں تو ان میں ہے
 اَلْیَئِزَّ وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ
 وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ عَنْهُ
 اَوْ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ عَنْهُ
 ۲۰۰۰ م م ان کے فتنہ پر ہر
 کاروں سے اور م سے ان کے
 اہم فتنہ کو کر کے اور ان
 کے کارساروں پر ان کے پاؤں
 گر جائیں گے:
 اَلْیَئِزَّ وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ
 سے جرد کا سامان پر آمد
 بہ ہائے فطرت مکمل ہو جائی
 ہے۔ سیر جرم کا تہا شدہ
 نامدار جرم جس کے
 کام آتی ہے چوں کہ حق جرم
 زشتہ پہلے اٹھ سے فضا
 تھے اب کرنا ان کے
 پر رشتہ ہوں گے
 اَلْیَئِزَّ وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ
 اٹھ کر جرم کے طرف ہوں گے
 بیخ: میں صاب شدہ ہوں
 میں جرم میں جس کا دستہ
 ہے۔ جی کہ وہ جرم کے
 جانے کے کے کارسار
 اید پر رشتہ کر کے جاتی
 فطرت میں فطرت کا بارش
 بے کار ہوتی ہے۔ جرم
 وہ جرم کا تہا شدہ
 در بار کر کے گئے۔
 اَلْیَئِزَّ وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ
 نئے فتنہ سے صاب ہوگا
 کہ جرم کے اعمال کار
 سے فتنہ فتنہ کر کے دیکھیں
 ہے کس جرم کا فتنہ ہے
 اَلْیَئِزَّ وَ غُفَّیْتُ عَنْهُ اَوْ غُفَّیْتُ

ہے اب بیکار ڈال کر
کون قائم نہیں ہے اب
جسے صاب کے گڑھے میں
ہے وہاں دشمن کی کرن
امید نہیں ہے۔

ملے نہ تو۔ اختلاف میں
 گنہگار سے لڑا کرتے
 پس کوئی غیر مجتہد
 غیر رسالت کے ماننا نہ
 کاروان کرنے کو گناہ
 سے گھبراتا اور قائل
 کے اجماع سے جہت میں
 مذک حلیت کے معین
 صاحب ہے کہ تو اپنے
 نے اسرار کی کیفیت
 کا تصور کے جہت میں
 کہ اس پر ہے جہت کا
 مطلب ہے کہ جو کہ
 اپنے سے جس سے جہت
 میں کہتا۔

۴۔ قرآن مجید کی روشنی میں
 یہاں افسانوں سے قرآن پر
 چلتے ہیں جس طرح کہ اس کی تائید
 لفظ حق و قربان سے کی گئی ہے
 کچھ عجیب ہو سکتی ہے ہرگز
 بڑائی بائیں جانب سر پہ
 چلتے ہیں چلتے ہیں جو ان کی
 مثال ملے گی کہ اس ہے جب
 خود بخود طے نہ فرما یہ ضرور
 فرما رہا ہے۔

مٹے نہ تھیں۔ ہڑتال کی
کی جانب سے اس ہڑتال
ایسے سخت طلب میں
کرنے سے باز آئی تھیں
جائے بہت گریہ ہو
گوہر راجپوت کی
کریا کر رہی تھی
گئی تھی میں نے
کے خلاف ہو کر تیری
دست نہ لگا دی تھی
دیکھا میں نے

نامات اکست کت آمدیت
تجوا جی اصالتا ہے خیرے اتریا نما
چکل بدیدی نامہ کردار خوش
جسک کرتا ہے من ۱۲ اصالتا رکیا
یہ ہندہ چرمول مولے میسنی
پکھو ہندہ مال شل کرتا ہے
لے ترا از روئے ظاہر اعلیٰ
خیرے ہیں ظاہر کے اعتبارے کوئی عبارت

نے تڑا رشب مناجاتِ قیام
دخیرے ہر صبح گھر گھنٹی اور گھڑا رہتا ہے
نے ترا حفظِ زباں زائرا رکس
دخیرے ہر صبح کرتا ہے سے نواں کو مفرقا کنگا
پیش چہ بود یادِ مرگ نزعِ خوش
آگے کیا جاتا ہے؟ سرت اور ایلی ہای گنہ
نے ترا بظلم تو بے یزخ و خوش

خیرے اس علم سے آہمیری توجہ ہے
 چوں ترازوئے توکثر بُودودغا
 جبکہ تیری مراد بکج اور ہڑ (دغا) تھی
 چونکہ پہلے چپے ہی دروغ و کاس
 جبکہ تو قماری اور کھانے میں ایسے ہاتھ ہار
 چوں جبرِ اسایہ اس کے قدِ تو خم
 لے لیوے تو دے، جبکہ جابرِ اسایہ ہے

زین قبل آید خطاباتِ درشت
بہسِ عرب کے منتِ خطاباتِ انہما کے
بندہ گوید آخو فرمودی بیاں
بہسِ عرب کے ۴ برکہ آپ نے بیان فرمایا
خود تو پوشیدی بترار اراکلم
قرنے موزنہ ہادی سے جس ہے برکہ پوشیدی کا
ایک میر دل از جہاد فعلِ خویش
لیکن کرشش اساطے نسل کے ۴

اے خدا آکر ادا کر لے خبیثاں پرست
اے خدا دشمن! ادا کر لے خبیثاں کے بھاری
چنگری پس ہیں جو پاکی زخمش
وہجہ کیا رکشت ہے؟ اپنے سم کی جہاں دیکھ
رخنیں چہ کو انمید روضی
ایسے کنوئیں میں روخنہ کی کیا امید ہے؟
نے تزار درستر و باطن نیتے
نہتر ہے اس شہیدہ اسلمہ پہن کی نیت ہے

نے ترا در روز پر نیز وصیام
 ذخیرے اس دن کی میری امانت رکھا ہے
 نے نظر کر دن بعبرت پیش
 زحمت کے ۲۷۷۷ اور مجھے دیکھنا ہے
 پس چہ ہاشد مردن یا لال پیش
 مجھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے رستوں کو مڑنا
 اے دغاگندم نہائے وجوہ فرس

لے و نادان، گمراہوں و گمراہیوں کے لئے اور جو بچے دلتے
راست چوں جوئی ترازوئے جزا
تو جوار کیسے ترازو کو تکریم کا کس کا ہے؟
نامہ چوں کہ یدِ ترازو و دستِ راست
حق ماںِ سحرِ تیرے فانی اتومی کیسے ایسا؟
سایہ تو بکجِ فتنہ و رشیشِ ہم
ساتنے تیرا سایہ ہی نمیبندِ حاد ہے ۴

کہ شود کہ را از اں ہم کو ز نشت
 کہ اس سے پہا نہیں گواہ ہائے
 صد چنانم صد چنانم صد چنان
 میں اس سے متوکا ہوں متوکا ہوں متوکا ہوں
 ورنہ میدان فیض تھا بلیلم
 ورنہ تو کجا تھا کرم کے نور جان ہے
 از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
 بھلائی اور بُرائی انکسود غیب کے حجاب

وز نیاز عاجزانہ خوشیستن
 ہوا ہوا نہ ہوا نہ ہوا کے ساتھ
 بودم امید کے محض لطف تو
 بے تیرے ہر بان سے امید تو
 بخشش محض لطف لے عرض
 بغیر بے ک ہر بان سے خاص بخشش
 رو پس کر دم بدان محض کرم
 میں کس خاص کرم کی صورت مٹا
 سونے آں امید کر دم لئے خوش
 اہم کرم کی جانب میں نے اپنا جہز کیا ہے
 خلیع ہستی بدادی را لگاں
 کرنے مفت و جدا لباس ملا کیا
 چو ل شمار دجرم خود را و خطا
 جب وہ اپنے جسم اور خطا جانتے ہو
 کاے ملائک باز آیدش ہما
 کراے فرشتہ اس کو ہمارے پاس لایا
 لا ابالی و آراؤش کنیم
 بے پردائی سے ہم اس کو آرا دیں گے
 لا ابالی مگر کے باشد مباح
 بے پردائی اس کے لئے مناسب ہے
 آتش خوش بر فروریم از کرم
 ہم کرم سے ایک آہن ہاگ روشن کرینگے
 آتش کو شعلہ آتش کتر شرار
 وہ آگ جس کے شعلے کی چہرہ میں چنگری
 شعلہ درنگاہ ابانی زیم
 ہم ابانی غیر میں آگ میں گئے
 ما فرستادیم از جہنم
 ہم نے تیرے آسمان سے بھیجے
 خود چہ باشد پیش نور مستقر
 مشتق نور کے سامنے خود کیا ہے!

وز خیال و دہم من یاد چوں
 اپنے یاد ہے یکنہ کمال ہمدردی کے
 از درائے راست باشی یا عتو
 مسیح زول با سرکشی کے مصلاد
 بودم امید لے کریم بے عرض
 اے بے غرض سنی! بے امید تو
 سونے فعل خوشیستن می ننگرم
 میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں
 کہ وجود داوہ از پیش بیش
 کرتے مجھے پہلے وجود داوہ حریفیت
 من ہمیشہ معتد بودم براں
 میں ہمیشہ اس پر بھروسہ رکھتا تھا
 محض بخشایش و آراؤش عطا
 خاص بخشش، عطا میں لگ جائیگی
 کہ بدتش چشم و دل سونے رجا
 کیونکہ کل اکمل اور دل امیدوار مٹا اہی
 وائل خطا ہارا ہمہ خط برزیم
 اور اب سب خطوں پر تسلیم پیروی گے
 کش زیاں تو زجرم وار صلاح
 جس کو بیشک اور بدی سے کئی نقصان پہنچے
 تا نماں دجرم و زلت بیش و کم
 تاکہ جرم اور نقصان نہ ہو رہے نہ زیاں
 می بسوز دجرم و جبر و اجتیا
 خطا اور جبر اور اجتیا کو کفر قرارے
 خارا گلزار روحانی کنیم
 کانٹے کو روحانی جہنم بنا دیں گے
 کیسا یغیہ لکھ اعمال کھ
 وہ تھا سب نے تھیلے اعمال کی اصلاح کو تیار
 کہ و فر اختیار بوالبشر
 اگر البشر کے اختیار کی شان و شوکت

لے ہر دم میری امید
 تیرے اس کرم سے وابستہ
 ہے جس میں میں نے
 بخش سے بے نیاز ہے
 مجھ کو کر تیرے اس کرم کو
 دیکھتا ہوں اپنے اعمال اللہ
 افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں
 غفلت کرتے ہیں، موجود
 کیا قادر تیرا من عجز تھا
 روز جس سے پہلے نیک
 اعمال کہاں تھے۔
 لے جس شام جب
 گنہگار بن گیا تھا
 تو خاص بخشش عطا فرما
 کر دے گی۔ اس کے
 وہ کہ کر کر دے گا کہ
 اس کو مجھ کے ہاں بخشش
 سے امید و اہمیت ہے لہذا
 اس کو جہنم کی جانب سے
 واپس لے آؤ۔ لا ابالی ہم
 اس کی تمام خطا میں معاف
 کرتے ہیں، اور ہمیں کو کفر
 نہیں ہے کہ ہم بے پردا
 بنیں بے پردا وہ ہوتا ہے
 جس کو کسی کی نیک اندیشی
 سے کوئی نقصان پہنچ سکے
 لے آتش خوش، ہم اپنے کرم
 کی وہ آگ جوتے جہنم آہن
 اور خطوں کو کھانکنا شروع
 بنجھہ غیر کا و تسلیم قرآن
 پاک میں ہے یا انجیل اللہ میں
 آسمان اللہ و اللہ و تو کی آواز
 سونیدم لکھ لکھ لکھ لکھ
 زلف لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 سر سونڈ سے سر پر ہوا کی تل
 کو اور نیک بات کو نہ تھوڑ
 اعمال کو شمار کیا اور تھوڑے
 نے تھوڑے کا نیکو بخش رکھ۔

لے خود ہم اشد جسم مند
افعال انسان ہی وہ منظر
صفات و اسبابی تمام
ہیں اس اعتبار سے ان
میں ایک نور ہے لیکن چونکہ
ان کا صدور بندہ کے اختیار
سے ہوا ہے اس ماضی کو
سے ان میں جرم و خطا امت
پیدا ہو گئی ہے جب حضرت
حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس
اختیار کی نسبت کو مٹا دیا

گوشت پارہ آگت گویائے او
گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے رونے کا آدہ ہے
بسمع او آں دوبارہ استخوان
ہڈی کے دو ٹکڑے اس نے بننے کا آدہ ہیں
کرنگی و از قندر آگندہ
تو گندل سے بھرا ہوا ایک کیسٹا ہے
اڑنی بودی منی را واکذار
زنی سے پیدا ہوا تھا، مردی کو چھڑ

پیرہ پارہ منظر بینائے او
چربی کا ٹکڑا اس کے دلچسپے کا آدہ ہے
مدرکش و وقطرہ خون یعنی چناں
خون کے دو قطرے میں دل لکھے ہیں کا آدہ ہیں
ظمطراقے درجہاں اقلندہ
تورنے دنیا میں دھوم مچا رہی ہے
اے ایازاں بوئیں را یاد دار
اے ایازا اس بوئیں کو یاد رکھ

زبان اور اس میں جرم و خطا
ان انسان میں جرم و خطا
مست یا نہ ہو کہ اگر کوئی
مرد یا عورت کسی اختیار
مردانہ اور عورتانہ
نور میں تو ان میں جرم و خطا
اختیار میں ایک زبان کو
سے ہے نہ تو کلمہ میں
میں اختیار یا تو کلمہ میں
مسلوہ ہے کہ یہ جرم
سرموٹ میں اختیار
کان کا اور جرموں کی رو سے
ہے جو کلمہ میں اختیار
اختیار یا تو کلمہ میں
نے ہے ان میں جرم و خطا
بننے کے اختیار میں جرم
ظمطراقے درجہاں اقلندہ
تورنے دنیا میں دھوم مچا رہی ہے
اے ایازاں بوئیں را یاد دار
اے ایازا اس بوئیں کو یاد رکھ

شرح

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں ہر جسم کو حق تعالیٰ کا حکم
ہوگا کہ اٹھو اور محاسبہ کے لیے تیار ہو۔ یعنی ہر ذی قیامت نفع و
ہوگا جس مردے اٹھیں گے اور یہ نفع و ضرر میں خدا کا حکم ہے کہ اے منتشر ذوقم مجتمع ہو
اپنی قبروں سے اٹھو۔ خیں تو اس وقت ہر ایک کی جان اپنے قالب میں چلی جائیگی
اور یوں چلی جائیگی جیسے جمع کے وقت جسم میں ہوش آجاتا ہے جو کہ نیند کے سبب
اس دور ہو گیا تھا۔

دیکھو! جب دن ہوتا ہے تو جان اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی
جاتی ہے وہ اپنے جسم کو پہچانتی اور اسی میں جاتی ہے نہ کہ دوسرے میں۔ چنانچہ سنار
کی جان درزی کے قالب میں نہیں جاتی اور عالم کی جان عالم ہی کے جسم میں جاتی ہے
اور ظالم کی روح ظالم ہی کے قالب میں جاتی ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کو ہر جسم اور ہر روح
کا علم ہے اور اس شخص اپنے علم سے ادراغ کو بھی حسد دیا ہے اور انکو ان کے اجسام سے
واقف کر دیا ہے۔

اسلئے روح اور قالب کی ایسی مثال ہو گئی ہے جیسے بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر بچہ اپنی ہی ماں کی طرف دوڑتا ہے دوسری بھیڑ کی طرف نہیں جاتا۔ اسی گھپ اندھیرے میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے تو روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی خود پہچانے گی۔ پس تم کو حشر اجساد پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے کیونکہ دنیا میں اسکی نظائر مشاہد ہیں چنانچہ صبح جس کو ہم ہر روز دیکھتے ہیں قیامت صغیر ہے پس قیامت کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ جس طرح ہم اپنی خواب گاہوں سے اُٹھتے ہیں یوں ہی قبروں سے اُٹھیں گے اور جس طرح صبح کی وقت ہماری ارواح پر اجسام ملتبس نہیں ہوتیں یوں ہی قیامت میں بھی ملتبس نہ ہوں گی۔

القصد قیامت ہوگی اور مردوں کی ارواح اپنے اپنے جسم میں جائیں گی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ مجوں ہی آدمی کی روح اپنے قالب میں آئیگی اس کا نامہ اعمال بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اڑ کر اُسکے ہاتھ میں آجائے گا۔ اور نعل یا سخاوت و فسطح یا پرہیزگاری۔ غرض کہ جو کچھ بھی وہ دنیا میں کرتا تھا اسکی مکمل اور مفصل فہرست اس کے ہاتھ میں دیدی جائے گی۔ اور یہ امر بھی ناقابل استبعاد و انکار ہے کیونکہ اسکی نظائر بھی دنیا میں مشاہد ہیں۔

دیکھو! جب آدمی صبح کو سونے سے اُٹھتا ہے تو اسکی بھلائی بُرائی اسکی سامنے آجاتی ہے مثلاً اگر وہ ریاضت کا خوگر تھا تو وہ بیداری کے وقت ریاضت کو اپنے سامنے پاتا ہے اور اگر ناقص اور برا اور مبتلائے گمراہی تھا تو ماتم کی طرح سیاہ نامہ اعمال اُسکی بائیں ہاتھ میں آتا ہے اور اگر وہ پاک اور متقی اور دیندار تھا تو جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پاتا ہے۔ القصد آدمی جس بات کا عادی ہوتا ہے جب سوکر اُٹھتا ہے تو اُسی بات کا خیال اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور یہ گویا کہ اُس کا نامہ اعمال ہے جو اُسکے دائیں یا بائیں ہاتھ میں آیا ہے۔ پس

کا امتحان ہو رہا ہوگا اور قلوب کی حالت جسم میں تو یوں چسکتی ہوگی جیسے کہ قندیل میں سے
 پانی کا پانی ہونا اور تیل کا تیل ہونا ظاہر ہو۔ یا خاک سے سبزہ اُگے ہوں اور صحرائے
 بہار پیاز اور زعفران اور پوست وغیرہ سے سرسبز ہو۔ پس ان میں سے کوئی خیال
 کر کے کہ ہم متقی ہیں آج ہم کو کچھ خوف اور غم نہیں۔ خوش خرم ہوں گے اور کچھ نقشہ
 کی طرح ندامت سے سر جھکائے ہوں گے اور مارے خوف سے آنسوؤں کے نالے
 بہتے ہوں گے اور پائدار خوف کے سبب سخت انتظار میں ہوں گے اُن کی آنکھیں انتظار
 میں کھلی کی کھلی رہ گئی ہوں گی کہ ایسا نہ ہو کہ نامہ اعمال بائیں طرف سے آجائے۔ یہ لوگ نہیں
 بائیں دیکھتے ہوں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ صحیح نوشتہ تقدیر میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی
 (خلاصہ یہ کہ وہ جانتے ہوں گے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہوگا اسلئے وہ سخت پریشان ہونگے
 کہ دیکھتے کیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ حیران و پریشان دایں بائیں دیکھتے ہوں گے)
 اسی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا جس کا دل جرات سے سیاہ اور
 جو کہ فسق و فجور سے لبریز ہوگا اس میں کوئی بھلائی اور کوئی خوبی نہ ہوگی اور اس میں مجر
 اہل اللہ کے دل کے ستارے یعنی اُن کی مخالفت کرنے کے اور کوئی بات نہ ہوگی۔ اور وہ
 سر سے پاؤں تک برائیوں اور گناہوں یعنی اہل اللہ کا مذاق اڑانے اُن پر تالیاں بجانے،
 دغا بازی، چوری اور فرعون کی سی خودی وغیرہ سے بھرا ہوگا یہ شخص جب اپنا نامہ اعمال پڑھے
 گا تو سمجھے گا کہ بس اب جیل خانہ جانا ہوگا اس کے بعد یہ شخص بحکم الہی دوزخ کی طرف یوں
 روانہ ہوگا جیسے چور سولی کی طنش جاتے ہیں اس کا جرم ظاہر ہوگا اور معذرت کی راہ
 مسدود ہوگی۔ اور اس کی وہ ہزاروں محبتیں اور یہودہ گفتگوئیں جو وہ دنیا میں
 کیا کرتا تھا اسکے منہ پر شیخ کا کام دیتے ہوں گے اس کو بکشتائی کا موقع نہ دیتے
 ہوں گی اور چوری کا مال اس کے جسم اور گھر سے برآمد ہو چکا ہوگا یعنی جرم اس پر بخوبی
 ثابت ہو چکا ہوگا اسلئے اس کا ایسا نہ بریت و صفائی معدوم ہو چکا ہوگا۔
 لہذا وہ جیل خانہ کی طنش روانہ ہو گیا ہوگا کیونکہ وہ کاٹا ہوگا اور کاٹا لٹا لٹا
 آگ میں جلتا ہے فرشتے سپاہیوں کی طرح اسکے آگے اور پیچھے ہوں گے جو کہ پہلے مخفی

تھے اور اب ظاہر ہوں گے جیسے کہ کو تو ال کی حالت ہوتی ہے کہ وہ ملزموں کی گرفتاری کے دقت اول بھٹتا ہے اور جب وہ اسکی زد میں آ جاتے ہیں تو فوراً بکل پڑتا ہے الغرض وہ اسے لے جاتے اور تکلیف کے حوالہ کرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ادا کئے! اپنے گھدان کو چل مگر وہ شخص رستہ میں پاؤں ملتا چلتا ہوگا۔ بدیں امید کہ شاید وہ اس کنوئیں (مصیبت) سے نکل جائے۔ کسی انتظار میں خاموش کھڑا ہو جائے گا اور کسی توقع پر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے گا۔ اور موسم خزاں کی طرح بے سود آنسو بہانا ہوگا کیونکہ اسکی پاس بجز خالی پھیلکی امید کے اور کچھ نہ ہوگا۔ غرض کہ وہ ہر وقت منہ موڑ کر دیکھتا ہوگا اور درگاہ حق سبحانہ کی طرف منہ کرتا ہوگا پس حق سبحانہ کی طرف سے یعنی اقلیم نور سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم اسکو کہو کہ او بطلال اور کسوت اعمال حسنہ سے ننگے اور برائیوں کی معدن تھے کس بات کا انتظار ہے اور او بے ہودہ تو بار بار۔۔۔ بار پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا ہے۔ اے دشمن خدا او مطیع شیطان! تیرا نامہ اعمال تو وہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اور جس کو تو دیکھ چکا ہے پس جبکہ تو اپنے نامہ نامہ اعمال کو دیکھ چکا ہے جس میں کوئی بھلائی ہے ہی نہیں تو پھر مڑ کر کیا دیکھتا ہے اتنے تھے اپنا اعمال کا بدلہ دیکھنا چاہیے۔ اور فضول بار بار کیوں بھٹکتا ہے۔ اس کنوئیں میں روشنی کی توقع کہاں ہے کیونکہ نہ تو ظاہر ہی تیرے کوئی طاعت ہے اور نہ تیرے باطن میں کسی اچھے کام کا عزم مصمم ہے اور نہ رات میں تو نے مناجات اور قیام کیا ہے اور نہ دن میں معاصی سے پرہیز اور روزے کئے ہیں اور نہ تو نے اپنے زبان کو لوگوں کی دل آزاری سے روکا ہے اور نہ تو نے آگے پیچھے عبرت سے نظر کی ہے آگے سے کیا مراد ہے اپنی موت کو یاد کرنا اور پیچھے سے کیا مقصود ہے یاروں کا پہلے مرجان یعنی نہ تو نے کبھی موت کو بطور خود یاد کیا ہے کہ ایک روز ہمیں مرنا ہے اس کے لیے کچھ سامان کرنا چاہیے اور نہ تو نے دوسروں کی موت سے عبرت پکڑی ہے اور نہ تو نے کبھی ظلم سے تضرع و زاری کے ساتھ توبہ کی ہے۔

پس اے دغا باز گندم کا جو فردش! جبکہ تیرے ترازوئے عمل میں کمی اور دھوکا

تھا۔ تو تو ترازوئے عوض کو راست کیسے چاہتا ہے اور جبکہ تو بے وفائی اور کمی طاعت میں بایاں پاؤں یعنی ناقص تھا۔ تو نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں کیونکر آئے اور تو منسور کیونکر ہو۔ اور جبکہ جزا کو اعمال سے دہی نسبت ہے جو قد کو سایہ سے قبلے ٹیڑھے قدر لے اور بد عمل! تیرا سایہ تیرے آگے ٹیڑھا ہی پڑیگا اور تجھے جزا اعمال کے موافق ہی ملے گی۔

غرض کہ اسی قسم کے سخت سخت خطاب ہوں گے جس کی ہیبت سے پہاڑ بھی جھک جائے اس کے جواب میں وہ شخص عرض کر گیا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے میں اس سے بھی سو گنا برا ہوں اور آپ نے اب تک میری برائیوں کو اپنے حلم سے چھپایا تھا۔ ورنہ میرے عیوب کو آپ اپنے علم کامل سے بخوبی جانتے تھے۔ لیکن اے کوشش اور اپنے فعل سے الگ اور اپنی برائی بھلائی اور کفر و ایمان اور اپنے عاجزانہ نیاز اور اپنے بلکہ مجھ سیکڑوں کے دہم و خیال سے باہر۔ مجھے آپ کی عنایت محسنہ کی امید تھی خواہ یہ میری امید بجا ہو یا سرکشی۔ اور اے کریم بے عرض! مجھے آپ کی بے عوض عنایت سے بخشش محسنہ متعلینہ علی العمل کی توقع تھی۔ پس میں اس کرم خالص کی طرف منہ موڑتا ہوں اور اپنے افعال کو نہیں دیکھتا اور میں اس امید کی طرف رخ کرتا ہوں جو آپ کی اس عنایت سے ناشی ہے کہ آپ نے مبداء مجھے وجود اور خلعت ہستی مفت اور بے عوض عطا فرمائی تھی اور جس پر میں ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں تھا۔ غرض کہ جب وہ اپنے جرائم اور خطائیں گنائے گا اور ان کا اعتراف کرے گا۔ تو حق سبحانہ بخشش صرفہ دینے پر آمادہ ہونے لگے اور حکم ہوگا کہ اے فرشتو! اسے ہمارے پاس واپس لے آؤ کیونکہ اس کی آنکھ اور اس کا دل دونوں امید رحمت کی طرف متوجہ تھے ہم اس کو آزادانہ اپنے اختیار شاہی سے آزاد کرتے ہیں اور اس کے جرائم کو اور جس کو نہ جرم سے ضرر ہو۔ اور نہ صلاح سے فائدہ۔ ایسی کو آزادی جائز ہے اور جو کچھ وہ کرے اس کو حق ہے اور ہماری شان یہ ہے لہذا آپ کو آزادی جائز ہے اگر ہم ایک سرا یا جرم و گناہ کو بالکل معاف کر دیں اور سرا یا طاعت کو جہنم میں بھیج دیں

تو ہم کو حق ہے۔ اور ہمارا یہ فعل بالکل ٹھیک ہے اور مجھ پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔
 لائٹ ٹیل غما یفعل وہم یثملون۔ ہم اپنے کرم کی آتش کو سویہاں تک مشتعل کر سکتے
 ہیں کہ خطا و قصور کا نام و نشان نہ رہے اور ایک قلم سب کو معاف کر سکتے ہیں اور ہم
 وہ آگ مشتعل کر سکتے ہیں جس کا ادنیٰ شعلہ تمام جرائم اور جبر و اختیار کو بھسم کر دے
 (فاکدہ: جبکہ مراد جرم ناشی از جبر اور اختیار سے مراد جرم ناشی از اختیار ہے
 اور یہ تشریح ہے جرم کی یعنی ہم تمام جرائم کو معاف کر سکتے ہیں خواہ وہ عقیدہ جبکہ ناشی
 ہوں یا عقیدہ اختیار سے واللہ اعلم)

اور ہم خانہ انسانی میں آگ لگا سکتے ہیں اور غار کو گلزار روحانی بنا سکتے ہیں یعنی
 ہم آدمی کی قلب ماہیت کر کے اسکی صفات ذمیرہ کو تبدیل یہ صفات حمیدہ کر سکتے ہیں
 چنانچہ ہم نے بالائے عرش سے ایک ایسی کیمیا بھیجی تھی جو بندوں کے اعمال کے نقصان
 کی اصلاح کر کے انکو کامل بنا سکتی تھی اور ہم نے کہہ دیا تھا یا ایہا الذین امنوا
 اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً ۱۱ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم
 اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کا ارشاد نہایت بجا ہے اور وہ یقیناً کایا پلٹ
 کر سکتے ہیں کیونکہ اس نور دائم کے۔ یعنی حق سبحانہ کے سامنے آدمی کے اختیار کی شان و
 شوکت کیا حیثیت رکھتی ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ جس زبان سے وہ بولتا ہے وہ ایک گوشت
 کا ٹکڑا ہے جس میں گویائی کی قوت حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے۔ اور جس آنکھ سے وہ دیکھتا
 ہے وہ ایک چربی کا ٹکڑا ہے جس میں دیکھنے کی قوت حق سبحانہ نے رکھی ہے۔ اور جس
 کان سے وہ سنتا ہے وہ ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں جس کو قوت سامع حق سبحانہ نے
 عطا فرمائی ہے اور جس دل سے وہ ادراک کرتا ہے وہ چند خون کے قطرہ ہیں۔
 جس میں قوت ادراک حق سبحانہ نے دولت رکھی ہے پس وہ جب چاہیں زبان
 سے قوت گویائی آنکھوں سے قوت بینائی۔ کانوں سے قوت شنوائی دل سے قوت
 مدد کر سلب کر سکتے ہیں۔ چلیے خاتمہ ہوا اختیار انسانی کا۔ بہت جیب اختیار انسان
 حق سبحانہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور آدمی اپنے اختیار ہی سے برابریا صلا

بنتا ہے تو پھر اسکے قلبِ ماہیت کر دینا۔ اسکی نزدیک کون سی بڑی بات ہے۔
 اس مضمون کو ختم کر کے مولانا مضمون ارشادی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور
 فرماتے ہیں کہ اے انسان اتیری یہ تو حالت ہے کہ تو ایک معمولی کپڑا اور وہ بھی گندگی
 سے بھرا ہوا ہے مگر تو نے جہاں میں اپنی دھوم مچا رکھی ہے اور تو ایسا بنا ہوا ہے جیسا کہ
 لغو فرما لہ تو ہی خدا ہے۔

یہ حرکت تیری نہایت نازیبا ہے تو منی سے گندہ اور ناپاک چیز سے پیدا
 ہوا ہے۔ پس تو خودی کو چھوڑ! اور اے ایاز! تو اپنا پڑنا پوستین یا درکھ یعنی
 اے انسان! تو اپنی حالت سابقہ کو نہ بھول۔ اور حق سبحانہ کے سامنے تذلل اور تسکین
 اختیار کر اور خودی و سرکشی کو چھوڑ! جو کہ ہمارے قول! اے ایاز! آن پوستین را یاد دار۔
 اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف اسلئے اب ہم اس قصہ کو بیان کرتے ہیں اور حسبِ توقع
 اسکی مفید نتائج بھی استنباط کریں گے اور وہ قصہ سنو۔

قصہ ایاز و حجرہ داشتن اوجہت چارق و پوستین و
 ایاز اور اس کے چیل اور پوستین کے لئے مجبور کئے کا قصہ اور اس کے
 گماں بردون خواجہ تاشاں کہ او را در اں حجرہ دفینہ است
 ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اس حجرے میں اس کا خزانہ ہے وہاں
 بسبب محکمی دزد و گرنی قفل و رفتن او بداں جا
 کی ضرورت اور اگلے کے ہماری پہن اور اس کے دباں ہانے کی وجہ سے

آن ایاز از زیر کی انگیختہ	پوستین و چارقش آونجستہ
ایاز ز امانت سے بھروسہ کر رہا تھا	اس نے اپنی پرستین اور چیل کا شکریہ بھی
میرود ہر روز در حجرہ خلا	چارقش اینست منکر در خلا
میرود حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا	تیری یہ چیل ہے جسندی پر نقشہ زک
شاہ را گفتند او را حجرہ ایت	اندر آخماز و رسم و قمرہ ایت
انھوں نے بادشاہ سے کہا اس کا ایک حجرہ ہے	داں سونا چاندی اور نکاح ہے

قصہ ایاز ایک انسان کی یہی اصل حقیقت کہ ہر طرح چیل و غفلت کا شکار ہے

جس طرح ایاز اپنے مزاج کے نادمین ہی اس حقیقت کو فراموش نہ کیا تھا۔ آن ایاز جو سلطان محمود کا ایک اعلیٰ
 مقام کا دربار میں رہتا تھا کہ اس کا بڑا محبوب تھی وزیر علی تاج کو کھنڈ کا تاشاں نے اپنی غصی کی حالت کی
 بدستین اور پوستین ایک حجرے میں چھپا رکھی تھیں۔ چنانچہ ایک قسم کی چیل ہی جس طرحی درگ پینے تھے۔

تاجی جہان و اس کا سزا سننا اور اس کا تاج پہن کر یہ کہ اس کا سر اور ہونہ اور ہونہ سے اس کا سر اور
 اس کے ہاتھ اور سر سے ہٹا دینے سلطان سے کہ اس کا تاج پہن کر یہ کہ اس کا سر اور ہونہ اور ہونہ سے اس کا سر اور
 تاج پہن کر یہ کہ اس کا سر اور ہونہ اور ہونہ سے اس کا سر اور ہونہ اور ہونہ سے اس کا سر اور

پہلے شاہ بدشاہ نے کب
 قوت ہے اس نے ہم سے
 چھپا کر دولت کیوں میں ک
 ہے جس بادشاہ نے ایک
 وزیر کو شاہ کیا کرت میں
 ماکر اس جبرے کا دروازہ درگ
 اندر گس جاؤ حشر اہی جو
 میں جو کچھ لے وہ چلے ہے
 بقیہ نرٹ ہر کو ایاز کے
 اس ماکر کو لوگوں سے کہہ دنا
 آتھیں ہمارے اس کم کے
 بہتے ہوئے اس نے ہرے
 چھا کر مال کیوں میں کیا ہے
 ہی تاپہ ہم سے وفاداری
 اور عشق کا دم ہوتا ہے اور
 ہمیں دکھا کر فروخت کرتا
 ہے میں دھوکہ دے کر ہے
 لے تیرک جو عشق کا دھوٹے
 کرے ہر محبوب کی لاش کے
 عمارت کے لئے ہر چیز کفر
 بنی ہے نیم شب اہل زور
 نے لے لیا کہ آدمی مات کفر
 ہر دے آدمی بکریں ہر دے
 پر عمارت اور دیکھ پستوان
 میں دیکھیں مستحق گوشت
 ہل چہ تانہ زور میں ہل
 میں سونا درکار عشق اور میں
 اور موت میں ہے
 لے خاص چکر ایاز شاہ کا
 خاص خدائی ہے اللہ کی
 ہاں بنا ہوا ہے اور شاہ ۲
 مشرق سے تو اس کے خوان
 میں خوشی اور ہر کبھی
 کا تہ ہے عشق مشرق
 سے ایاز
 لے شاہ نے ایاز کا
 جو وقت لے کے ہے میں
 جو حکم دیا وہ اس بنا پر
 زور پائی لوگوں کی لاش کی
 دے شاہ ایاز سے لگائی
 پر گیا تھا بلکہ اس نے جس حکم

راوی نندہ کے را اندرو
 وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے
 شاہ فرمودے عجب آں بند را
 شاہ نے کہا قوت ہے اس ظلم کا
 پس اشارت کر دیرے زاکر کو
 پھر اس نے ایک سرور کو اشارہ کیا کہ جا
 ہر چہ بانی مرثا نے فاش کن
 تو جو کہ پائے تیرا ہے اس کو ٹٹ لے
 باچنیں اگر ارام و لطف بے غد
 ایسے احوال اور بے شمار ہر باتوں کے باوجود
 مینا یاد و وفا و عشق و جوش
 وہ دنا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے
 ہر کہ اندر عشق یا بند زندگی
 جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے
 نیم شب آں میر باستی معتد
 اس امیر نے آدمی مات کہ حق متناہیں کیسا
 مشعلہ بر کردہ چندیں پہلوں
 چند بسا اور شعلیں لے جو ہے
 کامر سلطانست بر حجرہ نیم
 کہ بادشاہ کا تہ ہے کو ہم جو ٹٹ میں
 آں یکے میگفت ہے چہ جان
 ایک کہتا تھا سونا کی بڑا ہے
 خلی خاص مخزن سلطانست
 وہ شاہی خوان کا خاص اقامت ہے
 چہ محل دار و پیش آں عشق
 اس مشرق کے آگے کہ وقت رکھتا ہے
 شاہ را بروئے بنوئے بدگماں
 اہل کہ اس پر بدگماں : حق
 پاک نیش از ہر عشق و غل
 وہ اس کو ہر کثرت اور سب سے پاک کہتا تھا

بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
 وہ ہمیشہ اس دروازے کو بند رکھتا ہے
 چہ بود نہان و پوشیدہ را
 ہم سے چھپا اور ڈھکا کب ہر ما
 نیم شب بکشاے در و حجرہ شو
 آدمی رات کو دروازہ کھولے پھر سے میں چلا جا
 برتر اور بر بنیماں فاش کن
 اس کے راز کو ساقیوں پر فاش کر دے
 از لیمیں سیم وزر نہاں کند
 کہیں سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے
 وانکہ او گندم نمائے و جو فروش
 ہر دے گہن دکھائے والا اور بچے مالک
 کفر باشد پیش او جز بندگی
 اس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے
 در کشاد حجرہ اورائے زد
 اس کے حجرے کو کھٹاٹے کب
 جانب حجرہ روانہ شاہاں
 خوش خوشی حجرے کی جانب روانہ ہو گئے
 ہر یکے میان زور کش گیم
 ہم سے ہر ایک سونے کی تیل میں دیا لے
 از عقیق و لعل گوی و از گہر
 عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر
 بلکہ انکوں شاہ را خود جانست
 بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی ہاں ہے
 لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
 لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق
 تنہا سے میکرو ہر امتحان
 وہ آزمائش کے لئے غلام کر دیتا
 باناز و ہمیش ہی لرزیدل
 ہر دے ہم سے اس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بُو دختہ شود
 کہ خدا خواستہ رنجیدہ ہو
 ایں نہ کرد است او دگر اور و است
 اُس نے یہ کیا ہوا اور اگر کیا ہے تو باز ہے
 ہرچہ مجھ کو کند من کردہ ام
 برا بیار جو کرے وہ میں نے کیا ہے
 باز گئے دوازاں نحوئے و فصال
 پھر گشت اس فطرت اور عادت سے بید ہے
 از ایاز ایں خود محال سٹ عبید
 ایاز سے یہ خود ناکھ اور مبصر ہے
 ہفت دریا اندو یک قطرہ
 ساتوں سندھ اُس کے اند ایک قطرہ ہیں
 جملہ پاکبھا ازاں دریا بزند
 سب اُس دریا سے پاک مہل کرتے ہیں
 شاہ شاہانت و بلکہ شاہ ساز
 وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ مگر ہے
 چشمہائے نیک ہم ہر فے بہت
 بھل نکات ہیں، اُس پر بڑی ہیں
 یک دہاں خواہم پہننا فلک
 آسمان کی چوڑائی وہ ایک منہ جانتا ہوں
 دروازاں یا کم چنیں و صد چنیں
 اندر میں ایسا دروازہ ہے سیکڑوں منہ ہوں
 اینقدر ہم گر نکویم اے سند
 اے سند، اگر میں اُتتا ہوں نہ کہوں
 شیشہ دل را چونازک دیدہ ام
 چو کہ میں نے دل کے شیشہ کو دیکھا
 منہ منہ ہر ماہ تہ روزانہ منم
 اے محبوب! اے ہر ماہ کے روزانہ منم

من خواہم کہ برو فطرت رُو
 میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندہ ہو
 ہرچہ خواہد گو بکن محبوب است
 کہ جسے وہ چاہے کہے، ہمارا پیار ہے
 او منم من اوچہ گرد پر کردہ ام
 وہ میں ہوں میں وہ، اگر میں ہوں جسے میں ہوں
 انجنیں تخلیط را اثر شت خیال
 اس طرح کی گڑبڑ کو کس اور ہم ہے
 کوئے دریاست قعرش ناپدید
 کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تمام نہیں ہے
 جملہ مستبہاز مہر ش زورہ
 تمام بہتیاں اُس کی بہت لایک نہ ہیں
 قطر ہائش یک بیک مینا گردند
 اُس کا ایک قطرہ جانا نے والا ہے
 وزیرائے چشمہ بدناشن ایاں
 نظروں کی وجہ سے اُنکس کام ایاز ہے
 از رہ غیرت کہ گشتن بجزت
 غیرت کی وجہ سے کیونکہ اُس کا شہنشاہ ہے
 تا بگویم وصف آں شک ملک
 تاکہ اُس شک و دگر کی تعریف نہ کر سکوں
 تنگ آید در بیان آں امیں
 اُس امانت دہ کے بیان میں تنگ ہوتا ہوں
 شیشہ دل از فہمی بشکند
 کیونکہ دل کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے
 بہر تکیں بس قبا بدیدہ ام
 تکیں کے لئے میں نے بہت سی قبا بھی پہن کر لی ہیں
 بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
 یقیناً دیوانہ بن جاتا ہوں

کے زیرِ مہل لوگوں کو آواز دینے
 کے لئے خان کا تھا، پاک
 ایشادہ ایاز کہ جس بہت سے
 پاک جھٹکتا تھا کہیں پر ہر شاہ
 کا دل لرز رہا تھا کہ اگر نہ ہوتا
 ان لوگوں کی یہ بہت مسیح
 نکل کر ایاز کو ست لگتا تھا۔
 اے ایاز! نہ کہتے شاہ
 پری کہتا تھا کہ ایاز نے فرمایا
 خزانہ میں نہیں کیا ہے اور اگر
 کیا میں ہے تو ہرگز میرا ہوتا
 ہے اُس کا ہر وہی ہے کہ
 ہرج، اگر اُس نے خزانہ میں
 جہم کیا ہے تو گواہی نے ہی
 میں کیا ہے جہم میں ہی ہوتا
 میں وہی نہیں ہے لاکھ کو
 جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ آواز
 ایاز انہیں رحمت کا دینے
 ناپیدا کر رہے۔
 اے بہت دیا، ہر گشت
 ہے کہ ایشادہ تو شک شاہ
 کی نہائی ایاز کی تعریف ہوں یا
 نہ لانا، ایاز کی محبت
 سے مختصر وقت نہ ہو سکے
 کی محبت کی طرف منتقل
 ہو کر مختصر کی مدت شایع
 کر دی جو جہم جیسا ہی
 تمام موجودات ایاز، اگر
 شاہ کا مقصد ہے تو ایاز نظام
 مراد ہے اگر اُنکس کی تعریف
 ہے تو ایاز سے مختصر کی
 لے قدباں دروہ کی
 سکون تعریف میں ہی
 ایاز کی تعریف میں کہلا بیان
 نہیں کر سکتے ہیں، جیسا کہ
 شاہ کا مقصد ہے تو ایاز ہر
 ہے اگر وہ ۷۷۷۷۷۷۷۷
 مختصر مراد ہی۔ آتش
 مشرق کی تعریف کرنے سے
 ماضی و مستقبل ہر ہی ہے لیکہ
 دل، تباہ کرنے سے
 کوئی نہ جاتی ہے۔

محبت مراد ہے۔ اور غیرت۔ اور
 غیرت از ہم ہم روئے کو ہی ہم

یک دہاں میرا جہم اسانہ تعریف سے ناکر ہے۔

وہ گندم نما اور جو فروش ہے یہ حرکت اسکی نہایت نازیبا ہے کیونکہ جو شخص عاشق ہو اور
عشق اسکی حیات کا ذریعہ ہو اسکے نزدیک بجز اطاعت محبوب کے دوسری روش کفر ہے
خیر جب آدھی رات ہوئی تو اس معتمد سردار نے اس کے حجرہ کے کھولنے کی رائے قائم
کی۔ چنانچہ چند زبردست سپاہی مشعل روشن کر کے اسکے حجرہ کی جانب خوش غرض
یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ اب تو حکم شاہی ہو چکا ہے۔ اب ہم حجرہ پر حملہ کریں گے
اور ہم میں سے ہر ایک اشرفیوں کی پھیلی بغل میں دبائے گا۔ دوسرا کہتا تھا اسے اثر فرما
کیسی! عقیق و لعل دگوہر کہو۔ کیونکہ وہ تو سلطان کا خاص الخاص حنہ انچی ہے بلکہ لیل

کہو کہ آجکل تو وہی سلطان کی جان ہے پس سے اسکے نزدیک لعل و یاقوت و زمرہ
و عقیق بھی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں نہیں معلوم اس میں کیا دولت
ہوگی یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔ اب سلطان کی حالت سنو! اسکو یاز کی نسبت
کوئی بدگمانی نہ تھی اور تلاشی کا حکم جو اسل دیا تو وہ اظہار حقیقت کے لیے دل لگی کے
طور پر دیا تھا اور اسکی امیروں کو بتانا مقصود تھا وہ اسکو ہر عذر خیانت سے پاک
جانتا تھا۔ مگر اسکی ساتھ ہی وہم سے اس کا دل لرزتا ہی تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ مبادا
واقعیوں ہی ہو جیسا کہ امیروں نے بیان کیا ہے اور یاز کو صدمہ پہنچے۔ میں نہیں جانتا
کہ وہ شرمندہ ہوا تو اسکی ایسا کیا نہیں لیکن اگر کیا ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے
کرے وہ ہمارا محبوب ہے۔ جو میرا محبوب کرے وہ میرا ہی کیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ میں ہوں
اور میں وہ یعنی میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے۔ اور میں اس کا حجاب ہوں
پس جبکہ میں حقیقتاً کچھ ہوں ہی نہیں۔ تو اگر مرتبہ حجاب میں ہوں۔ تو کیا ہے
کیونکہ یہ وجود الیسا ہے۔ جو عدم مرتبہ آثار غیریت کے سبب مثل عدم کے ہے
[فاصلہ کا علہ] او منم من او ایک جملہ ہے جسکے جس طرح فنائے عاشق فی
المحبوب ظاہر ہوتی ہے یوں ہی فنائے محبوب فی المحب بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خلاف
المقصود۔ اسلئے اسکی تشریح کی ضرورت ہے۔ سو د واضح ہو کہ فنا کی حقیقت

یہ نہیں ہے کہ فانی کی ذات مفنی فیہ کی ذات کی ساتھ متحد ہو جائے۔ بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ فانی بقا ذات کے ساتھ۔۔۔۔۔ اپنی صفات کو چھوڑ کر مفنی فیہ کی صفات اختیار کرے پسے فنا سے قبل چار چیزیں تھیں ذات مفنی فیہ اور اس کے صفات خاصہ۔ ذات فانی اور اس کی صفات خاصہ اور تحقق فنا کے بعد تین چیزیں رہ گئیں ذات مفنی فیہ اور اسکی صفات اور ذات فانی متصفہ بصفات مفنی فیہ۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ ”اودنم من او“ میں ”او“ سے ذات مفنی فیہ متصفہ بصفات مراد نہیں۔ بلکہ ذات فانی متصفہ بصفات مفنی فیہ مراد ہے اور چونکہ اس ذات میں دو حیثیتیں ہیں ذاتیہ اور وصفیہ اسلئے حیثیت اولیٰ سے اس کو میں سے تعبیر کیا ہے اور حیثیت ثانیہ سے اوسے۔ اور اودنم من او کہا ہے فائدہ الاشکال و الحمد۔

فائدہ ۱: در پردہ ام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں پردہ میں ہوں بلکہ مراد اسکی یہ ہے کہ میں پردہ کے مرتبہ میں ہوں۔ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ فنا کے بعد ذات فانی باقی رہتی ہے۔ مگر اسکی صفات زائل ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اس میں مفنی فیہ کی صفات آ جاتی ہیں کما سبق فی الفائدة الاولیٰ اس طرح دونوں ذاتیں صفات کے لحاظ سے متحد ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ ذات فانی منائرۃ لذات المفنی فیہ موجود ہوتی ہے اور صفات مفنی فیہ کا ظہور اسکی ذات منائرہ سے ہوتا ہے اسلئے ظاہر ہیں ان صفات کو ذات فانی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فانی کو مفنی فیہ کے منائرہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح ذات فانی اس اتحاد کا حجاب بن جاتی ہے جو کہ ہر دو ذاتوں میں اتحاد صفات کے سبب پیدا ہو گیا تھا۔ فتدبروا اللہ اعلم بالصواب پھر کہنا کہ خدا نہ کرے کہ اسکی ایسی بے خود خصلت ہو۔ میں نے جو حکم عقلی میں حکم و ہم کی آمیزش کر دی ہے یہ میری بے ہودگی اور۔۔۔۔۔ بے اصل بات ہے۔ ایاز سے یہ حرکت ناممکن اور نہایت بعید ہے کیونکہ وہ تو خصال حمیدہ کا ایک سمندر ہے جس کی تہہ معلوم ہی نہیں اور جسکے اندر سات سمندر ایک قطرہ ہیں۔ اور وہ ایک ایسا آفتاب کی لالت ہے جسکے مقابلہ میں تمام مخلوقات ایک۔

ذرہ ہیں اور وہ نجاست نقص سے اس درجہ پاک ہیں کہ تمام مخلوق پاک کو اسی دریا سے لے جاتی ہے اور اس کے قطرہ سراسر... ناقص کو کامل بنا دینے والے ہیں وہ ایک شہنشاہ بلکہ شاہِ گر ہے ایاز تو اس کو نظر بد کے دفع کے لیے کہتے ہیں چشم بد تو چشم بد۔ یعنی میرے نزدیک تو اچھی نظر میں اس پر چشم بد ہی ہے کیونکہ اس کا حُسن بے حد ہے پس مجھے رشک آتا ہے کہ کوئی اُسے دیکھے ایسی صورت میں جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی اسے بُری نظر سے نہ دیکھے۔ یوں ہی چاہتا ہوں کہ کوئی اس کو اچھی نظر سے بھی نہ دیکھے ومن لم يفهم قال ما قال میں اس منہ سے اس کی تعریف نہیں کر سکتا اسلئے مجھے ایسے منہ کی ضرورت ہے جو آسمان کے برابر وسیع ہو تاکہ میں اس

رشک ملک کی کچھ تعریف بیان کروں اور اگر مجھے ایسا بلکہ اس کے سونگنا منہ مل جائے تو اس کے اوصاف پورے طور پر اس وقت بھی بیان نہیں ہو سکتی۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ جس قدر میں نے اس کی تعریف کی ہے یہ کسی درجہ میں بھی کافی نہیں ہے لیکن کیا کروں اگر اتنی بھی تعریف نہ کروں تو شیشہ دل... اپنی کمزوری کے سبب پھٹ جائے (یہاں تک مولانا نے محمود و ایاز کا قصہ بیان کیا ہے محشین کو ہفت دریا اندر دیک قطرہ اور جملہ پاک بازاں دریا بُرند وغیرہ صفات کے ایاز پر منطبق نہ ہونے سے شبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اس کو انتقال قرار دیکر حق سبحانہ یا عارف کی تعریف قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک اس مقام پر انہوں نے اس دقیقہ کو نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ تعریف محمود کی زبانی ہے جو ایاز پر عاشق تھا اور عاشق کا مذاق اپنے معشوق کی نسبت معلوم ہے کہ وہ انکو کیا اور کیسا سمجھتے ہیں واللہ اعلم)

چونکہ مولانا نے عاشق و معشوق کا قصہ بیان کیا تھا اسلئے مولانا پر جنونِ عشق کا غلبہ ہو گیا۔ اب اس کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح محمود نے اپنے دل کی تسکین کے لیے ایاز کی تعریف کی تھی جوں ہی میں نے بھی اپنے دل کو نازک پایا اور اس کے جوش کو فرو کرنے کے لئے کپڑے بچھا ڈالے — بات یہ ہے کہ جس طرح

دیوانوں کی دیوانگی ہر مہینہ کے اول تین دن میں خوش پر ہوتی ہے۔ (کما قبل) یونہی
مجھ پر بھی ہر مہینہ کے پہلے تین دنوں میں جنون کا غلبہ ہونا چاہیئے پس یہ دن ان تین
دنوں میں پہلا دن ہے اور یہ دن میسرے روز فیروزی ہے نہیں بلکہ فیروزہ یعنی
فیروزی کے تو تمام ہی دن ہیں مگر یہ ان میں نہایت ہی اعلیٰ ہے۔

میں نے جو کہا تھا کہ میسرے خوش جنون کے لیے بھی ہر مہینہ کے شروع میں تین دن
ہونے چاہئیں اور آج ان میں کا پہلا دن ہے یہ تو عام جنون پر قیاس کر کے کہا تھا ورنہ
اصل بات یہ ہے کہ جس کو کسی محبوب کا غم ہوا اسکے لیے تو ہر لمحہ مہینہ کے ابتدائی تمام ہیں
اور آپ کو ہر وقت وہی خوش ہوتا ہے جو عام دیوانوں کو ان دنوں میں ہوتا ہے۔

(فائدہ: اشعار میں قدم گزنگیم الخ سرخی کے حل میں سے محشی نے غلط کیا ہے
بعض نے تو تمام اشعار کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے اول کے دو شعر کو
کو محمود کا اور آخر کے تین اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا ہے مگر میسرے نزدیک صرف شعر اول محمود
کا مقولہ ہے اور باقی اشعار مقولہ مولانا ہیں فندبر)

در بیان آنکہ آنچه بیان کرده میشود صورت قصہ است و آنکہ
بس بیان میا کہ جبکہ بیان کیا جائے در قصہ کا ظاہر ہے اور
آن صورتیت در خور و این صوت گراں است و در خور
یک در ظاہر، ظاہر ہستوں کے وطن اور ان کی تصویر کے آئینہ کے واقع ہے
آئینہ تصویر ایشان است از قدوسی کہ حقیقت این قصہ است
اور در طاعت جو اس قصہ کی حقیقت ہے سیری جو بیان کر
لفظ مرا ازین تنزل شرم می آید و از خجالت سر و شرم
اس کے بیان کرنے سے شرم آتا ہے اور شرمندگی سے سر اور رازمی اور
وقلم گم میکند و العاقل تکفیه (الاشارة)
قلم گم کر گئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کرتی ہے

قصہ محمود و اوصاف ایاز چوں شدم دیوانہ رفت کنون باز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف اب ترتیب سے ابھر گئے ہو کہ میں بواہنگا ہوں

مکہ قیام: محمود ایاز کو وطن آفریں کہ ہر مہینہ اس قصہ در خور و این صورتیت کا ظاہر ہے اور
چونکہ اب کو یہ صورتیت کی وجہ سے بیان کرتی ہے لہذا یہ قصہ بھی اب سے روایت کر رہا ہے۔

زانکہ سلیم دید ہندستان خواب
 کیونکہ یہ آسمان ہندستان کو خوب میں دکھایا
 کَیْفَ یَاکِی النَّظْمُ لِي وَالْعَافِیَّةُ
 مجھے نظم اور عافیت کیسے دستیاب ہو
 مَا جُنُونٌ وَاحِدٌ لِي فِي الشَّجُونِ
 غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے
 ذَاتِ جِسْمِي مِنْ إِنْشَارَاتِ الْكُنَا
 کشتیوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا
 لَئِیْ اِیْازَازَ عَشْقٍ تَوَشْتَمُ جُؤُنَیْ
 اے ایاز! میرے عشق میں بال بسا ہو گیا
 بَسْ فَاذَ عَشْقٍ تَوَخَّوْا نَدَمَ الْبَکَا
 میں نے میرے عشق کا انسان اول دن باں سے چڑھا
 خُودَ تَوَبُّخَوَانِی لَیْقِیْ اَیْ مُقْتَدَا
 اے مقتدا! یقیناً تو خود بڑھ رہا ہے
 کُوهِ بَیْجَارَہُ چہ داند گفت صیت
 بیچارہ بھاڑ کیا مانے گفت گو کیا ہو کر؟
 لَیْکَ مَوَسِّیْ فِہِمُ گُفْتِہَا کُنْد
 لیکن مونس نے گفتگو میں سمجھے ہیں
 کُوهِ مَیْدَانِدِ لَقْدَرِ خُوشِ تَشْتَن
 اپنی بقدر بھاڑ بھی جانتا ہے
 تَن چَوَاصِطْرَ لَابِ بَاشْدَ زَاہِتَا
 جسم، صاب لینے میں اصطراب کی طرح
 اَلْجَنَمُ چوں نہ باشد چشمِ تیز
 جب دو بخیر تیز نگاہ نہ ہو
 تَا صِطْرَ لَابِ کُنْدَ اَزِ بَہْرَ اُو
 تاکہ وہ اس کے لئے اصطراب نہ دے

از خراج امید رزودہ شد خراب
 آمدن سے امید منقطع کر کے مکان برباد ہو گیا ہے
 بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُولُ الْعَافِیَّةِ
 جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں
 بَلْ جُنُونٌ فِی جُنُونٍ فِی جُنُونٍ
 بلکہ جنون در جنون در جنون ہے
 مُنْذُ عَاثَیْتُ الْبُقَاةَ فِی الْفَنَا
 جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلف کی
 مَا نَدِمُ اَزْ قَصْدِ تَوْقِیْدِ مِیْنِ بَکُوْنِ
 میں تیرے قصد سے تنگ گیا تو تیرے بیان کر
 تُو مَرَا کَا فَا نَشْتَمُ جُؤُنَیْ
 میں جو انسان بن گیا ہوں تو مجھے بڑھ
 مَن کَرِ طُورِ مَوَسِّیْ دِیْنِ صَدَا
 میں کہ، طور میں مونس ہے اور یہ صلا دانت ہے
 زَا نَکَہِ بَیْجَارَہُ زِ گُفْتِہَا تَہِیْ سَت
 کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوں سے خالی ہے
 کُوهِ عَاجِزِ خُودِ چہ داند لے سَند
 اے مستند! عاجز بیچارہ کیا جانے
 اُنْدَکَ دَارِ دَرْ لُطْفِ رُوحِ تَن
 جسم، روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے
 آیتِ اَرْزُوحِ چَیْخِیْ اَقْتَابِ
 روح کی نشانی سورج کی طرح ہے
 شَرْطُ بَاشْدِ مَرَا صِطْرَ لَابِ بَیْزِ
 اصطراب بنانے والے انسان کی ضرورت ہو کر
 تَا بَرْدَازِ حَالِ خُورِ شَیْدِ بُو
 تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

طے زانکہ آسمان ہندستان کا
 مانہ ہے شرک میں جا کر
 جب کہ وہ خواب میں ہندستان
 کو دیکھتا ہے تو اس پر سختی
 طاری ہو جاتی ہے کیونکہ
 ایک جنون در جنون اور تائید پر
 تاور میں رہتا۔ آجوں میرا
 صرف ایک جنون نہیں ہے
 جنون در جنون در جنون ہے
 ذات میں جو کہ عشق کی دولت
 بیان نہیں کر سکا رہا ہوں،
 لہذا اس کا اثر میرے جسم کو
 گھلا رہا ہے جس سے
 میں اپنے آپ کو فنا کر کے
 مقام شاد میں پہنچ گیا ہوں
 اے ایاز! اے محبوب
 اب مجھ میں طاعت نہیں ہے
 کیرے عشق کا تقدیر بیان
 کر کہیں اب میرا دم و خود
 تقدیر کی کر رہ گیا ہے تو میں
 تقدیر کو بیان کر میں انسان
 میں تیرے عشق میں نہا کر
 خود انسان بن گیا ہوں خود طوط
 میں کی صلا خود طوط کی تھی
 وہ حضرت مونس کی صلا سے
 باز گشت تھی اب میں طوطوں
 تو مونس ہے بے تائید آواز
 واصل تیری آواز ہے کہ
 پہاڑ خود بھی آواز کر کہ نہیں
 سمجھتا مونس نے سمجھا
 اے کوه تیرا اندر پہلے شمع
 یہ دیکھ کر پہاڑ بالکل بیخود
 ہے پہاڑ میں بھی خضر ہے
 لیکن حضرت مونس جیسا
 شمع نہیں ہے۔ اندکے
 اس لذت مدح کو حاصل
 لے آں ہم جو کہیں رہا ہوتا
 تاروں کے احوال نہیں دیکھ
 سکتا آئے لے اصطراب نہ
 پہنچے جان جو پہاڑ پر آتا
 جانہ اور سورج کے فاصلوں کو

ہوتی ہے جسم میں اس سے بہرہ اندوز ہوتا ہے یہی حال حضرت مونس اور پہاڑ کا ہے۔ حق۔ اب
 مولا نے جسم اور ذہن کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرمایا ہے جسم سے روح کے منازل اور
 مراتب کا یہی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اصطراب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اصطراب
 ایک آواز ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

نہ کہ کے نصی امطرلاب کے
 ذریعہ حقیقت تک پہنچ سکے۔
 تو اگر انسان معنی آگہ کے
 امطرلاب کے اندر قائم کی
 حقیقت کو سمجھنے کی کوشش
 کرے تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ
 پاوے گا۔ تو جہاں آگہ کے اندر
 سمجھنے والا اپنی آگہ کے بقدر کمر
 لگائے۔ مانتا ہے۔ مانتا ہے۔
 سرور حاصل کرنا چاہے پھر
 حقائق واضح ہوں گے۔
 آگہ آگہ۔ اگر کوئی تفسیری
 ہی مشق نہیں کرے تو یہ خیال
 نہ کرے کہ یہ کچھ کچھ ہی
 اور حواس کم ہونے ہیں۔
 بلکہ ترتیب بیان کرنا ہوں۔
 نئے گناہ۔ وہ مشق جس کی وجہ
 سے ہوش و حواس کم ہوتے ہیں
 اس کا کوئی تصور نہیں ہے جس
 کی نشان دہی ہے کہ اس کے
 سامنے مانتوں کی عقلیں کم
 ہوتی ہیں۔ تجربہ جبران کرنے
 والا نشان دہی نہیں ہو سکتا کہ
 وہ اپنی عقل جبران کرے۔
 آگہ آگہ۔ یہ مشق
 کے جنوں کے بعد عقل
 کی نشانی نہیں ہو سکتی۔
 بلکہ جنوں ہی ہو گیا ہے۔
 تو نے عقل ہی جو مستحق
 پسند ہے۔ عقل ہی جو مستحق
 باتوں کی تصدیق کرنے کے مستحق
 مستحق کاروانہ۔ جس کو
 ہر انداز اور مشق کے سمجھنے
 آگہ آگہ۔ اس کی شہرہ
 صاحب ہمت ہی برداشت
 کر سکتا ہے اس کی عقلی کے
 حلقہ کاروانہ ان میں سے
 باور رکھنا ہے جو کچھ
 دوسرے پڑے گا بلکہ تجربہ
 کیسے وہ تجربہ اپنی زلف کی
 لا۔ وہ ہے کی تجربہ میرا دل

جاں کز امطرلاب مجید اوصوا
 جہاں امطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک پہنچ سکے۔
 تو کز امطرلاب دیدہ بنگری
 تو جو کہ آگہ کے امطرلاب سے۔ دیکھتا ہے
 تو جہاں رات در دیدہ دیدہ
 تو نے جہاں کہ آگہ کے بقدر۔ دیکھا ہے
 عارفان را سرمہ ہست آں ججو
 مانتوں کے پس سرمہ ہے وہ طالب کر
 ذرہ از عقل و ہوش اربابست
 اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ ہی میرے پاس ہے
 چونکہ مغز من ز عقل و ہوش تہیست
 چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے
 نے گناہ اور راست کو عقلم برد
 اس کا گناہ ہے جو میری عقل نے لیا
 یا مجید العقل فتان الحجبی
 اس عقل کو حیران کرنے والے۔ جو کوئی نہیں جانتا کہ
 ما استہمیت العقل فدل جنتی
 تو نے مجھے جہنم دکھایا تو عقل کی جنت نہیں
 بل جنونی فی ہواک مستطاب
 بلکہ تیرے عشق میں میرا جہنم بھلا ہے
 گرتبازی گویدا و و پاریسی
 اگر وہ۔ بل میں ہوئے ایتنا رس میں
 بارہ او در غور ہر ہوش نیست
 اس کی شہرہ ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے
 بار دیگر آدم دیوان وار
 میں دیوان وار در بارہ آگہ
 غیر آں زنجیر زلف و لبم
 میرے عشق کی زنجیر کے علاوہ
 ہست بر بایں دل از عشق نبد
 میرے دل کے باطن میں عشق کی شہرہ ہے

چہ قدر داند ز رخ و آفتاب
 وہ آفتاب۔ سورج کی کیا قدر بیان کتی ہے
 در جہاں دیدن نقیص پس فاضری
 مانتوں میں ناقص ہے۔ نقیص ثابت ماجز ہے
 کو جہاں سببت چرا مالیدہ
 جہاں کہاں ہے؟ مانتوں کو تا کیوں رہا ہے؟
 تاکہ دریا گرداں چشم جو جوئے
 تاکہ یہ نہریں آگہ مستند ہوں جائے
 ایں چہ سودا و پریشان گفتنست
 قریہ دیوان کی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟
 پس گناہ من دریں تخلیطست
 تو اس غلط غلط میں میرا کیا تصور ہے؟
 عقل جملہ عاقلان پیش ببرد
 تمام عقلوں کی عقلیں آگے آئے مراد ہیں
 ما سواک للعقول مرتجی
 تیرے سوا عقلوں کی اسباب نہیں ہے
 ما حسدات الحسن فلذینتی
 جسے تو نے میرے ذہن میں پیش کر دیا جس پر حسد نہیں کیا
 قل بلی واللہ بزیات الصواب
 کہہ دے ہاں۔ اللہ نے مجھے ایک بار دے
 گوش و ہوش کو کہ در ہوش سبی
 تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اسکو سمجھے
 حلقہ او سخرہ ہر گوش نیست
 اس کا حلقہ ہر کان کے باقی نہیں ہے
 زو زو لے جاں و دوزخیر یار
 اسے جان۔ جا جا۔ بلکہ زنجیر لا
 گرد و صد زنجیر آری بردرم
 اگر تو سو زنجیر لائے گا میں تو زو زو
 سود کے دارم ایں وعظ و نید
 مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

کہ آگہ آگہ۔ اس کی شہرہ ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے

قصہ رشتہ نشین نادر مطلع
اس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا

ہم نادر و پیو مطلع مقطع
مطلع کی وجہ قطع میں نہیں رکھتا

قصہ رشتہ نشین کے قصہ
کی نہ اجازت ہوتی ہے نہ انتہا
مطلع مطلق کا بہتر مطلع
غزل کا آخری شعر

شرح

چونکہ مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا تھا جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے اور اسکی وجہ سے قصہ محمود و ایاز ناتمام رہ گیا تھا اب اسکی ناتمامی کی معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں کیونکہ میں نے ہاتھی کو خواب میں بندوستان نظر آگیا ہے اور میری روح عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گئی اسلئے اب مجھے محمود اور ایاز کے اوصاف بھی نہیں آتے۔ گاؤں اجڑ گیا پس تم مجھے معذور کہو اور خراج قصہ گوئی کی امید سرد دست چھوڑ دو کیونکہ میں نے عقل کا گاؤں اجڑ گیا ہے تم غور تو کرو کہ جب اصول عافیت یعنی عقل و ہوش جاتی رہی تو مجھے نظم اور قافیہ قصہ جس میں آورد کی ضرورت ہے کیونکہ درست ہو سکتا ہے کیونکہ غمناک عشق میں مجھے ایک جنون تھوڑا ہی ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے ایسی حالت میں قصہ کیونکہ بیان کر سکتا ہوں رہی یہ نظم سویر تو آمد ہے جس میں غم و فکر کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک پہنچ کر مولانا کو دل تنگی ہوتی ہے کیونکہ جو عشق چاہتا ہے کہ خوب دل کھول کر بھڑاس نکالو۔ اور جو منہ پر آئے کہو۔ اور طاعت محبوب اسکی اجازت نہیں دیتی اسلئے مولانا پریشان ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھائی! جب سے میں نے فنا میں لقا کی مشقتیں جھیلی ہیں۔ اس وقت سے اشارات مخفیہ میرا تو جسم گھل گیا کیونکہ جی بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ اسرار عشق خوب جی کھول کر بیان کروں اور اجازت ہی نہیں اسلئے ضبط کرتا ہوں۔ اور ضبط کی تکلیف سے گھٹتا ہوں۔

(فائدہ: منذ عایت البقار فی الفتناء کے اندر دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ لفظ عایت معائنہ سے مشتق ہو دو سرا یہ کہ معائنہ سے مشتق ہو جسکے معنی ہیں رنج کشیدن یعنی مصیبت جھیلنا اور میرے نزدیک مقام کے مناسب احتمال ثانی ہے کہ محشی نے احتمال اول کو اختیار کیا ہے) اسکے بعد فرط ضبط سے تنگ آکر بے اختیارانہ

کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے آياز! يعنى محبوب حقيقى! ميں تيرے عشق ميں گھل گھل کر مثل بال کے دبلا ہوگيا ہوں اور قصہ بيان کرنے سے بھى عاجز ہوگيا ہوں اور قصہ محسوس و آياز جو حقيقت ميں آپ کا اور ميراقصہ ہے اور محمود و آياز برائے نام اور پردہ پوشى کے ليے ہيں بيان کرنے سے عاجز ہوگيا ہوں۔

پس اب آپ ميراقصہ جو ميں کہہ رہا تھا کہئے اور ميں آپ کے عشق کا افسانہ بہت کچھ جان و دل سے کہہ چکا ہوں۔ پس اب کہ ميں خود افسانہ ہوگيا ہوں آپ مجھے پڑھيے يعنى ميں تو فنا ہو کر آپ کے ذکر کے قابل نہيں رہا۔ اب آپ بمقتضائے اذڪرني اذڪرہ ميراذڪر كيچئے اور يہ جو ميں کہتا ہوں کہ ميں نے يہ کیا وہ کیا اور ميں اليسا ہوگيا دليسا ہوگيا اب آپ يہ كيچئے وہ كيچئے يہ ميں نہيں کہتا بلکہ آپ ہی کہتے ہيں كيونکہ ميں تو بمنزلہ کوہ طور کے ہوں اور آپ بمنزلہ موئے کے۔ جو کہ کوہ طور پر كلام کرتے تھے اور ميراقلام بمنزلہ طور کے اس صدا ئے بازگشت کے ہے جو کہ موئے عليہ السلام کی آواز سے اس ميں پيدا ہوتی تھی وہ آواز گو بظاہر طور سے پيدا ہوتی تھی مگر حقيقت ميں وہ كلام موئے عليہ السلام کا تھا۔ ورنہ بے چارہ طور کیا جانے کہ گويائی کیا چيز؟ كيونکہ وہ تو كلاموں سے عاری ہے ہاں موئے عليہ السلام ضرور بولنا جانتے ہيں اور بولتے ہيں چہاڑ چو کہ عاجز ہويا بولنا جگہ تو اپنی حيثيت کے موافق ہی بولنا جانتا ہے۔

اور وہ يہ ہے کہ جو کچھ موئے عليہ السلام کہيں اسے دُہرائے سو اس قدر گويائی بھي موئے عليہ السلام کا فيض ہے اسلئے موئے اور طور کی ايسی مثال ہے جيسے روح اور جسم کہ جسم في حد ذاتہ معطل محض ہے۔ ہاں روح کی عنایت سے کچھ حصہ سکھ بھي مل گیا ہے اسلئے اگر خيال كيچئے تو جسم کو روح سے وہی نسبت ہے جو اصطراب کو آفتاب سے كيونکہ وہ روح کی حالت کے اظہار کا ايک ذريعہ ہے، جيسے اصطراب آفتاب کی حالت کے اظہار کا۔

يہاں تک مولانا نے جسم کو اصطراب اور روح کو آفتاب قرار ديا تھا اب مولانا ايک دوسری تشبيہ کی طرف انتقال فرماتے ہيں اور جہاں کو مثل آفتاب کے قرار ديگر

اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! جب ستارہ شناس تیز نظر نہیں ہوتا تو اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اصطراب قائم کرنا جانتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے لیے اصطراب قائم کرے اور وہ ستارہ شناس اس کے ذریعہ سے آفتاب کی حالت معلوم کرے۔ اب تم سمجھو کہ جو شخص اصطراب کے ذریعہ سے حالت واقیعہ کو جان سکتا ہے اور اس کے بدوں نہیں تو وہ آسمان اور آفتاب کے متعلق کس قدر علم رکھ سکتا ہے یقیناً تم یہ کہو گے کہ بہت کم۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تم جو اصطراب چشم کے ذریعہ سے عالم کو دیکھتے ہو تو یقیناً تم کو بھی جہاں کی حالت بہت کم معلوم ہو سکتی ہے۔

ایسی حالت میں تمہارا یہ دعوے کہ ہم نے عالم کو دیکھ لیا۔ اور اس کی حالت کا حقہ معلوم کر لی بالکل غلط ہے تم نے جہاں کو اس قدر دیکھا ہے جس قدر آنکھ سے معلوم ہو سکتا ہے اور حقیقت و سر جہاں یہ نہیں ہے پس فضول مونچوں پر تاؤ کیوں دیتے ہو۔ اور کیوں کہتے ہو کہ ہم نے جہاں کو دیکھ لیا مل اگر تم جہاں کو یوں دیکھنا چاہتے ہو۔ جیسا کہ وہ ہے اور جیسا کہ اس کو دیکھنا چاہیے۔ تو ہم اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس ایک سرمہ ہے جس کے اشیا کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تم وہ سرمہ تلاش کرو تاکہ تمہاری یہ آنکھ جو بمنزلہ ایک ندی کے ہے ایک سمندر ہو جائے اور تمہاری نظر اس قدر ثاقب ہو جائے کہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر ہوش آتا ہے اور فرماتے ہیں کہ صاحبو! میں نہ کہتا تھا کہ میں دیوانہ ہو رہا ہوں اب تو ہمیں اس کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اگر مجھے کچھ بھی عقل اور ہوش ہوتی تو یہ جنون اور پریشان گوئی کیوں ہوتی کہ کیا کہہ رہا تھا اور کیا کیا کہنے لگا۔ مگر چونکہ میرے دماغ میں عقل و ہوش نہیں اس لیے اگر میں غلط بحث کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے کچھ بھی نہیں۔ قصور تو اس کا ہے جس نے میری عقل کھوئی یعنی میرے محبوب کا۔ جس کے سامنے تمام عقلا کی عقول ہیچ اور معطل ہیں۔

(خاندہ: گناہ اور امین لفظ گناہ بنا بر مشاکلت استعمال ہوا ہے جیسے دیکھو
دیکھو اللہ میں دیکھو اللہ)

چونکہ اس مضمون سے شکایت محبوب کی بو آتی تھی کہ اس نے مجھے دیوانہ کر دیا ایسے
مولانا اپنے محبوب کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقول کو پناہ دینے والے اور
انکو فتنہ میں مبتلا کرنے والے محبوب عقول کی امید فلاح آپ کے وابستہ ہے اور آپ ہی
انکو فتنوں سے بچا سکتے ہیں پس اگر میرے عقل نے بیان مذکور میں غلطی کی ہو تو آپ معاف
کیجیے۔ اور اسے فتنہ سے بچائیے۔ میرا مقصود اس بیان سے شکایت نہیں ہے اور
جب سے آپ نے مجھے دیوانہ کیا ہے میں نے کسی عقل کی خواہش نہیں کی اور جب سے آپ نے مجھے
دیوانگی سے زینت بخشی ہے میں نے حسن عقل پر کبھی رشک نہیں کیا۔ بلکہ مجھے تو آپ
کی محبت میں جنون ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اے مخاطب! تو بھی کہہ دیجیے ہاں! بخدا یہ بات ہے کیونکہ یہ بات سچی ہے
اور حق تیرے لیے کافی ہے۔ [خاندہ: واللہ میں واقف ہوں اور تجزیک الصواب
علت ہے قل کی۔ محشی نے واللہ کو مبتدا قرار دیا ہے اور جملہ کو دعائیہ یا حالیہ
قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک صحیح نہیں) چونکہ مولانا نے فارسی کو چھوڑ کر عربی
بولنا شروع کر دی تھی جس عوام کو وحشت ہو سکتی تھی۔ اسلئے مولانا اپنے کلام کو
محبوب کا کلام قرار دیکر فرماتے ہیں کہ خواہ وہ عربی بولے یا فارسی کہتے کیا؟ اور تو عربی سے
کیوں وحشت کرتا ہے۔ اسلئے کہ تیرے کان اور ہوش کہاں ہیں کہ ان کے ذریعے سے
تو اس گفتگوئے عشق کو سمجھ سکے۔ اسلئے کہ اس کی شراب سخن بر عقل کے مناسب نہیں ہے
اور اس کا حلقہ کلام ہر گوش کا مسخر نہیں ہے پس جب تو اسکو سمجھ ہی نہیں سکتا
تو تیرے نزدیک عربی و فارسی دونوں برابر ہیں پھر تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے
”مادہ اور خوراک سے مولانا پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا اسلئے فرماتے ہیں کہ میں پھر دیوانہ
وار آیا ہوں۔ جاؤ جاؤ میرے لیے زنجیر لاؤ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جی زنجیروں سے

ہیں تفسیر ثابت ہوا کہ
جیسا باپ ویسا بیٹا۔
ملکے تھے میں نے اُس کی
نازرائی کی قتل ہو کر فرار
و اصل قتل قبر خواہے
آزار۔ اشد تعالیٰ کا نام قتل
پر نہیں ہوتا ہے۔ درکمال
اشد تعالیٰ کے کاوت اور
صفیات اولیٰ میں کوئی امر
حادث اس کی قتل کئے ہو
ملکا ہے تو شیطاں کی نافرمانی
کی قتل اُس کے آتش
ہونے کو تیار و نیامی
نہیں ہے بلکہ قدرانی میں
اُس کو نافرمانی قتل دیا گیا
تھا اس وقت زائل تھی نہ
شیطان کا تفسیر ہوا تھا۔
ملکے تھے باپ کے۔ کما حقہ
یہ سب لایہ نہیں بیٹے کے
اوصاف کے لئے باپ کے
اوصاف قتل ہیں۔ اب
فرماتے ہیں کہ باپ خدا اور
کا بنا ہوا ہے وہ کیا قتل
ہو سکے گا۔ اس اشکاف
ہے باپ اس کا پھر چلا
ملکے دوزخی جو جسم و پوست
کی بابت کی کرتا ہے۔ دوزخی
ہے اور اشد تعالیٰ اس کو دوزخ
میں ہی کی کالیں دیا کرتا ہے
پاک ہے ملکے نبوت
جلوہ حق تعالیٰ نہ ہم نہ خود
نہ حق تعالیٰ نہ خود اشد تعالیٰ
... اس دوزخیوں کی جب ب
کامیں یک جہتیں کی جہتوں کی
کامیں تبدیل کروں گے تاکہ
وہ عذاب کا مزہ چکھیں مٹی و تر
انسان کی روح نوح جان کا
پر فرمے ہذا وہ ایک برہم
ہے ایک کا یہ منہ انسان کا
جسم ہے کہ جس کو کلاں کے

اُو کجا بود اندراں دور کر من
صدر عالم بودم و فخر من
اس زمانہ میں وہ کہاں تھا جبکہ میں
مالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیان آیہ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ نَّارٍ وَقَوْلُهُ تَعَالَى
آیہ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لہٹ سے پیدا کیا اور اشد تعالیٰ کا
فِي حَقِّ ابْلِيسَ عَلَيْهِ اللَعْنَةُ - اِنَّ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ
ابلیس (اسی برکت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر ہمارے
عَنْ امیرِ سَیِّدِہ
اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میز و آتش جان بقیہ
افق کی جان شعلہ دار تھی
نہی غلط گفتم کہ بد قبر خدا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ خدا کا قبر تھا
کار بے علت مبرا از علل
خدا کا نام بے علت۔ بلقوں سے پاک ہے
در کمالِ صنع پاک مستحش
قابل توجہ، پاک کام کے کمال میں
بہر آب چہ بود آب مَصْنَعِ او
باپ کا زار کیا ہوتا ہے؟ پہلا باپ کی صنعت
عشق دال اے فندقی تن دوست
اے فندقی سے ہم اولے عشق کو پناہ دے
دور خمی کو پوست باشد و شش
... دوزخی کو کپا جس کی دوست ہو
معنی مغز بر آتش حاکم ست
تیار ہو اور مغز آگ پر ٹھکراں ہے
کو نہ چوبیس کہ دروے آب سبوت
ملکری کا چوبیس میں ہنسہ کا پانی ہے
کاشی بود الولد سر آبیہ
کیونکہ آگ کا دہتا ہوا تھا لہذا باپ کا لڑکے
علتے راپیش آوردن چرا
کوئی قتل پیش کرنا کیسا؟
مستمر و مستقرست از ازل
ازل سے، دائم اور قائم ہے
علت حادث چہ گنجہ باحدث
حادث کے ہوتے ہوئے حادث کی قتل کی گنجہ؟
صنع مغزست آب صورت چو پوست
صنعت مغز ہے اور باپ جھلکے کی طرح صورت ہے
جانت جو بد مغز و کو بد پوست
جو ہی جان کو مغز کا گھبراہٹ و تر ہے جھلکے کو کوشتار
و ادب دَلَّ الْجُلُودُ اِپوستش
... ہم نے کمالوں کو دل دیا۔ کی کمال اگرو دی ہے
لیک آتش را قشورت ہم زمست
لیکن نہ سے جھلکے آگ کا ایندھن میں
قدرت آتش ہمہ بر طرف آد
آگ کا پورا قابو اُس کے برقی پر ہے

● ہے تو اصل قتل اور سبب خدا کی گوری ہے۔ عشق دال عشق دوزخ میں بابت کی پیدا کرتا ہے اور
جسم کو گشت آتا ہے۔ عشق دوزخ کی طرف کی طرح کا ایک جہل ہے

معنی انسان بر آتش مالک است
 انسان کا جو ہر آگ کا مالک ہے
 معنی ہیزم بر آتش حاکم است
 ایسے من کا جو ہر آگ پر حاکم ہے
 پس میفرما تو بدن معنی فزا
 پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا
 پوشتہا بر پوست می افزوده
 ترے چمکے پر چمکا بڑھا ہے
 زانکہ آتش را علف جز پوست نیست
 آگ کی خوراک چمکے کے علاوہ نہیں ہے
 این تکبر از نتیجہ پوست است
 یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے
 این تکبر صیت غفلت از لباب
 یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت
 چوں خبر شد ز آفتابش رخ نما
 جب اس کو سورج کا رخ ملا، برت نہ رہا
 شد ز دید لب جملہ تن طمع
 جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا
 چوٹ نہ بیند مغز قانع شد بپوست
 جب جوہر کو نہیں دیکھا ہے، چمکے پر تانے پر جاتا ہے
 عزت اینجا گبر است دل دیں
 اس جگہ قوت کا زور ہے اور زلت دیں
 در مقام سنگی وانگاہ انا
 تو پتھر کی جگہ ہے اور پتھر تکشہ
 کبر زان جویدہ ہمیشہ جاہ و مال
 تکبر ہمیشہ رتبہ اور مال کا جہاں، ایٹھ ہے

مالک دروغ دروغ کے مالک است
 دروغ کا مالک اس میں کب ہلک ہونے والا ہے
 یک آتش راتن اویزم است
 لیکن اس کا جسم آگ کا ہی نہیں ہے
 تا چو مالک باشی آتش را کیا
 تاکہ تو مالک کی طرف سے آگ کا مالک بنے
 لاجرم چوں پوست اندر زودہ
 لا محالہ تو چمکے کی طرح دھوئیں میں ہے
 قہر حق آن کبر را گردن نیست
 اللہ تعالیٰ کا قہر اس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے
 جاہ و مال آن کبر را زان دست
 اس لئے تکبر کو رتبہ اور مال مجرب ہے
 منجمد چوں غفلت رخ ز آفتاب
 جی ہوئی جیسا کہ برف کی سطح سے غفلت
 نرم گشت و گرم گشت تیز را ند
 نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے ہو گیا
 خوار و عاشق شد کذل من طمع
 ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا
 بند عزم من قنع زندان اوست
 جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا، کی چیزیں اس کا قید خانہ
 سنگتانی نشد کے شکنجیں
 پتھر جب تک غالی نہ ہوا، گنیز کب بستا
 وقت مسکین گشتن تست و فنا
 (مالک) پتھر سے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے
 کر ز سرگین ست کلغن را کمال
 کی بعضی کو سرگرمی سے کمال (حاصل) ہے

پیانے میں پانی ہو اگر اس کو
 آگ پر رکھ کر پیلا دے آگ کا
 اتر آئے گا
 معنی انسان ریح انسانی
 آگ کی مالک ہے تو مالک نہ
 جو ترم کا دار و دار و مالک ہے
 آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہے
 مالک اس فرشتہ کا مالک ہے جو
 اس کا مالک اور دار و دار ہے
 چھٹا، جبکہ تو مجسمہ است من
 گیا ہے اور پوست، جس کی چیز ہے
 تو جس کی چیز ہے دھوئیں میں ہے
 زانکہ جسم پروری سے مجسمہ
 پیدا ہوتا ہے اور آتش کا جسم
 اس کا قاتل ہے۔
 معنی کبر جسم پروری کا
 تکبر کی طرف رہتا ہے اس
 لئے تکبر حال اور تکبر کبر است
 پس نہ کہ ہے چو کی چیز میں
 پروری کا سبب ہے، آتش کی
 انسان کا کبر جس کی ذات میں ہے
 جس سے غفلت کا نتیجہ ہے
 لہ چو نہ بیند جب تک
 انسان کو ایک حقیقت کا شعور
 نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت
 کرتا ہے اور قناعت کی چیز
 اس کو کبر کو مرد میں بستا
 کر دیتی ہے۔ غرض غفلت میں
 محاورے کے مام معنی قوت
 ہیں کہ شخص زیادتی سے کمال
 میں قناعت اختیار کرتا ہے
 وہ یا غرت رہتا ہے مولانا نے
 اس محاورے کے بھی یہ معنی
 مراد نہیں لئے ہیں۔ غرور
 مولانا فرماتے ہیں قوت پروری
 کفر ہے اور وہی وقت کا اختیار
 کہنا ہے۔ جسک جسم کے پھر
 کو جب تک مجاہدوں کے
 نور نہ نایا جائے گا ملک
 نہیں کے گا۔

اسی کا جانا ایسا ہی جیسا کہ برف کا جانا سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ کتاب خلاصہ جوہر معنی ذات باری عزوجل
 صفت شکر پر لب، جب اسکو زلت، صفات کا شاہد ماس ہو جانا جو انسان میں اسکا حصول کا لالچ ہے
 اور لالچ ہی غفلت اختیار کر کے تو اس میں طمع، نہ ملے اس محاورے کا معنی ہے پتھر کو سرگرمی سے کمال حاصل کرنے میں عاجزی و قریب

برنوشتہ بیج بنوید کے
بھی کوئی کھے ہوئے پرکھتا ہے ۶

کاغذے جوید کر اُن بنوشتہ میت
وہ کاغذ کاغذ کرتا ہے جو کھا ہوا نہیں ہے

تو برادر موضع ناکشتہ باش
لے بھائی تو نہ ہوں ہوں جسے ہی جا

تیا مشرف گردی از نوں و قہلم
تا کہ تو نہ اور قہلم سے مشرف ہو جائے

خود ازیں پا لودہ نالیسیلگیر
خودا پس خاودے کو نہ پکھا ہوا بناے

زانکہ زیں پا لودہ مستیہا بود
یونکہ زیں خاودے سے مستیاں پیدا ہوئی ہیں

چوں در آید نزع و مرگ ہے کنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے

تا نگردی غرق موج ز رشتے
جب تک تو کسی بڑائی کی موج میں غرق نہ ہو

یاد ناری از سفینہ راستیں
فرستادن کی کشتی کو یاد نہ کرے ۷

چونکہ در مانی بغرقاب بولا
جب تو مصیبت کے سمندر میں پیش جائیگا

دیو گوید سگریدایں خام را
شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو بدبو

دورایں خصلت فرہنگ ایان
یہ خصلت ایا کی ذہانت سے پیدا ہے

او خرویں آسماں بودہ ز پیش
وہ پہلے سے آسمان مریخ تھا

یا نہا لے کار داند ر مغر سے
ایک پردے کے تھانے میں کوئی دوسرا ہوتا ہے

تخم کار و موضع کرکشتہ میت
اس دنگ ہی جڑتا ہے جو بولی ہوئی نہیں ہے

کاغذ اسپید نا بنوشتہ باش
تو نہ کھ بوا سفید کاغذ ہی جا

تا بکار زور تو تخم آن ذوالکرم
تا کہ وہ صاحب کرم تخم میں ہی جڑے

مطبغے کہ دیدہ نادیدہ گیر
جو مطبع نے دیکھا ہے اس کو ہی دیکھنا ہے

پوستین و چاق از یادت زود
پوستیں اور چپیل جیڑی یاد سے عمل جائے گی

ذکر ذلق و چارق آنکھ ہے کنی
تب بڑائی نہ لڑی اور چپیل کو یاد کرتا ہے

کہ نہا شد از پنہاست کشتیے
جس میں جیڑی پنہا کی گئی کوئی کشتی نہ ہوگی

نگری در چارق و در پوستیں
چپیل اور پوستیں کو نہ دیکھے گا

پس ظلمنا و در سازی برولا
پھر بے درپے میں نے ظلم کیا کہ کدو بنانے کا

سگر بریدایں مرغ بے ہنگام را
اس بے وقت (الان) دینے والے (میرے) مرغ کو بے وقت کر دو

کہ پدید آید نمازش بے نیاز
کہ اس کی نماز بغیر ماجری کے ہو

نعر لے او ہمہ در وقت خویش
اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

میں دوست پہلے سے لگا ہوا ہوں
اس میں کیا پردہ نہیں رہتا تھا
ہے لہذا ہے آپ کو نہا کر تب
بقا حاصل ہوگا کاغذ سے
خوف نہیں مارد کاغذ کاغذ
کر لے ہے اباغ تجزی میں
لگا ہوا تھا ہے جو برادرانہ
کو اپنے آپ کو نہ لگے ہوئے
کاغذ اور تجزی میں کھسکا
بائینا چاہیے
تھا تا مشرف پر قدرت
تھا قدرت سے اس پر نقش
نکار کرے گی اور اس پر مشرف
نے پردے لگا دیے گی خود
ایسے آپ کو زیادتی تو نہ
لگا تا کہ لڑی جیڑی یا نہ
ہے کہ جب تک تو باطل نہا
نہا ہوا تھا ایسی اصل حقیقت
کو نہ دیکھے گا چو کہ جب حقیقت
کے بعد میں پہنچے صاحب تو
کے گا کہ نہ پھر شیطان تو
پر پہنچے گا کہ آپ کا کتاب
ہے وقت کی تو بہ اور نہایت
سے کیا قلم ہے اہم کو نہ
کر ڈالو جو مرغ بے وقت نہیں
دیتا ہے اہم کو نہ لکھ کر دیا
جاتا ہے۔ توہ ایا کی یہ
مادت زقی کر اس کو وقت
نہا لے پرتنبہ ہوا اس کی
ہر نماز مجز و کساری سے
حق اور وہ آسمانی مرغ حق
اس کی تمام ماجری بروقت
حق

میں حال کرے پھر فیک لڈ میں حاصل ہوں گی۔ تا کہ انسان خداوی لڈ میں پیش کر سکتا ہو جائے
ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے چوں کہ یاد پیرا ایسے وقت میں ناست کا اظہار
کر لے کہ اس کا اظہار نہیں ہوتا۔

۱۵ آیت: واما لامرہ

کی طرف غصب ہے مرنے اس مناجات سے ہر کہ یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے منافقوں کو لکے جہنم ملنے کی حقیقت معلوم تھی اسی لئے انہوں نے اس کو کفر کہا۔ تو کیفیت الخطا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقرر ہے کہ یہ ایمان و انیس میں جو کہ ہے اگر غیب سے پردے کی ہچکچاہٹیں تو میرے یقین میں کوئی امتداد نہ ہو گا پروردگار کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ دہر کر کہ اس شخص کا مطلب ہے کہ کہ انسان "سردن کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے یہ سافرا ہوتا ہے ورنہ اس دور سے کو کہتا ہے

۱۶ آیت: واما امرہ کا صحیح وقت نہیں بیچا جاتا ہے ایسے وقت تو ہر کرتے ہیں بلکہ تو یہ مفید نہیں رہتی صحیح کاذب صحیح وقت کو نہ بیچا جاتا ہے بہت سی قریب تباہیوں ہیں، قاتل اگر کاذب صحیح میں کل پڑنا ہے تو قوت پاتا جاتا ہے صحیح کاذب خا کرے کاذب صحیح کسی کی دہر نہ ہونے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

۱۷ آیت: واما امرہ خود غفل میں جلا ہے "دھڑک" کو غفل پر دیکھے اگر نہ لکھ اگر انسان خود راغب ہے تو اس کو دوروں کو کوشاں کر دیکھنا چاہیے کہ لگ رہا ہے بہت بد کام ہے۔ یہاں کو دوروں کا واسطی ہو کر

در معنی آنکہ آریا الاشیاء کما ہی ومعنی آنکہ لو کشف

اس سنی کے پاس میں کہیں چیزوں کو بیا دھا جیسے وہ ہیں اور اس کے سنی کر

الخطاء ما ارددت یقینا ومعنی اس بیت

پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اٹھانہر اور اس بیت کے سنی

در ہر کہ تو از دیدہ بدی نگری از خبیثہ وجود خودی نگری

جس شخص کو تو بڑی نگری دیکھتا ہے اپنے وجود کے حلق سے دیکھتا ہے

و در بیان اس مصرعہ

اور اس مصرعہ کے بیان میں

بانگ بہر حق کند نہ بہر انگ

وہ ادھ کے لئے اٹھان رہتا ہے، ہر کہ پئے کے لئے

صبح کاذب عالم نیک بدش

صبح کاذب اپنے نیکہ بد کے ماننے والے کو

تا کہ صبح صادق پنداشتند

حق کو اس کو صبح صادق سمجھنے

کہ بھوئے روز بیرون آمدت

جورن کی آمد پر باہر آئے ہیں

کو دہر میں کاروانہا را بباد

جوت تلوں کو بر باد کر دیتی ہے

صبح صادق را تو کاذب ہم میں

صبح صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

از چہ داری بر برادر ظن ہماں

تو تو ہماں پر اس کا گمان کیوں کرتا ہے

نامہ خود خواند اندر حق یار

دوست کے پاس میں اپنا غلطی کرتا ہے

انبیاء را ساحر و کثر خواندہ اند

انھوں نے انبیاء کو جادوگر اور بڑبڑا کہا ہے

لے خروشاں زوے آموزید بانگ

اے خروشاں! اس سے اٹھان دینا سیکھو

صبح کاذب آید و نفر پیدش

صبح کاذب آئے اور انکو فریب نہیں دیتی

اہل دنیا عقل ناقص داشتند

دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے

صبح کاذب کاروانہا را از دست

صبح کاذب نے ان، قاتلوں کو تباہ کیا ہے

صبح کاذب خلق را رہبر مباد

خاکرے صبح کاذب مخلوق کی راہنما بنے

لے شدہ تو صبح کاذب را میں

لے وہ شخص کہ تو صبح کاذب کا پند ہے

گرنداری از نفاق بدماں

اگر تجھے بڑے نفاق سے اس نہیں ہے

بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار

بدگمان ہمیشہ بڑا بد کام ہے

آں خساں کند کثر یہا ماندہ اند

وہ کہنے جو بھی میں چھٹے ہوئے ہیں

۱۸ آیت: اگر انسان کا خود بیخود ہے تو اس کا مایہ ناز یا مایہ ناز کے خروشاں۔ جو رشتہ میں اس کا پاپا اگر اس طرح برقت ادا کرنا چاہیے جو اس کے لئے برکت ہے، ادا کر لے تو اس میں خاص تھا کہ اس کی بدگمانی جس صبح کاذب وقت کو صبح پکارتا تھا تو اس کو دھکا دے دے سکتا تھا۔

وَأَمَّا امِيرَانِ حَسْبِ قَلْبِ سَا
 اُنہی کچھ دھکے باز سسر داروں نے
 کو دُفینہ دار دو گنج اندراں
 کو وہ دُفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے
 شاہ میدانست خود پاکی او
 شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے
 کاے امیراں حجرہ بکشانید در
 کہ اسے سردار اور حجرے کا دروازہ کھول دو
 تا پدید آید سگالشہائے او
 تاکہ اُس کی تیسری نما ہر جو جہاں میں

مَر شَمَارِ اَدَامِ اَل زَرْد و گُہَر
 میں نے وہ زرد و چاہرہ نہیں دیا
 اِس ہمی گفَت دِلِ اَو مِی طَیِد
 وہ یہ کہ رہا تھا آدمی کا دل زپ رہا تھا
 کہ منم کایں بَر ز بانم مِی رُو
 کہیں ہوں کہ میری زبان سے جہاں رہا ہے
 باز مِی گوید بَحَقِ دِیْنِ اَو
 پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم
 کہ بَقْضِ زِشْتِ مِی طَیْر ہِ شُو
 کہ وہ میرے بری بہت رکھنے سے ناراض ہو
 بُتْلَا چوں دِید تَاوِیْلَاتِ رِیْجِ
 بتلا دیاں جب رِیج کی توجہ سمجھ لیتا ہے
 صَا حِبِ تَاوِیْلِ اِیَا زِ صَا بَرِ سْت
 توجہ کرنے والا، صاحبِ اِیاز ہے
 ہِیچُو یُو سَفِ خَوَابِ اِیْنِ مَدَانِیَا
 (حضرت) یوسف کی طرح اِن خدوؤں کا خواب

اِس لَکَاں بُر و دِ بَر حَجْر ہِ اِیَا ز
 اِیاز کے حجرے پر یہی لکھا گیا
 زَا مَنَہِ خُو دِ مَن گَر اَنْدَر لَکَاں
 اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ
 بَہرِ اِیْشَاں کُرد اَو اَس جُستِ بَہو
 اُس نے وہ جستِ بَہو اُن کے لئے کی تھی
 نِیْمِ شَبِ کُہ اِشَاں اَو زَاں بَیخِ
 آدمی رات کو کیونکہ اُس سے ظلم ہو گا
 بَعْدَا زَاں بَر مَاسْتِ اَل شَہْلَے اَو
 پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

مَنْ اَزَاں زَر دِ اَخْوَاہِمِ جُزْ خَیْر
 میں اُس زرد کے بائیسے مولے خیر کے کہ نہیں
 اَز بَر اے اَس اِیَا زِ بے تَمَیْدِ
 اُس سے نصیحت اِیاز کی وجہ سے
 اِس جِہَا گَر بَشْنُو دِ اَو چوں شُو د
 یہ ظلم اگر دہشتہ ہوا، اُس کا کیا حال ہو گا؟
 کہ اَز اِس اَفْزَوں بُو دِ مِی دِ اَو
 اُس کا رتبہ اِس سے بڑھ کر ہے
 وَرْ غَرَضِ وَرِ بَیْر مَن غَا فِلِ بُو د
 اور میری غرض اور راز سے غافل ہو
 بُر دِ مِی دِ کُہ خُو دِ اَو مَاتِ رِیْجِ
 کا خیال نہ رکھتا ہے اور رِیج سے اڑ نہیں دیتا ہے
 کہ بَہرِ عَا قِبَتِہَا نَا طَرِ سْت
 کیونکہ وہ نتائج کے سمد کو دیکھنے والا ہے
 ہَسْتِ تَعْبِیْرِ شِ بَیْشِ اَو عِیَاں
 اُس کی تیسری اُن کے سامنے ظاہر ہے

محمد نے اسی اُیروں سے کہا کہ تم خُشب میں اِیاز کی دُعا میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس
 کے پریشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ چنانچہ افسانہ یعنی اِیاز نے
 کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تہذیب۔

پڑھتا ہے۔ اُن خُشب کا مقدر
 میں چنگ خد کی تھی دہانیا
 کو جلد کر دیں دیکھتے تھے
 اُسے اُن اُیروں سلطان
 محمد کے دربار کے دوسرے
 اُمراء جنہوں نے اِیاز کی
 نصیحت کی تھی خود نکالتے
 اُنہوں نے حجرے کے پاس
 میں اِیاز پر بھی سزا دی
 خیال کیا تھا۔ سلطان
 محمد کو اِیاز کی پاکی کا یقین
 تھا اور حجرے کی کاشی کا
 حکم اُن اُیروں کو اُس کی
 پاکی کا یقین دلانے کے لئے
 دیا تھا تاکہ اُسے اِیاز سلطان
 سے نہ شہادت دینے پڑے
 ہی کہ لیا تھا کہ جو جہاں
 میں وہ تھا ہے وہی جگہ
 اُس پر بتا دینا۔ اِیاز ہی
 گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو
 دیا تھا لیکن وہ جہاں پہنچا
 تھا کہ اُس کے کلبے اِیاز
 کو اس کا حکم چکا کہیں نے
 بدل دیا کہ بنیاد پر اس کے حجرے
 کی کاشی کا حکم دینے کی تھی
 کہ اس قدر سزا دینا جائز نہ تھا
 پھر بادشاہ مل میں کہتا تھا کہ
 اِیاز کے خلوص پر یقین ہے
 کہ وہ اِس حکم کے باوجود
 مجھ سے بدگمان نہ ہو گا بلکہ
 مجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت
 مال واضح کر کے کہنے میں نے
 یہ حکم دیا ہے۔
 اِس جگہ نصیحت کا جواب
 اِیاز نصیحت کی کوئی بہت
 توجہ کر رہا ہے تو وہ سزا اور
 غم میں شکست خوردہ نہیں ہوا
 ہے۔ صاحبِ تاویل بادشاہ
 نے خیال کیا کہ اِیاز اِس کام
 کی کوئی بہتر توجیہ کرے۔

حضرت یسوع نے اپنے پیرو
 قیروں کے خواب کی تفسیر
 تفسیر دی تھی جس نے دیکھا
 تھا کہ ان کے خوابوں میں
 کو کہ وہ خدا کا پیرو ہے کہ تو
 پر بادشاہ کا ساتھی بنے گا اور
 جس نے دیکھا تھا کہ یہ تعاس کے
 سر پر کی زبانیں کھلیں ہیں
 سے کہا تھا کہ تو سلطانی پر جھٹلایا
 جائیگا۔ اسی کے بعد انہیں چیلنر
 اور اس کے ساتھی
 سے کہہ کر انہیں سلاطین کو ملنے پہنچا
 کر گیس۔ اسے تو دیکھی اور

خواب خود را چون ندانند مرقیہ
 جب بھلا آوی اپنے خواب کو کہیں جانتا
 گزغم صد تیغ اودا ز امتحاں
 میں اگر آزمائش کی شملہ میں اس کے اردوں
 داند اوکاں تیغ بر خود می زغم
 وہ جانتا ہے کہ وہ خود میں اپنے اردوں

کے بود واقف ز سیر خواب غیر
 وہ دوسرے کے خواب کے بارے میں کب واقف ہوگا؟
 کم نگر دو وصلت آں مہرباں
 اسل مہربان کا تعلق کم نہ ہوگا
 من وکیم اندر حقیقت او نم
 حقیقت میں میں وہ ہوں اور میں ہے

• قرآن کا تعلق نور سے ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کے تھرا مارا اپنے تھرا مارا ہے

شرح

اچھا اب قصہ ایا کی طشہ لوٹنا چاہیے کیونکہ وہ ایک حسرتانہ ہے
 جو اسرار سے لبریز ہے پس اس کو بیان کر کے حسب موقع
 اس اسرار کا استخراج کرنا چاہیے مال تو وہ ہر روز اپنے جرم میں جاتا تھا اتنا انا
 قدیم جو تا اور پوستین دیکھے اور غرض اس کی یہ حق کہ مبادا میں اللہ اللہ خیرانہ سے
 مغرور ہو کر اپنی حقیقت کو قبول جاؤں اور خودی اور کجی میں مبتلا ہو جاؤں جس
 پہنچنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ خودی کا نشہ پہلے ڈھسب ہوتا ہے نہ اس کی آوی کے
 دماغ میں عقل رہتی ہے اور نہ دل میں شرم اور عقل شرم ہی اور صف انسانیت کا
 غطر ہیں پس اگر یہ نہ ہوں گے تو انسانیت ہی ختم ہو جائے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی سستی، خودی، بری بلا ہے اسلئے کہ اسلئے لاکھوں
 اہم ماضیہ کا راہ مارا ہے۔ چنانچہ عز ازیل اسی سستی کے سبب ابلیس سے ملقب
 ہوا کیونکہ اسلئے کہا کہ آدم مجھ پر کیوں ستوار ہو میں خود بھی ستوار ہوں اور آگ سے
 پیدا ہوا ہوں جو کہ جلد عناصر پر فائق ہے اسلئے میں ستوار زادہ بھی ہوں نیز
 ہزاروں کمالات کے مجھ میں استعداد و قابلیت بھی ہے پس میں اپنے فراقی
 اور اوصافی کمالات میں کسی سے کم نہیں ہوں کہ میں ایک دشمن کے

سامنے خادمانہ کھڑا ہوں اور کیوں کھڑا ہوں میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم خاک سے۔ گارے کا آگ کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ نین جس زمانہ میں مجھے عزت حاصل تھی اور میں صدر عالم اور فخرِ زماں تھا اس وقت آدم کا نام نشان بھی نہ تھا۔ والفضل للمتقدم۔ پس اس لحاظ سے بھی مجھے رئیس ہونا چاہیے

اور آدم کو مرد و س! پھر یہ قلبِ مضموع کیا کہ وہ سزار ہوا اور میں خادم۔ غرض کہ آتش غصہ اس احمق کی جان کا باب ہو رہی تھی اور اس غصہ شعلہ بلند ہو رہے تھے کیونکہ وہ آتش تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ۔ اس میں اپنے باپ کی جلنے کی صفت موزور تھی۔ نہیں میں نے غلط کہا بلکہ تہر خدا تھا جو آگ پھونک رہا تھا۔ اصلی اور سچی بات یہ ہے۔ پھر بہانہ کیوں کیا جائے اور سچی بات کیوں نہ کہی جائے۔ ہم نے سبیت فعل حق کو سچی اور صحیح اور سبیت آتش زادگی کو غلط اور بہانہ اس لئے کہا ہے کہ حق سبحانہ کے انما صحیحہ غیر سقیمہ احتیاج بہ علل حادثہ سے منزہ ہیں اور انزل سے دائم و برقرار ہیں۔ جبکہ حوادث کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پس علل حادثہ کو باوجود اپنے حدوث کے حق سبحانہ کے انما پاک نامہ عن ذات الحق و صفاتہ من الامارہ وغیرہا کی تکمیل میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سزار ہونا کوئی چیز نہیں۔ ہمارا باپ یعنی وہ شے جس میں صفت حمیدہ یا ذمہ کا ظہور ہوتا ہے۔ حق سبحانہ کا فعل ہے اور اصل شے اور مغز اس کا فعل ہی ہے اور ظاہری باپ دوست کی طرح نظر انداز کرنے کے قابل ہے جب گفتگو ذکر مغز و دوست مکمل ہو گئی تو اب ہم اس کے مناسب ایک دوسرے مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تن جو مثل فندق کے مغز یعنی روح اور پوست یعنی لحم و شحم وغیرہ پر مشتمل ہے تو عشق الہی کو اپنا دوست جان کہ وہ تیری جان کا طالب ہے جو کہ تیرا مغز ہے اور تیرے جسم کو کھلاتا ہے جو کہ تیرا پوست ہے یعنی عشق تجھے کھلا کر تیرے آثارِ جہانہ کو مضمحل کرتا اور آثارِ روح کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے وہ تیرا دوست ہے

پسے تو اسگ نفرت مت کر۔ بلکہ اسکے حاصل کرنے کی فکر کر۔

اس بیان سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ عشق طالب مغز اور مضنی پوست ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ دوزخ جس کا مطلوب پوست ہے۔ حق سبحانہ کا حکم متعلق بہ تبدیل جلود۔ اس کو پوست ہی عطا کرتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ قہار مغز اور تہا کے معنی دوزخ پر حاکم ہیں۔ کما یظہر من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن جنہم جزیا مومن خان نورک اطفئنا نارہ۔ لیکن قہار پوست لحم دشم وغیرہ آگ کا ایندھن ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک لکڑی کا پیالہ جس میں پانی بھرا ہو کہ مطروف تو آگ پر حاکم ہے اور ظرف پر آگ کی حکومت ہے۔ علیٰ ہذا انسان کے معنی اور اس کا مغز آگ کے مالک ہیں اور دوزخ انکو صدمہ نہیں پہنچا سکتی ہے کیونکہ مالک دوزخ و دوزخ میں نہیں جل سکتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کاسہ جو میں پُر آب کہ اسکی معنی یعنی پانی آگ پر حاکم ہیں اور اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے [فاٹکہ] ہم نے معنی ہیزم الخ کو اعادہ مضمون کوزہ جو میں الخ قرار دیا ہے جب کہ معنی انسان الخ اعادہ ہے معنی و مغرت الخ کا۔ اور بعض محشی نے معنی ہیزم سے اس کے اجزاء ماتیہ مراد لیے ہیں اور تن ہیزم سے اجزاء خاکیکہ و ہوا ایضا اقرب اور بعض نے ہیزم سے مراد انسان لیا ہے اور اسکی معنی سے روح اور تن سے گوشت پوست وغیرہ و ہوا بعد و اللہ اعلم جب امور مذکورہ ذہن نشین ہو چکے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنے معنی یعنی روحانیت بڑھاؤ۔ تاکہ تم کو آتش دوزخ ضرر نہ پہنچا سکے اور تم مالک دوزخ کی طرح اس پر حاکم ہو۔ لیکن اب تک تم نے ایسا نہیں کیا اور پوست پر پوست بڑھایا ہے۔ سو اگر وہی حالت رہی تو تم ضروریوں ہی دوزخ میں ہو گے جیسے پوست آگ میں ہوتا ہے کیونکہ آگ کا چارہ تو پوست ہی ہے پس اسکو آگ میں جانا چاہیئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تکبر کی گردن مارنے لے ہیں اور تکبر پیدا ہوتا ہے پوست سے۔ یہی وجہ ہے کہ تکبر کا مطلوب جاہ اور مال ہے جو کہ سامان ہیں تن پوری و نفس پوری کا۔ پس سے حق سبحانہ اس کی یوں ہیخ کنی کرتے ہیں کہ پوست کو جو کہ منشا تکبر کا۔ آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اسکی معلوم ہوا کہ تکبر نہایت بُری خصلت ہے جسک چھنا ضروری ہے

اب ہم اس بچے کی تدبیر بتلاتے ہیں سُنو!

تجبر کا منشا کیا ہے۔ مغز موجودات یعنی حق سبحانہ سے غفلت جو غافل کے جمود کا یوں سبب ہے۔ جیسے برف کی آفتاب غفلت برف کے لیے موجب جمود ہوتی ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ غفلت کو دور کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب برف کو آفتاب کی خبر ہوتی ہے تو پھر وہ افسردہ نہیں رہتا۔ بلکہ نرم اور گرم اور سیال ہو کر تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ یوں ہی جب کسی کو حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ از سر تا پا خواہش بن کر منزل اور عاشق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو کسی چیز کا خواہاں ہوتا ہے اس کی اندر تذلل اور کسر پیدا ہو جاتا ہے اور تذلل اور کسر منافی تجبر ہے پس تجبر جاتا رہتا ہے لیکن جب کہ کوئی مغز (حق سبحانہ) کو نہیں دیکھتا تو وہ پست یعنی غیر الشیر پر قانع ہوتا ہے۔ اور غیر الشیر قید خانہ اس کا جیل خانہ بن جاتا ہے یعنی قاعدت از حق اور اس کے عدم طلب کے سبب وہ خود ہی پھنس جاتا ہے۔

جب کہ تجبر کا علاج معلوم ہو گیا تو اب یہ سُنو۔ کہ دنیا میں عزت تمہارے تجبر اور ذلت کا سبب ہے اور ذلت دینداری اور عزت کا۔ پس تم عزت دنیا کو چھوڑو اور ذلت حاصل کرو تاکہ تم کو عزت حاصل ہو۔ کیونکہ جب تک کوئی اپنے کو مٹا نہیں دیتا اُسے عزت حاصل نہیں ہوتی۔

دیکھو! پتھر نے جب تک اپنی خودی کو نہیں چھوڑا اس وقت تک نیلین خاتم ہونے کا شرف اس کو حاصل نہیں ہوا۔ اور جب اپنی خودی کو چھوڑ کر آفتاب کے رنگ میں رنگ گیا اس وقت اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔ افسوس! کہ تم ہنوز پتھر اور عاری عن الکمالات ہو مگر اس پر بھی خودی کو نہیں چھوڑتے اور فانی ہو کر عزت حاصل نہیں کرتے۔ صاحبو! یہ وقت تذلل اور فنا کا ہے نہ کہ تکبر اور خودی کا۔ پس تم فانی ہو جاؤ۔ تاکہ تم کو عزت حاصل ہو۔

خیر! یہ تو ہو چکا اب سُنو! کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ تجبر طالب ہے جاء و مال کا اب اس کی وجہ سُنو وہ یہ ہے کہ وہ بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور جاہ و مال بمنزلہ پاختہ

اور قاعدہ ہے کہ گھورے کا کمال پاخانہ سے ہوتا ہے یوں ہی کبر کا کمال جاہ و مال سے ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں داہ ہیں جو کہ آدمی کے اندر پوست یعنی چربی اور گوشت اور کبر و نخوت بڑھاتے اور ان سے اس کو چمکرتے ہیں اسلئے وہ ان کا طالب ہے اچھا اب یہ سنو کہ جب تکبر اتنی بڑی چیز ہے تو لوگ تکبر کیوں کرتے ہیں۔
وجہ اسکی یہ ہے کہ انہوں نے لُب لُب یعنی مقصود حقیقی حق جل مجدہ

کو نہیں دیکھا اسلئے انہوں نے پوست کی طرح نیچے اور غیر مقصود تکبر کو مغز یعنی کار آمد اور مقصود سمجھ لیا اور اسکی طالب ہو گئے۔ اس راہ کا مقصد ابلیس ہے کیونکہ وہ ہی اول دام جاہ کا شکار ہوا تھا اور اسی نے اڈل تکبر کیا تھا۔
صاحبو! مال اور جاہ دونوں نہایت بُری بلا ہیں اور جاہ مال سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ مال تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور جاہ بمنزلہ اژدھ کے۔ لیکن سایہ اہل اللہ ان دونوں کے لیے زمرہ ہے کیونکہ اس زمرہ یعنی سایہ اہل اللہ سے ان سانپوں کی آنکھیں نکل جاتی ہیں اور وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کا خطرہ دور ہو جاتا ہے اور اس طرح سانپ ان کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔

خیں یہ مضمون تو راستطرازی تھا۔ اب سنو کہ چونکہ اس سردار یعنی ابلیس نے لوگوں کی راہ میں کانٹے رکھ دیئے اور تکبر کر کے ان کو تکبر کا طریقہ بتلا دیا۔ اور اس طرح ان کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے اسی لیے جو شخص زخمی ہوتا ہے یعنی تکبر کر کے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے اور مقصود اس کا یہ ہوتا ہے کہ مجھے یہ صدمہ اُسکی دغا بازی کی بدولت پہنچا ہے کیونکہ وہ پیشوا دغا بازی میں سابق الاقدام ہے۔
نہ وہ یہ رستہ نکالتا نہ مجھے تکلیف اٹھانی پڑتی۔

الحاصل! طریق تکبر کا موجد ابلیس ہے اسکے بعد زمانے گزرتے رہے اور تمام متکبرین اسی کی روش پر چلتے رہے۔ اس کا دباں ہی ابلیس کی ہی گردن پر ہے گا۔ کیونکہ جب کوئی بُری راہ قائم کرتا ہے تاکہ لوگ اسکے بعد اندھے پن سے ٹھوکریں کھا کر گریں تو ان تمام لوگوں کا دباں اس راہ کو قائم کرنے والے کی گردن پر ہوتا ہے

کیونکہ وہ پیشوا تھا اور لوگ اس کے متبع - خیر! ابلیس نے تجر کیا۔ مگر اُس کے برخلاف آدم علیہ السلام نے اپنے پرانے جوتے اور پوسٹین یعنی اپنی حقیقت کو پیش نظر رکھا اور سمجھا کہ میں گارے سے بنا ہوں۔ اور یا زکی طرح وہ اپنے پرانے جوتے کے پاس برابر آئے ہے یعنی اپنی حقیقت کو نہیں بھولے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تعریف کیے گئے یہ بیان تھا آدم علیہ السلام کی ترک خودی کا۔

اب مولانا ترک خودی اور فنا کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نستی اور عدم و فنا ہی میں تاثیر کرنے والے اور اسی میں کام کرنے والے ہیں اور کچھ حق سبحانہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کوئی بھی کسی شے کو وجود میں لاتا ہے۔ وہ اس کی صنعت کا رخا نہ عدم ہی ہے۔ عدم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وجود میں تاثیر ایسی ہے۔ جیسے لکھے ہوئے پر لکھنا۔ جہاں کوئی پودا لگا ہو وہاں پودا لگانا پس سے کیا کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے۔ یا جہاں کوئی پودا لگا ہو کوئی پودا لگاتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایسا کاغذ... تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہ ہو۔ اور ایسی جگہ پودا لگاتا ہے جہاں کچھ بویا ہوا نہ ہو۔

یونہی حق سبحانہ اور دیگر موجد بھی اپنی تاثیر کے لئے عدم چاہتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم ہی اپنی صفات کو فنا کر کے ایسے ہو جاؤ جیسے بغیر لونی ہوئی زمین۔ یا بے لکھا کاغذ۔ تاکہ حق سبحانہ کی تحریر اور اس کی قلم سحریت حاصل کرو۔ اور وہ کریم تمہارے اندر اپنی صفات کا بیج بوئے۔

حاصل یہ کہ تم خودی کو مٹاؤ۔ تاکہ تمہارے اندر اخلاق الہیہ اور علوم معارف پیدا ہوں۔ اور تم فالودہ خودی جس کو تم مزہ سے کھا رہے ہو۔ نہ کھایا سمجھو اور یہ مطبخ جو تم نے کھیا ہے نہ دیکھا سمجھو۔ کیونکہ یہ فالودہ بہت سی مستیاں پیدا کرتا ہے۔ جن سے تم اپنے پوسٹین اور لبتخڑوں کو بھول جاؤ گے یعنی تم کو اپنی حقیقت یاد نہ رہے گی لیکن جب جان کنی اور موت کا دقت ہو گا۔ اس وقت افسوس کرو گے اور اپنے گڑی اور لیٹروں یعنی اپنی حقیقت کو اس دقت یاد کرو گے اور جب تک تم برائی کی موج میں یوں غرق نہ ہو گے کہ تمہاری لیے کشتی پناہ نہ ملے

اس وقت تک تم اس دافع کشتی کو یاد نہ کرو گے۔ یعنی تم اپنے پوستین اور لیٹھروں کو نہ دیکھو گے۔ اور اپنی اصلیت کو یاد نہ کرو گے۔ ملں! جب کہ تم مصیبت کے ڈباؤ پانی میں پھنس جاؤ گے اس وقت ظلمنا کو شوق سے اپنا وظیفہ بناؤ گے لیکن اس وقت تم پر شیطان ہنسے گا۔ اور کہے گا کہ اس ناقص کو دیکھو کہ کس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کرتا ہے۔ اس مرغ بے ہنگام کا سراٹا دینا چاہیے مگر یہ خصلت کہ وہ مصروف خودی رہیں۔ اور ان کی طاعات سے خشوع ہوں۔ خاصانِ حق کی دانش مندی سے بعید ہے۔ وہ تو پیشتر ہی سے آسمانی مرغ کی مانند ہیں اور انہی اذانیں اپنے وقت پر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی حالت اہل دنیا کے خلاف ہے کیونکہ وہ بے وقت اپنی حقیقت کو یاد کرتے ہیں اور اہل اللہ بے وقت۔ [فائدہ: ولی محمد نے دور میں خصلت الخ کو مقولہ محمود قرار دیا ہے اور ایاز سے ایاز مراد لیا ہے مگر یہ ان کی غفلت ہے۔ اگر وہ مولانا کے شعر اے خرد سال از مے آموزید بانگ۔ بانگ بہر حق کس نے بہر بانگ میں تامل کرتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے]

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مرغو! (اہل دنیا) خاصانِ حق سے اذان سیکھو کہ وہ خدا کے لئے اذان دیتے ہیں نہ کہ روپے کے لیے یعنی اہل اللہ کی روش اختیار کرو کہ وہ فانی فی اللہ ہیں۔ نہ کہ مبتلائے خودی اور پابند نفس۔ اور صبح کا ذب کھانکو دھوکا نہیں دے سکتی۔ صبح کا ذب سے ہماری مراد دنیا ہے۔ جو کہ ان کی بھلائی اور برائی کا عالم ہے یعنی وہ لوگ مغرور دنیا نہیں ہیں۔ برخلاف اہل دنیا کے۔ کہ وہ عقل ناقص کھتے ہیں اسلئے انہوں نے اس دار الغرور کو اصلی گھر سمجھ لیا۔

صبح کا ذب بہت سے قافلوں کو غارت کیا ہے کیونکہ وہ دن کے مشابہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے۔ یونہی اس دنیا نے اپنی طول بقا کے سبب عالمِ باقی سے مشابہت پیدا کر کے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ صبح کا ذب مخلوق کی رہبر ہو۔ کیونکہ وہ بہت سے قافلوں کو تباہ کر دیگی۔ یوں ہی خدا نہ کرے۔ نہ دنیا سے لوگ دھوکا کھائیں

ورنہ بہت سے غارت ہو جائیں گے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو صبح کاذب یعنی دنیا کا مجھوس گنا تو صبح صادق یعنی حقیقی اہل اللہ کو۔ صبح کاذب۔ یعنی بنی ہوئی نہ سمجھ۔ کیونکہ اگر تیرا ظاہر باطن یکساں نہیں اور تو ریا سے خالی نہیں تو دوسروں کو ایسا نہ سمجھ۔ تیری یہ بدگمانی دلیل ہے اس بات کی کہ تو خود بدکار ہے کیونکہ بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے اور وہ اپنی حالت کو دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ چنانچہ جو ذلیل لوگ خود گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ وہ انبیاء کو ساحر اور گمراہ کہتے تھے۔ نین ان ذلیل اور غاباز امیروں نے ایاز کے تجرہ پر بھی یہی بدگمانی کی تھی کہ اس میں خزانہ مخفی ہے پس تم اپنے آئینہ سے۔ دوسروں کو نہ دیکھو۔ اور جیسے خود ہو دوسروں کو بھی ویسا ہی نہ سمجھو۔ خیس! یہ گفتگو تو ہو چکی اب قصہ کی طرف عود کرنا چاہیئے۔ اچھا سنو!

بادشاہ گو جانتا تھا کہ ایاز اس جرم سے بری ہے۔ مگر امرار کی وجہ سے اس نے خانہ تلاشی کا حکم دیا اور کہا کہ اے امیر! ادھی رات جبکہ ایاز غافل ہو۔ اس وقت حجرہ کا دروازہ کھولو۔ تاکہ اس کی خیالات ظاہر ہو جائیں اگر اس کا جرم ثابت ہو گیا تو پھر سزا ہمارے ذمہ ہے ہم اُسے سزا دیں گے اور سزا موتی جو کچھ ملے سب تمہارا۔ میں تو اطلاع چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہہ رہا تھا مگر اس کا دل بے مثل ایاز کی طرف بے قرار تھا اور کہا کہ اے میرے من سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں۔ اگر ایاز کو اس زیادتی کا علم ہو جائے تو کیا ہو۔ پھر کہتا تھا کہ اس کی اطاعت کی قسم۔ اس کی کوہ وقاری اس سے بالاتر ہے کہ وہ میری تہمت سے بلا لگھنتہ ہو جائے اور میری غرض اور باطنی خیال سے غافل رہے وہ ہرگز غافل نہیں ہو سکتا۔ اور جب غافل نہیں ہو سکتا تو خدا بھی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت کی مصلحت معلوم ہوتی ہے تو وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور اس کی شکستہ نہیں ہوتا۔ پس چونکہ ایاز صابر اس واقعہ کی مصلحت سے واقف ہے کیونکہ وہ مست انجام نہیں ہے اس لئے وہ خفا نہ ہوگا ہم نے

یہ کیوں کہا کہ ایاز واقف ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یوسف کی طرح ان قیدیوں یعنی امیڑوں کے جواب یعنی کارروائی کی تعبیر یعنی حقیقت سے واقف ہے اور وہ جانتا ہے کہ حقیقت اسکی حسد یا بدگمانی ہے تو وہ اپنے خواب (معاملہ) کی تعبیر (حقیقت) سے کیوں نہ واقف ہوگا اور کیوں نہ سمجھے گا کہ محسوس کے یہ کارروائی بنا پر مصلحت ہے کیونکہ جو شخص اپنے خواب کی تعبیر یعنی اپنے حامد کی حقیقت نہ جانتا ہو تو وہ دوسروں کے خواب کی تعبیر اور دوسروں کے معاملہ کی حقیقت کیا جان سکتا ہے اور ایاز دوسروں کے معاملہ کی حقیقت سے تو بخوبی واقف ہے پس وہ ضرور اپنے معاملہ کی حقیقت بھی جانتا ہوگا اور جبکہ وہ سمجھتا ہوگا کہ یہ ایک امتحان ہے تو پھر وہ ناخوش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر امتحان میں اسکی سوتلوائیں بھی ماروں تب بھی اس شفیق کا تعلق کم نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تلوائیں میں اپنے مار رہے ہوں اسلئے کہ حقیقت میں میں وہی ہوں اور وہ ہیں پس ان کی تلوار مارنا اپنے مار رہے

در بیان اتحاد عاشق و معشوق از زوئے حقیقت اگرچہ

منتضاد انداز زوئے آنکہ نیاز ضد بے نیازی ست چنانکہ آئینہ
 در اس اعتبار سے حصاد ہی کرنا، بے نیازی کی ضد ہے مبادا آئینہ
 بے صورت مسادہ است مبیضورتی ضد صورت ست لیکن
 غیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا برصورت کی ضد ہے لیکن
 بیان ایشان اتحاد است در حقیقت کہ شرح آن راز
 در حقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے
 وَالْعَاقِلُ تَكْفِيَةُ الْإِشَارَةِ
 اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسم مجنوں راز رنج دویے اندر آمد ناگہاں رنجو یے
 فراق کی تکفیف سے مجنوں کے جسم میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

در بیان اس موضوع سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کو کہا گیا ہے۔

۱۔ مستعد بنانا معشوق
 معشوق میں تضاد ہے ایک
 طرف نیاز ہے دوسری طرف
 بے نیازی ہے مبادا آئینہ
 بے صورت ہے اور صورت
 اس کے انداز ہے مبادا
 دوز میں تضاد ہے مبادا
 دوز میں تضاد ہے اس کی
 کے تش سے شرح کے ہیں
 مجنوں ایک بار مجنوں
 ہو گیا معشوق کی تش سے
 کے خون میں جوش پیدا کر دیا
 جس سے اس کے گھر میں فراق
 دیکھ لا دم پیدا ہو گیا

خون بخوش آمد ز شعلہ اشتیاق
خون کی چٹلا سے خون خوش میں آگ
پیش طیب آمد بار و گردش
ان کا علاج کرنے کے لئے حبیب آیا
رگ دن باید برائے دفع خون
خون کے دفع کرنے کیلئے نفع دہنی یا ہے
بازوش بست گرفت آں پیش او
انہی نے اس بار باہر اور انکو ان کے سامنے بکرا
مزد خود بستان ترک قصد کن
اپنی نیکی سے بے اور نفع نہ کر
گفت آخرا ز چہ می ترسی ازین
انہی نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟
شیر و گردن خرم ہر یوز و دودہ
شیر اور بھڑیا اور دودھ اور ہڈیا اور دودہ
می نیاید شاں ز تو توئے بشر
جو میں سے انھیں انسان کی برہمنس آتی ہے

گر کفر خرم شیر داند عشق چیت
بھڑیا اور دودھ اور شیر دانتا ہے کہ عشق کیا ہے
گر زگے عشقے بنوے کلب را
اگر تجھے میں عشق کی رگ نہ ہو
ہم ز جنس او بصورت چوں سگ
ہم جس کے ہم میں جنس کی صورت میں
تو بزدی بوی دل جن خوش
قرنے اپنی ہم جنس کے دل کی خوشبو نہ پانی
گر توبی عشق ہستی کے مئے
اگر عشق نہ ہوتا تو درد کب ہوتا؟
نان تو شد از چہ ز عشق و اشتہ
نہی رونی کس چیز ہے جنی عشق اور خواہش سے

تا پید آمد بدایا مجنون خلاق
مٹی کے جس سے مجنون کے دل میں خلاق پیدا ہوا
گفت چارہ نیست بیج از رگ نش
انہی نے کہا نفع کرنے کے لئے کوئی مٹی نہیں ہے
رگ ز نے آمد بدایا و فصول
انہی نے کہا ایک خوش نفع دہنی آیا
بانگے ز دور زماں اس عشق خو
نور یا وہ عشق سے راج حبیب
گر بمسیم گو پرو جسم کہن
اگر میں ہر ماؤں، کدہ سے پرا سحر جانے
چوں نمی ترسی تو از شیر عریں
جسکے تو بیمار کے سب سے نہیں ڈرتا ہے
گرد بر گرد تو شب گرد آمدہ
تیرے چاروں طرف سے کو بھر دیتا ہے
ز انہی عشق و وجد اند جگر
تیرے جگر کے اند میں وہ مٹی کی حرکت سے

کم ز سگ باشد کہ از عشق او پستی
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ تجھے کہے
کے مجھے کلب کہف قلبا
تو کتا امی، دل کے غار کو کب ڈھونڈتا
گر نشد مشہور بہت اندر جہاں
دیا میں ہیں اگر یہ مشہور نہیں ہوئے ہیں
کے بڑی تو بوی دل زگر و میش
تو بوی دل اور میش کے دل کی خوشبو میں رکھتا ہے
کے زے ناں بر تو تو کے شئے
روٹی تجھ سے کب حق اور تو کب ہوتا؟
ورن ناں را کے بکے نا جاں ہے
ورن روٹی کا لٹا جاں تک کب ہوتا؟

کہ میں حبیب حبیب نے
کس خون کو کہہ کر کے کیلئے قصد
زنا مردی ہے مینا قصد کرنے
والے کوئی باجائے اندیش
نفع کرنے کیلئے حبیب اس کا
بارہا حاکم مجنون شہر جانے
گیا اور کد کو خواہ میں مردوں
نفع نہ کر۔
سے غنٹ نثار نے کہا تو
جنگوں میں مارا مارا پرتا چلا
دردوں سے میں سین میں نہا کب
نفس سے کیوں ڈرتا ہے جنی
شیر کی بھاری چڑ پیتا ڈوہ
دودہ حق کیا چہ چوکا عشق اور
خون نے تیرا جگر ملا دیا ہے ان
دردوں کو جو میں سے انہی
کی خوشبو آتی ہے اور وہ
تجھے پناہ بخش ہو کر تجھ پر
مولی نہیں کرتے ہیں۔
لے کر گت سولا نارتے ہی
بیکہ میرا دل بھی عشق سے آشنا
ہی تو اگر انسان مجھ سے بدلتا
ہو تو نہ تجھے سے میں بدلتا ہے
گرتے، اصحاب کہف کے
تجھے تیرے عشق میں نہا میں
لے گیا تھا کتب میں دل ان
اصحاب کہف تیرے میں اور
تجھے ہی تیرے دل میں ہیں
میں ہوتے ہی تو بھڑکی۔
قرنے انسان کے، ان کے عشق
کو نہ پہچانا تو دردوں کے
دل کی حالت کیا جان سکتا؟
لے کر تیرے سے سولا تاکے
نزدیک عالم کے وجود کی نیا
عشق ہے اور مردی کا کائنات
میں باہمی عشق اور جذبہ و
انجذاب ہے قاتل، اگر دلی
اور انسان میں باہمی عشق نہ ہوتا
تو دلی زندہ انسان کا وجود
کیسے جن عشق عشق میں نے

اُس مُردہ روئی کو زندہ بنان
کا جزو بنادیا گھٹ جیوں۔
جیوں نے فساد سے کہا میں
ختم تھے سے نہیں دورا میں
یہاں ہر پار سے بھی زیادہ ہے
اور زخم کا تاری موت ہے
ہی سے میرے دم کو تار کا
تکلیف ہے چنگی میں اپنے
آپ کو نہ کہ چاہوں اور میرے
ہی جسم میں صرف میل ہے تو
یہ فتنہ میرے تھے کا کوئی
کے تھے کا تار ختم سمجھ
مکمل ہے کہ اب میں ہی اور
میں کوئی فرق نہیں ہے میں
میل ہوں اور میل میں ہوں
اور میں ایک بدن میں ہیں

عشق نانِ مُردہ را جاں می کُند
عشق ہی مُردہ روئی کو جاں (دار) بنا تا ہے
گفت مجنوں من نیز ترسم ز نیش
جیوں نے کہا میں لاشہ سے نہیں ڈرتا ہوں
منہاں لے زخمِ ناسا یدِ نغم
میں صحبت کا اڑا ہوں ہر زخم کے میرے ہم کلام
لیکھ از لیلیٰ وجودِ من پر نیش
میں سید اور دلیں سے ہمسرا جا ہے
ترسم لے فقہ! اگر قصدِ منی
لے فقہ! اگر تو میرے قصد کا نیکو نوا ہوں
وانداں عقلے کہ اُدول و پشت
و عقل میں کا دل روکش ہے ہمستی ہے
من کی لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
میں کوئی لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے ! میں

جاں کہ فانی بُود جاویداں کُند
جو جاں فانی تھا اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے
صبرِ من از کوہِ نگیسِ بہشتِ نیش
یہ صبر میرے لیے بہاڑے سے ہنسنا جا ہے
عاشقِ ہم بزرگِ جمہا بزمِ نغم
میں عاشق ہوں زخموں کا چنگ ۵۵ میں
ایں قصدِ پُر از صفاتِ اں دُرت
یہ سبب اُس سورت کی صفات سے بڑ ہے
نیش را ناگاہ بر سیلی زنی
اپنا ایک تو بے لے کے لاشہ اسے
در میانِ لیلیٰ و من فرق نیست
اک میں اور سیلی میں فرق نہیں ہے
ماد و رُوحِ ہم آردہ در یک بدن
ہم ماد و رُوح ہیں جو ایک جسم میں آگئی ہیں

شرح

اچھا اب سُناؤ جسک مصرع بالا من دیم اندر حقیقت اور سقم
کی تائید ہو۔ وہ یہ ہے کہ رنجِ فراق سے مجنوں کے جسم میں ایک
بیماری پیدا ہو گئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جوشِ اشتیاق سے خون میں جوش
آگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجنوں کو خناق ہو گیا جب وہ بیمار ہو گیا تو ایک طبیب اس کے
معالجہ کے لئے آیا اور اس نے تجویز کیا کہ مجنوز فصد کے اس کا کچھ علاج نہیں پس
احسن علاج خون کے لیے فصد لینا چاہیئے اس تجویز پر ایک ہوشیار جراح کو بلایا گیا بس
وہ آیا۔ اور اگر اس شخص حسبِ قاعدہ بازو پر پٹی باندھی اور ہاتھ کو اپنی طرف بڑھایا۔ جب
مجنوں نے یہ دیکھا تو فوراً اس نے کہا کہ تم اپنی مزدوری لے لو اور فصد نہ کرو اگر مر جاؤں
تو کیا ہے ایک بوسیدہ جسم جاتا رہے گا۔ بلا سے جاتا رہے۔
جس طرح یہ منکر متحیر ہوا اور اس شخص سوال کیا کہ تم جب کہ شیر بیشہ سے بھی نہیں

ڈرتے تو فصد سے کیوں ڈرتے ہو۔ نین شیر بھڑیا، رتچھ اور ہر قسم کے درندے رات کو تمہارے گرد گرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ تم کو نہیں کھاتے کیونکہ وہ اس وجہ سے کہ تمہارے اندر آدمی کی بو نہیں پاتے کہ تمہارے جگر میں عشق و شوق کا جو جم ہے اور اسلئے گویا کہ تم مجسم عشق و شوق ہو پس جسے جبکہ تم مجسم عشق ہو تو تم ڈرتے کیوں ہو اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھڑیا، رتچھ اور شیر وغیرہ جانتے ہیں کہ عشق کیا چیز ہے اور اس کا ادب کرتے ہیں اسلئے انہوں نے مجنوں کو ضرر نہیں پہنچایا پس جو شخص عشق بالخصوص عشق الہی سے ناواقف اور اس کی قدر جانتا ہو اور اسے حاصل نہ کرے وہ کہتے سے بدتر ہے۔ کیونکہ کتا صرف عشق الہی سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ اس کو حاصل ہی ہے کیونکہ اگر اس میں عشق الہی کی آگ نہ ہوتی تو سنگ اصحاب کہف پناہ دل کا طالب کیوں ہوتا اور اہل دل کے ساتھ کیوں رہتا۔ ایک اسی پر کیا انحصار ہے اس کی، مجنس عاشق حق اور صورت میں کتوں کے مشابہ جہاں میں اور بھی کتے ہیں گو مشہور نہیں ہیں۔ اگر تم کہو کہ ہمیں تو ایک ہی نظر نہیں آتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہیں اپنے محسنوں میں تو اہل دل کا پتہ ہے ہی نہیں۔ ایسے حالت میں تمہیں بھڑیوں اور بھڑوں وغیرہ میں ان کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ الغرض ہم کو کا عشق الہی حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مطلق عشق عجیب چیز ہے۔ کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو عالم نیست۔ ہمت نہ ہوتا۔ پس دعا عشق ہی جس وجود عالم ہے۔

(خامدہ، مولانا نے اس مقام پر حدیث کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف خلقت الخلق کی طرف اشارہ فرمایا ہے)

نین اگر عشق نہ ہوتا۔ تو نہ تم سے دئے اتصال پیدا کرتے۔ اور نہ جو انسان بن کر انسان بنتی پس ر و ٹی جو انسان بنی ہے تو کیوں عشق یعنی بھوک کی بدلت ورنہ وہی کی روح تک رسائی کیونکر ہو سکتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ عشق نہایت عجیب شے ہے کہ وہ بے جان وہی کو جان بنا دیتا ہے اور جان جو کہ بدن عشق کے فانی تھی اور اس کو دائم البقا کر دیتا ہے اور جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے تو عشق الہی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

نہیں پس من استطاردی تو ہو چکا۔ اب سنو! کہ مجنوں نے جراح کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے نشتر سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ میرا صبر تو پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے میں تو مثل مرسم کے ہوں کہ بدول زخم کے مجھے چین ہی نہیں آتا اور میں تو عاشق ہوں اور زخموں سے مجھے کام ہے مگر میرا وجود نیلے سے پر ہے اور یہ صدف جسم لانے موتی لیلیٰ کی صفات سے لبریز ہے۔ پس لے جراح! اگر تو نیک کے قصد کرے گا۔ تو مجھے ڈر ہے کہ تو لیلیٰ کے نشتر زماؤں سے۔ کیونکہ وہ عقل جو دل روشن رکھتے ہیں کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ میں کون ہوں؟ لیلیٰ۔ اور لیلیٰ کون ہے؟ اور گویا کہ ہم دو دروہیں ہیں جو ایک قالب میں اکٹھے ہیں

معشوقے از عاشق پُرسید کہ خود را دوست ترمیداری یا مرا
ایک مشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے
گفت من از خود مُردہ ام و بتوزندہ ام از خود و از صفات خود
میں نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ کے اور اپنی
نیست شیدہ ام و بتو هست شیدہ ام علم خود را فراموش کردہ ام و
صفات کے اعتبار سے شیدہ ہوں گویا ہوں اور تیرے ذریعہ سے فراموش ہوں اپنے تمام صفات اور
از علم تو عالم شدہ ام قدرت خود را بباد دادہ ام و از قدرت
تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو بباد کر دیا ہے اور تیری قدرت
تو قادر شدہ ام اگر خود را دوست دارم ترا دوست داشته
کہ ذریعہ سبب قدرت ہو گیا ہوں اگرچہ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں مگر تجھے دوست
باتم و اگر ترا دوست داشته باتم خود را دوست داشته باتم
رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

شکر را آئینہ یقین باشد

جس کو یقین آئینہ حاصل ہو

گرچہ خود ہیں خدائے بین باشد

اگرچہ وہ خود ہیں ہے وہ خدا ہیں ہر جگہ

اُخْرِجْ بِصِفَاتِي إِلَى خَلْقِي مَنْ تَرَأَاكَ فَقَدْ رَأَى نِي وَمَنْ

بہرین مخلوق کی طرف یہی صفات ہیں کل جس نے تجھے دیکھا تو جیسا کہ ہے دیکھا اور جس نے

قَصْدَكَ قَصْدَنِي وَمَنْ أَحْبَبَكَ أَحْبَبَنِي وَقِسْ عَلَى هَذَا

تو اپنے قصد یا اپنے قصد کیا اور جس نے تجھے سے محبت کی اسے مجھ سے محبت کی اور اس پر قیاس کرے

ملے مشوقے۔ اب ۱۷۷ مشق
و مشوق کی کہ آمادگی ضرورتاً
کرتے ہیں کسی مشوق نے کہا
ہے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ
محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے
اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات
کم کر چکا ہوں اب تیرے علم
سے عالم تیری قدرت سے قادر
ہوں۔ لہذا اگر تجھے دوست
رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست
رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو دوست
رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا
ہوں اب وہی ختم ہو گئی جو
لہذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا
۱۷۷ ہر کہ جنکوفات و صفات
باری پر یقین کامل حاصل ہو گیا
چونکہ وہ خودی کو ختم کر چکا ہے
لہذا اسکی خود بینی بھی خدائی
ہے۔ آج کل جب ایک انسان
ذات و نوافل کے ذریعہ خدا
کا قریب حاصل کرتا ہے اور
خدائی اخلاق سے متعلق ہوتا
ہے تو اس انسان کو دیکھنا خدا
کو دیکھنا ہے۔

گفت معشوقے بے عاشق زار تمہارا
استغناء ایک معشوق نے عاشق سے کہا
مہر مراد دوست تیرا ساری عجب
ترکیج عجب زیادہ دوست رہتا ہے
گفت من در تو چنان فانی شدم
اُس نے کہا میں تمہیں ایسا بنا کر دیکھ جاؤں

بر مژن از ہستی من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ نہیں ہے
زاں سبب فانی شدم من انجینی
اُس نے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں
ہمچو سنے کو شود کل لعل ناب
اُس بھر کی طرح جو جسم خاص مل گیا ہو

وصف آں سنگی نہ مانند اردو
اُس میں شہیہ کی مہنت نہیں رہتی ہے
بعد از ان گرد دوست خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو دوست لکھتا ہے
و کہ خور را دوست در ادوا و کجالی
گردہ (دل و) جان سے سورج کو دوست لکھا ہو
خواہ خود را دوست در ادوا و کجالی
خاص مل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے

تا نشد اول خور را دشمن ست
تاکہ ظلمانی ست سنگ کے باخسوس
جب تک وہ مل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے
تا نکہ ظلمانی ست سنگ کے باخسوس

اِس نے کہ اے باشعور! پھر تارک ہے
خویش را گرد دوست در ادوا و کجالی
اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے

در صبحی کائے فلاں ابن فلاں
صبح کی شریک وقت رائے فلاں فلاں کے بیٹے
یا کہ خور را راست گویا ذا الکرب
یا اپنے آپ کو راست بتاتا اے غمزدہ!
کہ پریم من از تو از ستر اقدم
کہ شہ سے پاؤں تلک مجھ سے پر ہوں

در وجودم جز تو لے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں غیر سوا تجھ کے نہیں ہے
ہمچو سرکہ در تو بجز سر انجین
جیسا کہ سرکہ لے شہد کے سمندر! مجھ میں

پر شود او از صفات آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پر ہوا ہے
پر شود او از وصف خور او پشت رو
وہ آگے اور پیچھے سورج کے وصف سے پر ہوا ہے

دوستی خور بود آں لے ممتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

دوستی خویش باشد بیکماں
بلے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ یا او دوست در ادوا و کجالی
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

ہر دو جانب جو ضیاء شریقت نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

زانکہ یک من نیست ایجاد و من
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں
ہست ظلمانی حقیقت صد نور
تارک حقیقت! نور کی ضد ہے

زانکہ او متاع شمس اکبر است
کیوں کہ وہ شمس اکبر کا متاع ہے

۵۴ صبحی صبح کے وقت
کی شہاب گفت: عاشق
نے کہا کہ میں تمہیں اپنے آپ کو
فنا کر دکھاتا ہوں تو میں دوست
نہیں ہوں کہ اُن کے پاس میں
محبت کی کمی اور زیادتی کا حال
ہو سکے۔

۵۵ مرض میرے وجود کا
ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں
در اصل تو ہے سرکہ سرکہ
کو اگر شہد کے سمندر میں
ڈال دیا جائے تو سرکہ کا صف
نام ہی نام رہ جائیگا ورنہ
وہ سب شہد میں مگر شہد
ہی بن جائے۔ پھر جس قسم میں
کسی دوسرے قسم کی پوری
صفات آجائیں تو اب اُس
پہلے قسم کا ہی نام باقی رہیگا
پھر نہ جب سورج کی صفات
کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس
میں پھر چہ نہ رہا اور وہ سورج
کی صفات کو قبول کر کے مل
بن گیا تو اب وہ صرف نام
کا پھر ہے اُس میں بھر کی
صفت باقی نہیں ہے۔

۵۶ بعد ازاں مل اگر اپنے
آپ سے محبت کرے تو وہ
سورج ہی سے محبت کرے گا کیونکہ
وہ گردہ مل، سورج سے
محبت کرے گا تو اُس کی وہ
محبت خود اُس کی اپنی ذات
سے محبت کہلائے گی۔ اب
اُس کی اپنی ذات سے دوستی
اور سورج سے دوستی میں کوئی
فرق نہیں ہے اسلئے کہ اُس
میں اور سورج میں صفات
کی یکساہت ہے۔
۵۷ تامل: جن گردہ غم
ابھی مل نہیں بنا ہے تو بیکار ہے
اور سورج میں تضاد ہے پھر

لے گت کسی نہ مرن کا
 ۱۱۱۰- کہا اس وجہ سے کمر
 ہے اور منور ہی کا یہ کمر کنا
 میں ایمان ہے۔ آں ۱۱۰- اگر
 کوئی فرعون صفت والا شخص
 آتا ہے کہ تو ملعون ہے اور
 کوئی منصور حق کی صفات
 والا انسان ہے کہ کہے تو حق
 پر خدا کی رحمت ہے۔ تاکہ
 جو انسان اس کی صفات
 سے شغف نہیں ہے تو حق
 میں اور اس تعلق سے خدا
 ہے اس میں آنا شغف مستحق
 خدا نہ کیا کا آنا حق کہ انسان
 بننا حق بننا ہے اس آنا- اور
 "ہوہ میں کوئی فرق نہیں ہے
 کیونکہ خدا صفات کے اجملہ
 سے دولت میں اتحاد ہے۔
 حق۔ ثابت اسی کو کوئی مثال
 نہیں ہے۔ انا صلیب ہے ہر کفر
 ہے۔
 ۱۱۱۱- جہنم کا ہر دروازہ کے لئے
 اپنے پتھر کی کوڑھ کے صلہ
 بننے کی کوشش کہ پتھر کے رات
 رات میں صفات کو خدا کے اثر
 کی صفات کے ذریعہ حاصل
 ہوگا۔ وقت تیرے دروازے
 اور صاف رات رات نماز پڑھنے
 صفات خداوندی کا تیرے اندر
 ہوا کر جائے گا۔ جسے تو حق
 کی طرح بہتر سمجھتا اور
 اس شخص کو قبول کر کے صفات
 خداوندی کو حق کر کے صفات
 ۱۱۱۲- اگر انسان میں نہایت
 ہے تو اس کو گناہ کوڑھ کے
 لئے کی طرح کا ہے جس کے
 ذریعہ اپنے جسم کی کوئی کوئی

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
 پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے
 گفت فرعون انا الحق گشت پست
 کسی نرمی نے آنا حق کہا وہ پست ہوا
 آں انا الرعۃ اللہ در عقب
 اس آنا کے لئے اللہ (حق) کی لبت در پس ہے
 زانکہ او سنگ سیہ بدایں عقیق
 کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا۔ یہ عقیق ہے
 ایں انا ہو بود در سترے فضول
 اسے یہ ہودہ ! یہ آنا کو حقیقت بہرہ حق
 جہد کن ناسنگیت کمتر شود
 تو کوشش کر تا کہ تیرا پتھر بن کر ہو جائے
 صبر کن اندر جہاد و در غنا
 مسابہ اور شغف میں مسابہ کر
 وصف سنگی ہر زماں کم میشود
 پتھر بننے کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی
 وصف مستی میر و زان سپکیرت
 تیرے جسم میں سے روح کی صفت میں جاوے گی
 سمع شو یکبارگی تو گوشوار
 تو کان کی طرح توڑا سماعت میں جا
 پنجو چہ کن خاک می کن گر کسی
 اگر تو مرد ہے تو گناہ کوڑھ کے لئے کی طرح بنی ہو
 گر رسد جذب خدا آب معین
 اگر خدا کا جذب آجیا تو جیسا ہی پانی
 کار کے میکن تو نو کا بل مباشر
 کہ کام کر۔ اور کا بل نہ بن

او ہمہ تاریکی ست و در فنا
 وہ ہمہ تاریکی ست و در فنا
 گفت منصور انا الحق بزرست
 کسی منصور نے آنا حق کہا وہ بالا ہے
 ویں انا راحمۃ اللہ لے محب
 اور یہ آنا اسے رحمت اللہ کی رحمت ہے
 آں عذوئے نور بود دایں عشیق
 وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے
 ز اتحاد نور نر را و خلل
 نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ خلل کے طور پر
 تا بلعلی سنگ تو انور شود
 تاکہ تیرا پتھر صل بننے سے روشن ہو جائے
 و مبدم می بین بقا اندر فنا
 مسابہ میں ہر وقت میں بقا دیکھ
 وصف علی در تو محکم میشود
 جو حق میں ہوں کی صفت مضبوط ہو جائے گی
 وصف مستی میفراید و در سرت
 تیرے باطن میں سستی کی صفت بڑھ جائے گی
 تا ز حلقہ نعل یا بی گوشوار
 تاکہ تجھے صل کے حلقہ کا گوشوار مل جائے
 زیں تن خاکی کر در آئے زسی
 اس تن کی جسم کی تاکہ تر پانی تک پہنچ جائے
 چاہ ناکندہ بخوشد از زمین
 گناہ کوڑھ سے بیزیر زمین سے جڑیں نہ لگ
 آنکہ اندک خاک چہ را میترش
 تھوڑی تھوڑی گند کی بجائے گند

چاہئے تاکہ وہ آب حیات تک پہنچ سکے۔ اگر چہ نہ چاہئے کہ ساتھ حضرت حق کی جانب سے جذب
 شروع ہو جاتا ہے تو یہ قصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ کامیابی کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارمیں گوش ماں از بہر آب
 ہائی کے لئے کام کرے کان بن جا
 ہر کہ زنجے دید گنجے شد پدید
 جس نے تکلف آسانی، خزانہ ظاہر ہوا
 گفت پیغمبر کو رعیت وجود
 پیغمبر نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ
 خلق آں در ہر آنکو میں نزد
 جو شخص اس دروازہ کی کڑی تکلف نہ ہے

اندک اندک دور کن خاک و تراب
 تھوڑی تھوڑی خاک اور جی ہٹ
 ہر کہ جتے کر در جتے رسید
 جس نے کوشش کی، نصیب کو پہنچ گیا
 بر در حق کو فتن خلق و وجود
 اند دقتا نے، کہ در پہرادی کڑی تکلف نہ ہے
 بہر او دولت سرے میں کند
 اس کے لئے دولت باہر آتی ہے

لے لے کر، انسان کو پہلو
 شروع کرنا چاہیے اور مقصد کے
 حصول کا شکر رٹنا چاہیے۔
 ہر کفایت کو راہ میں نہیں
 کہ ہے جو کوشش کرتا ہے
 وہ پاہنچتا ہے، گفت، جلد میں
 اس لئے کہ ہائی ہیں، اگر در حق
 تھے اور اسان کو نقص نہ
 حاصل ہوتا، ہر کڑی تکلف نہ
 کھڑا یا حاصل ہے، جہاد میں
 زہر نہ ہوتا ہے۔
 لے لے کر، مشہدہ قتلہ ہے
 من ذی باب الہدی، الفتح

بوسہ کی آواز سن کر کھڑا ہے

شرح

ایک معشوق نے ایک روز صبح کے وقت اتمانہ اپنے عاشق
 سے دریافت کیا کہ تم مجھے زیادہ چاہتے ہو (اگر یہ ہے تو تعجب
 کی بات ہے) یا اپنے کو اے مُبتلئے، رکھے جو بات ہو سچ کھدو! اس نے
 جواب دیا کہ میں آپ کے اندر اس قدر فنا ہوں کہ میں سرے پاؤں تک آپ کی صفات
 سے لبریز ہوں میرے اندر میری ہستی کا صرف نام باقی ہے اور کچھ نہیں اور میرے
 اندر سوائے آپ کے اور کچھ نہیں۔ لہذا میں آپ کے اندر یوں فنا ہوں جیسے کہ آپ جو
 کہ بھرا لگیں ہیں۔ سرکہ کھائیں اور وہ جزو بدن بن کر آپ کے اندر فنا ہو جائے۔
 اب مولانا ایک اور مثال سے مقولہ عاشق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے
 مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک پتھر جو کہ سراسر خالص لعل ہو جائے اور صفات آفتاب سے پُر ہو جائے
 اور وصف جبریت اس کے زائل ہو جائے اور اوپر نیچے غرض کہ ہر طرف صفات آفتاب سے
 پُر ہو جائے اس کے بعد اگر وہ اپنے کو دوست رکھے گا تو وہ آفتاب ہی کی دوستی ہوگی اور اگر
 آفتاب کو دوست رکھے گا تو وہ اپنی دوستی ہوگی۔

الحاصل خاص لعل خواہ اپنے کو چاہے یا آفتاب کو۔ ان دونوں چاہتا ہوں
 میں کچھ فرق نہیں کیونکہ گواہیں ہر دو کے متبائن ہیں مگر صفت دونوں کی ایک ہے ایسے
 کہ دونوں جگہ آفتاب ہی کی روشنی ہے جو نشانہ ہے ماہیت کا۔ لیکن جب تک پتھر لعل نہ ہو اس وقت

تک وہ آفتاب کا دشمن ہے کیونکہ یہاں ایک ہستی نہیں بلکہ دو ہستیاں ہیں اسلئے کہ پتھر ظلماتی ہے اور آفتاب سراپا نور لہذا دونوں میں تضاد ہے اسلئے ظلماتی نور کی ضد ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے کو دوست رکھے تو وہ بمنزلہ کافکے رہے کیونکہ وہ جلیل القدر آفتاب کا مزاحم ہے کہ وہ اس کو اپنے میں فنا کرنا چاہتا ہے اور یہ فنا ہونا نہیں چاہتا اور اس طرح اسکی مزاحمت اور مقابلہ کرتا ہے۔۔۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو شخص فانی الحق نہیں ہے اسکو انالہی کہنا چاہئے کیونکہ وہ سراسر ظلمت اور فانی ہے نہ کہ باقی ببقا الحق۔ لیکن اگر کوئی فانی فی الحق اور باقی بمقاد حق ہو۔ تو اس کا انا الحق کہنا ہی نفسہ صحیح ہے (گو شریعت حالت صحو میں اسکی اجازت نہیں دیتی) یہی وجہ ہے کہ فرعون نے انا الحق کہا تو وہ ذلیل ہوا۔ اور منصور نے حالت سُکر میں انا الحق کہا تو وہ ناجی ہوئے اور اس انا پر لعنت الہی مرتب ہوئی اور اس پر رحمت الہی۔ کیونکہ فرعون غیر فانی اور بمنزلہ کالے پتھر کے تھا جو کہ اپنے لیے آفتاب حقیقی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور منصور فانی اور بمنزلہ عقیق کے تھا جو کہ نعرۃ انا الشس لگاتا اور وہ دشمن آفتاب حقیقی تھا اور یہ عاشق آفتاب حقیقی۔

پس منقولہ فرعون کے یہ معنی ہیں کہ میں ہی آفتاب حقیقی اور خدا ہوں اور آفتاب حقیقی اور خدا کوئی چیز نہیں۔ اور منقولہ منصور کے یہ معنی ہیں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ آفتاب حقیقی اور خدا ہے لہذا فرعون مستحق لعنت تھا۔ اور منصور مستحق رحمت۔ کیونکہ منصور حقیقت میں خدا ہی تھا اسکی معنی یہ نہیں کہ خدا منصور میں نعوذ باللہ حلول کر گیا تھا۔ بلکہ یہ اتحاد بایں معنی تھا کہ وہ متعلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق اور فانی فی الحق و باقی ببقا حق تھا۔ پس یہ اتحاد حقیقی نہ تھا۔ بلکہ عرفی تھا۔ جیسے کہ اہل محاورہ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ دونوں ایک ہیں۔ فافہم لا تنزل۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم گوشتش کرو کہ تمہاری جسارت اور ظلمت کم ہو اور صفت لطیف و تنور اور آفتاب حقیقی کے ساتھ ہم رنگی تم میں زائد ہو اور اسکی تم منور ہو جاؤ اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم مجاہد

و مشاق میں صبر کرنا اور استقلال کے ساتھ مخالفت نفس پر کمر بستہ ہو جاؤ پھر دیکھنا کہ اس دنیا میں تمہیں حظِ بلطفہ ایک نئی بقا حاصل ہوگی اور تمہارے اندر سے صفتِ نقص بہ وقتِ بکلی رہی ہوگی اور صفتِ کمال پختہ ہوئی ہوگی اور صفِ غدی میں تم میں کمال تھا ہوگا اور صفِ عشقِ الہی اور اسمیں منشا کی کیفیت تمہارے سر میں بڑھتی ہوگی۔ بس سے تم کان کی طرح سراسر سماعت بن جاؤ یعنی جو کچھ تم سے شیخ کہے اُس کو بدوں چون و چرا کے مان لو۔ اس کی تم لعل کی بالی کان میں پہنوں گے یعنی تم صفتِ کمال سے ملتبس ہو گے اور اگر تم آدمی ہو تو چاہ کن کی طرح اپنے جسم خاکی سے مٹی کھوٹے رہو۔ تاکہ ایک روز تم پانی تک پہنچ جاؤ یعنی تم مجاہداتِ ریاضات سے اپنے جسم کو گھٹاتے رہو تاکہ ایک چشمہ معرفتِ الہی تمہارے اندر سے پھوٹے اور تمہاری مطلوب تم کو مل جائے۔ یہ امور گو توفیقِ علیہ بمعنی لولہ لا تمنع نہیں ہیں کیونکہ اگر جذبہٴ خداوندی پہنچ جائے تو چشمہٴ معرفت بدوں مجاہداتِ ریاضات کے بھی مل سکتا۔ مگر اکثر عاداتِ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدوں ریاضاتِ مجاہدات کے وہ ایسا کرتے نہیں اسلئے تم کچھ نہ کچھ کرتے رہو اور ہاتھ پاؤں توڑ کے نہ بیٹھو اگر زیادہ نہ ہو سکے تھوڑا تھوڑا ہی مجاہدات کرتے رہو۔ غرض تم کام کرتے رہو اور چشمہٴ رحمت کے منتظر رہو۔ اور تھوڑے تھوڑے مجاہدات کرتے رہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو تمہارا مطلوب حاصل ہوگا کیونکہ عادتِ اللہ جاری ہے کہ جو شخص تکلیف اٹھاتا ہے اس کو حصولِ مطلوب حشرانہ مل جاتا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے دولت اس کو مل جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے دروازہ پر زنجیر وجود کھڑکھڑانا۔ رکوع اور سجدہ (کثراتِ نوافل مع پابندیِ فرائض) ہے۔ پسے کثرتِ صلوٰۃ کو اپنا دستورِ العمل بناؤ۔ اس طریقہ سے تم حق سبحانہ کے دروازہ پر زنجیر کھڑکھڑاؤ گے اور تم کو ایک عظیم الشان دولت ملے گی کیونکہ جو کوئی اس دروازہ کی زنجیر کھڑکھڑاتا ہے اس کو ایک عظیم الشان دولت حاصل ہوتی ہے۔

اب سمجھو کہ اس زنجیر کے کھڑکھڑانے کا کیا قاعدہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکوع و سجدہ یعنی کثرتِ صلوٰۃ حق سبحانہ کے دروازہ پر طلبِ بقا روحانی کے لیے زنجیر کھڑکھڑانا ہے پسے تم کثرتِ صلوٰۃ کرو تاکہ تم کو بقا روحانی حاصل ہو۔

آمدن آں امیران تمام با سرننگان نیم شب و کشادین
 آن چنلر امیران سے سپاہیوں کے آدمی رات کو آئے اور ایاز کا جسمہ
 حجرہ ایاز و دیدن چارق و پوشین را آونجیتہ و گمان
 کھونا اور چنل اور پرستین کو کھانا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ
 بردن کہ آں نکرست و روپوش و خانہ را خفرہ کردن ہیر
 مکاری اور آڑ ہے اور گیسر کے برائے گوسف کو کھونا جس کا
 گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کناں آوردن و دیوار ہا را سوراخ
 انیس خیال آیا اور کناں کھونے والوں کو لایا اور دیواروں میں سوراخ
 کردن و چیزے نایافتن و نخل نو مید شدن چنانکہ
 کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور نا امید ہونا بسیار انبیا
 بدگمانان خیال ندیشاں در کار انبیا و ادبیا کہ میگفتند کہ
 اور ادبیا کے مسائل میں بدگمانوں اور سچے والوں جو کہتے تھے کہ
 ساحر اند و خوشیتن ساختہ اند و قصد ریبجویند بعد از
 جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بٹائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جس طرح کے
 نفقوس نخل شدن ایشان شود ندارد
 بعد ان کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

زوروش یعنی ایاز نے چنل
 اور پرستین اس سے کھادی
 ہے کہ نعلی خزانہ کی جانب
 روگوں کا وہاں نہاے۔
 گھ چٹا کہ یہ کوک ایاز کے
 سلاسل ایسے ہی شرمندہ ہیں
 جس طرح انبیا اور ادبیا کے
 نکرست میں ایسے وقت شرمندہ
 ہوئے ہیں جبکہ ان کی شرمندگی
 ان کے لئے مفید نہیں ہوتی
 ہے۔ قصہ۔ صدر کا مقام
 حاصل کرنا غیر ممکن۔

لے آئے۔ ایاز نے خود پر
 ایسا ست نعل کا یا تھا
 جس کا کناں آسان نہ تھا۔
 نے ز نخل بنیو و نعل کس
 نعل کی وجہ سے نہ لگا یا تھا
 بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے
 لگا یا تھا۔ خود دیکھ کر روگوں کو
 چنل اور پرستین کا حال معلوم
 ہوا تو ان کو کھادی پر رسول
 کریم کی پیش بابت و دلالت
 باطنی نواہل کی اصل وجہ اس پر
 بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔
 پر۔ جو قریوں کے نزدیک
 سوا جان سے بہتر ہے۔ قصہ
 وہ ہے کہ جان کی حیات
 کہتے ہیں۔

طالب گنج و زور و خمرہ شدند
 خزانہ اور سونے اور نعلی کے چلچلہ بنے
 باد و صد فرنگ دانش چند کس
 چند خاص کی سیکڑوں حقروں اور کعبہ کے ساتھ
 از میان قفلبا بگزیدہ بود
 تانوں میں سے منتخب کیا تھا
 از برائے تمام آں سراسر عوام
 بلکہ انیس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے
 قوم دیگر نام سالو سم گشتند
 دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی
 از خساں محفوظ تر از نعل گان
 کیوں سے ان کے نعل سے زیادہ محفوظ ہوتے
 ہیں

آں امیراں بردر حجرہ شدند
 وہ امیر جگر کے دروازہ پر آئے
 قفل را بر میکشاند از ہوس
 ہوس سے انھوں نے ۱۰ کھولا
 زانکہ قفل صعب پیچیدہ بود
 کیونکہ اچھے مضبوط لاک کا تھا
 نے ز نخل سیم و مال و ز زخام
 چھادی اموال اور خاص سونے کے نعل کی پیچیدگی
 کہ گروہے بر خیال بد تنشد
 کہ ایک جماعت بڑے خیال پر قائم ہو جائیگی
 پیش باہمت بود اسرار جاں
 جان کے راز باہمت کے سامنے

زرب از جان ستیش ابلہاں
 یہ قہروں کے نزدیک سوا جان ہے بہتر ہے
 مٹی شتابید نہ تلف از حرص زر
 وہ سونے کے لایعما تیسرے دوڑتے تھے
 حرص تا ز دیدہ سوسے سرب
 سرب کی جانب لایعما دوڑتا ہے
 حرص غالب بود ز ریحوں جاں شد
 لایعما غالب تھا اور سونا جان کی طرح ہوجاتا
 حرص غالب بود ز ریحوں جاں
 جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی
 گشتہ صد تو حرص غوغا ملے او
 حرص اور اس کا شر ترسعت بن گیا
 تاکہ در چاہ غور اندر رفت
 تاکہ دھوکے کے گھوڑوں کے اندر گرے
 چوں ز بند دام باد و شکست
 جب مال کے بندے کی وجہ سے اس کا غور نہا
 تابد یوار بلا ناید سرش
 جب تک اس کا سر نصیب کی دیوار تک نہیں آتا ہے
 کو دکاں را حرص نوزینہ و شکر
 بادام کے صلبے اور شکر کا لایعما بچوں کے
 چونکہ درد و نباش آغاز شد
 جب اس کے پھولے کا درد شروع ہوا
 حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوش
 حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے
 اندر افتادند بر ہم ز از دام
 اندام سے اکٹھے اکٹھے اندر گئے
 عاشقانہ در قند با کز و فر
 شاعرانہ و شکر سے عاشقانہ کرتا ہے
 بنگریدند از یار و از یار
 انھوں نے باہمی اور باہمی جانب دیکھا

زربا ز جاں بود پیش شہاں
 شاہروں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے
 عقل شاں میگفت آہستہ تر
 ان کی عقل کہتی تھی - نہیں - بہت ترست
 عقل گوید نیک میراں نیست
 عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھو وہ لایعما نہیں ہے
 نعرہ عقل آن را می پنہاں شد
 اس وقت عقل کی آواز دسب مٹی تھی
 گفت این ستاں متاع را نگا
 اس نے کہا میں ہے - پیہر وہ چہینہ
 گشتہ پنہاں حکمت ایلے او
 دانائی اور اس کا اشتہار مجھ میں
 آنکہ از حکمت ملامت نشود
 وہ جو دانائی کی طاقت نہیں سنتا
 نفس تو آمد برو یا بید دست
 تو آمد نفس نے اس پر قابو پا لیا
 نشود پند دل آن گوش کرش
 اس کا ہیرا کان دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے
 از نصیحت ہا کند دو گوش کر
 دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرہ نہا تا ہے
 در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
 اس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے
 باز گردند از زمان چندس
 ان چند شخصوں نے اس وقت کھولا
 ہنچو اندر دوغ گندیدہ ہوا
 جس طرح بنگے شری ہوئی چسچا ہنچر
 خوردن امکاں نے دست ہر دو
 کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بند ہے ہوتے ہیں
 چاہتے بدیدہ بود و پوستیں
 چھٹی ہوئی جیل اور پوستیں تھی

ملے حق تباہید - لایعما انکر
 دوزخ را تھا اور عقل آہستہ دوزی
 کی قسم ہے وہی حق جزا دوز
 حرص انسان کو خیر راضی لطف
 کی طرف دہرائی ہے حال ہنچر
 سماں ہے ملک - صارت
 جو دھوکے لائی نظر آئے حرص
 آہر حرص کا طبقہ اور عقل کی
 اکلا دیکھتی تھی - غالب بود سونا
 جواں کہنے میں کھلے حجاب
 حرص غلبہ جانتے عقل کی کھل
 کر سیرت پر محنت عقل کی
 اور اس کے اشارے ان کو روکتے
 حق پر گئے تھے
 ملے حق تباہید کے منارے
 اگلے پریشہ ہر جاتے ہر کہ
 شخص حرص کے میں بندہ ہنچر
 یہ لایعما شخص جب چس جاتا ہے
 حرص کو غور دھوکا ہے اور
 اس نفس کی طاقت کرتا ہے
 نفس نامہ - غور دل کی ریشی
 ملے تاہم یار جب تک
 مصائب کی دیوار سے اسکا
 سر نہیں ٹکراتا ہے وقت
 تک - دل کی نصیحت نہیں
 سنتا ہے - کو دکاں - اس شخص
 کی مثال بچوں کی سی ہے جو
 مٹھائی کے لایعما میں کوئی نصیحت
 نہیں سنتے ہیں - چو کہ جب
 مٹھائی کھانے سے پھرے
 اور مٹھیاں نکلتی ہیں تب
 بچے کے کان کھلتے ہیں - غورہ -
 اب پھر ایا کہ غورے کے کوٹھے
 کا ذکر شروع کیا ہے
 ملے حجرہ - وہ لوگ اندام
 کر کے ایا کہ غورہ میں اس طرح
 گئے جس طرح بنگے کھنی چوٹ
 میں کرتے ہیں کہ وہ نہ اس میں
 سے کہہ سکتے ہیں اور بیخ
 سالم باہر نکل سکتے ہیں - جی
 حال ان لوگوں کا تھا کہ انکو

وہاں امی بھی ہاتھ نہ آیا اور
رُسا ہو گئے۔
سکھ بآرگفتند غمہ میں مال
نہ پانے کے باوجود انھوں نے
کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں
ہو سکتی قبل ازاں پوچھیں تو مال
کو چھپانے کے لئے ایک آدمی
سیجھایا۔ یہی کھونٹے کے لئے
گدا لیں۔ کارہار۔ مالی کارہار
گروہ۔ خضر۔ گروہ۔ ان سے
کہہ رہے تھے کہ اسے پاک
خیالات والوں میں خالی گروہ
ہیں۔ زان۔ اب وہ اپنے
خیالات پر شرمندہ تھے انھوں
نے گروہوں کا پاشا شروع
کر دیا۔

لے لاقول۔ وہ اپنے کام پر
لاچار پڑھ رہے تھے۔ غمناک
ان کو اپنے کاموں کو چھپانے
دھما دیواروں کے سوراخ ادا
زیریں کے گروہ۔ ان کی پینل
کارہار تھے۔ غمناک۔ ان کو پینل
اور سوراخوں میں طرہ اب
بند نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز
کے سامنے ان حرکتوں کا انکار
نہیں ہو سکتا۔ وہ سب حیران
تھے اور درویشوں کی گواہی سے
ڈر رہے تھے۔
لے ماقبت۔ انجام کاروں
مردم داپس ہوئے اور مردوں
کی طرح مردوں پر ہر طرف ہر

باز گرفتند اس مکان میں شرمیت

انھوں نے ہر کجا۔ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے
ہیں بیاور سیخائے تیز را
غیر وار! تیز سلاخیں سلا
ہر طرف کنند جشتند از فریق
ان لوگوں نے ہر طرف کھودا اور سلاخیں
خضر ہاشاں بانگ میداد از نزال
ان کو اس وقت گروہوں نے ہٹا کر
زناں سگالش شرم ہم میداشتند
اس بدگمانی سے ان کو شرم بھی آ رہا تھی
باز در دیوار ہا سوراخ ہا
پھر دیواروں میں سوراخ

بے عد و لاقول در ہر سینہ
ہر سینہ میں بے شمار لاقول۔ تم

زناں ضلالتہائے یاوہ از نزال
ان کی بیہودہ۔ دوز کی گڑا ہستیاں

ممکن اندائے آں دیوار نے
اس دیوار کی بپائی ممکن نہ تھی

گر خدای بیگنا ہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں

جملہ در حیرت کچہ مخر آوزند
جملہ حیرت میں تھے کہ کب مخر کریں

عاقبت نومید دست لب گراں
انجام کار نہا امید اور ہاتھ اور ہنٹ کاتے جوئے

باز گردیدند سوائے شہر یار
شہر کی طرف واپس ہو گئے

چارق اینجا جزبے و پوش نیست

اس جگہ چلنے آؤ کے سوا نہیں ہے
امتحان کن خضر و کاریز را

گروہ اور مالی کا امتحان لے
خضر ہاگردند و گولائے عمیق

گروہ اور گہرے غار ڈال دیئے
کنڈائے خالیم لے گندگاں

اے گندو! ہم خالی خدقیں ہیں
کنڈا را بازمی انپاشتند

انھوں نے خدقوں کو دوبارہ بھر دیا
ہیچنیں کردند از جہل و غمی

نادانی اور انہی سے اس طرح کئے
ماند مرغ حرص شاں بے چینیہ

ان کی حرص کا بوند بغیر سنگلی کے رہ گیا
خضر و دیوار و درغمت از نزال

گڑھا اور دیوار اور درغمت انکے چلنے
بایاز امکان ہیچ انکار نے

ایاز کے سامنے انکار کرنا امکان نہ تھا
حائط و عرصہ گواہی میدہند

دیوار اور زمیں گواہی دے رہے ہیں
تا ازیں گرداب جاں بیرون نہ

تا کہ اس بھروسے جان کر باہر نکالیں
چوں ناں دودست بر سر ہا زناں

مردوں کی طرح دوجہ ستر پہارتے ہوئے
پرز گرد و زوئے زرد و شرمندہ

خود کے بھرتے ہوئے، بھرے زرد اور شرمندہ



باز گشتن تماشا از حمره آيا بسوئے شاه تو بره تہی و خجل محو
 چنانچہ وہاں سے ازانکے قبر سے بادشاہ کی موت خال تو برہ اور دشمنہ بہر کہ ہوا جیسا
 بدگماناں در حق انبیا علیہم السلام در وقف ظہور برأت و
 کہ انبیا علیہم السلام سے بدگمان کرنے والے ان کی برأت اور پاک کے ظاہر
 پاکی ایشاں کہ یوم تبیض و جوع و تسود و جوع و
 ہر ماہ کے وقت کس دن جبکہ جبرے سفید اور کچھ جبرے کالے ہر ماہ میں ہے اور
 قولہ تعالیٰ انما فیما تری الذین کذبوا علی اللہ و وجہہم مسودہ
 اس وقت کے روز قیامت ان لوگوں کو جس نے خدا پر جھوٹا گواہی دی ہے وہ جگہ

شاه قاصد گفت میں احوال صیت
 بادشاہ نے قضا کیا کیا احوال ہیں؟
 ورنہاں کر دید و بینار و تسو
 اگر تم نے اشراف اور دروازاں چھپا رکھی ہیں

گرچہ پنہاں بیخ ہر بیخ اورست
 اگرچہ ہر جزا و درخت کی جڑ ہوسیدہ ہے
 آنچہ خوراک بیخ از زہر و زقند
 جو کچھ دہرا در شکر اس جڑ نے کھایا ہے

بیخ اگر بے برگ از مایہ تہیت
 جڑ اگر بغیر بیج کے اور سرائے سے خالی ہے
 بزبان بیخ گل مہرے نہد
 جو کی زبان پر مٹی قبر کا دھڑ ہے

آں امیراں جملہ در عذر آمدند
 ان سب سرداروں نے معذرت کی
 غداں گرمی و لاف و مامون
 اس جوئی اور شہنشاہیت سے منکر کے لئے

از نجات جملہ انگشتاں گراں
 شہنشاہ کی انگلیاں گرا گئیں
 گر بریزی خوں حلاالت طلال
 اگر تو خون بہائے قبر سے طلال ہی طلال ہے

تھے باز گشتن۔ وہ لوگ خالی
 تھا اور دشمنہ ہی طرح تھے
 جس طرح کہ ہر سوئے جگہ انبیا
 اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگا
 اور یہ اعمالوں کے جبرے سیاہ
 اور نیکو کاروں کے سفید ہر
 ماہ میں گئے۔
 گئے شاہ کے قضا کے احوال سے
 موصوفت کیا کہ انہی ہی میں ہیں۔
 ہر ماہ میں زندہ ہر ماہ سے کیوں
 خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہہ کر وہ
 ہر ماہ میں چھپتے ہیں تو میں ان
 کے آثار ہر ماہ ہر ضرورت سے
 پائیں گے۔

لے کرتے۔ جڑیں میں
 جیسی ہوتی ہوتی ہے مین
 اس کے آثار ہر ماہ ہر
 ہوتے ہیں۔ ہر جگہ چھپتے
 احوال کے اثرات ظاہر کے
 ہر ماہ ہر ماہ ہر ماہ میں گئے
 پاک ہر ماہ ہے۔ بیٹا ہر ماہ میں
 و جہر و ہم من آفا بشعور
 میں ہر ماہ کے آثار ہر ماہ میں
 سے نمایاں ہیں۔ آج ہر ماہ میں
 جڑ کی حقیقت واضح ہر ماہ میں
 ہے۔

لے بیج۔ جو میں اگر زندگ
 نہ ہو تو درخت پر بیج ہے جس
 آگے ہیں۔ جڑ باہر مٹی نے
 جڑ کے بیج پر ہر ماہ میں
 کیوں اس کی خاتونیں جاس
 کے ہر ماہ میں ہی گریں
 رہے ہیں۔ قند۔ ہر ماہ میں
 قند۔ قند کا بیج و مٹی نے
 بادشاہ کے ساتھ ہر ماہ میں
 اس ہر ماہ میں ہر ماہ میں
 کرتا تھا۔

لے از نجات ہر شخص شریک
 سے انہی کا ساتھ تھا۔ اور
 بادشاہ کے ہر ماہ میں اگر

تا چہ فرمائی تو لے شاہ مجید

اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

شب شبیہا کردہ باشد روز روز

(دوبارہ) کرات نہ مات چہ کیا دن لے دن چہ

ورنہ صد چوں مافد لے شاہ باد

ورنہ ہم بھی سیکڑوں بادشاہ ہر قرآن بھی

من خواہم کردہ ہست آن ایاز

میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ٹھیکیت ہے

کردہ اکیم آنہا کہ از نامی سترید

ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا

گر نہ بخشش جرم ما اے دلفروز

لے مل کر دشمن کر لے لے! اگر تھا ہر جرم بخندے

گر نہ بخشش یافت نو میدی کشا

اگر تو بخش دے گا تو ایسے لے کشا کی ماس کی

گفت شہ زائس لوا زو ایں گدا

بادشاہ نے کہا نہیں یہ خواہش اور یہ سزا

آئینہ سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس سلسلہ میں سزا و عطا یز کام نہیں ہے، ایاز کا کام ہے۔

حوالہ کردن بادشاہ قبول تو بہ نہاں و حجرہ کشایاں و سزا

بادشاہ کا چٹھروں اور جہو کوئے واہوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا

دادن و ادب کردن ایساں با ایاز کہ یعنی اس جنایت بر

دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا، ایاز کے شہرہ کرنا کیوں کہ یہ زیادتی

عرض اور فتنہ است عذر او پذیرد

اُس کی آبرو پر ہوتی تو اس کا غلہ وہ قبول کرے

ایں جنایت بر تن عرض و لیت

یہ تمام اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے

گرچہ نفس واحدیم از زئے جاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں

تہمت بر بندہ شہ را عاری نیست

تہمت بر بہت، شاہ کی ذات نہیں ہے

مستہم را شاہ چوں فارول کند

جیکہ شاہ تہمت کردہ کو فارول نہتا دیتا ہے

شاہ را غافل بدان انکار کس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھو

مَنْ هَذَا كَيْسَفَعُ بِمِشْرِ عِلْمِ اَوْ

اُنکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کرے؟

اُنکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کرے؟

ہیں تل کر دیا جائے تو ہم

اس کے قابل ہیں اگر آپ

معاذ کریں تو آپ کا کرم

ہے شب شبیہا۔ مات اپنا

کام کرتی ہے اور دن اپنے

ہمارے تاریک کاٹنے بھی

اور آپ کی سانی پر نور ہے۔

گرچہ نفس۔ اگر آپ معاف

کریں گے تو ہماری ایس

لے حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز

کو بل کر اُن میں دیکھ کر اُنکے

حوالہ کر دیا۔ ایاز جنایت۔ بادشاہ

نے کہا تہمت اور زائدتی

ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوتی

ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں

دو ہیں ہیں لیکن اس معاملہ

میں شکایت نہیں ہے۔ نتیجہ

اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی

تہمت لگائے تو بادشاہ ذیل

نہیں ہوتا ہے، غلام ذیل

ہوتا ہے لہذا اس معاملہ کا

تعلق با جہو شکایت کے بار

ہی ہے۔

لے حوالہ۔ اگر کوئی شاہ کا خواجہ

بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے علم

کے بعد و سر پر کرتا ہے۔ شاہ

شاہ کو کرم کا علم ہی ہوتا ہے

تو اپنے علم کی وجہ سے اُس کا

انکشاف نہیں کرتا ہے۔ حق خدا

چکے بادشاہ کو کرم کا علم

ہوتا ہے تو سفارش صرف

اُس کے علم کی جاتی ہے۔ آں گز

شاہ کے علم کی وجہ سے غلام

کو بہت ہوتا ہے ورنہ

بہت اُس کو خطا کرنے کا

موقع نہ دے۔

آں گنہ اول ز حلمش میجد

نظم: پیچیدہ نہیں ہے علم کی بنیاد پر صادر ہونے ہے
خوشنہائے جرم نفس قاتلہ

قاتل نفس بجز جرم کا خوشنہا
مست و بخود نفس مازاں ظلم بود

پہلو نفس اس علم سے مست اور بخود تھا
گزینہ ساقی ظلم بودے بادہ ریز

اگر علم کا ساقی شراب چھانکے والا نہ ہوتا
گاہ ظلم آدم ملائک را کہ بود

لائک کے اعتبار سے آدم کے علم کا جو مرتبہ تھا
چونکہ در جنت شراب ظلم خود

چونکہ انھوں نے جنت میں ہم ک شراب پیا
آں بلا ڈراہے تسلیم و دود

اللہ (تعالیٰ) کی تعظیم کے مصلحتوں نے
بازاں ایون حکم سخت او

پہر اُس کے انتہائی علم کی ایویں نے
عقل آدم سوئے حلمش متجیر

مقل: اُنکے ہم کی جانب پناہ پکڑتی ہو قاتل
فرمودن شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز ہے فرما کر بدلے اور صاف کرنے میں ہے جو بھی ہند کرے اختیار کرے کیونکہ انصاف
و لطف ہر چیز گئی لیجا صوابست در ہر یکے را مصلحتہا

اور ہر بات میں ہے جو بھی تو کرے اس مقام درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں
کہ در ہر عدل ہزار لطف و رحمت و لکم فی القصاص نیجا

اچھے کہ انصاف میں ہزاروں مہربانیاں دے دی ہیں اور تباہی لے بدلے لینے میں زندگی ہے
آنکس کہ گراہست میدارد قصاص را دریں یک جیات

جو شخص بدلے لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں تباہی کی ایک زندگی
قاتل نظر میکنند و در صد ہزار جیات کہ معصوم و مخوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیاں جو ہزاروں کے خوف کے
خواہد شدن در حصن ہم سیاست نمی نگرود

قلعے میں محفوظ اور مامور ہوگی نہیں دیکھتا ہے

ورنہ ہیبت آں مجاہش کے ہد

وہ خوف اُس کو کہ مجاہش دیتا؟
ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

اُنکی ہڈی ہر پہرے (جیساک) ماحر پر دیت
دیو درستی کلاہ ازوے رز بود

نستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے جاگا
دیو با آدم کجا کر دے ستیز

شیطان آدم سے کب جنگوا کرتا؟
اوستا د علم و نقاد نقود

علم کے استاد اور نقدوں کو کہنے والے تھے
شد زیک بازی شیطان آدمی نود

شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے
زیرک دانا و حشیش کر وہ بود

انکو دھیس اور عقلمند اور جست کر دیا تھا
دور را آورد سوئے زحمت او

انکو بے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا
ساقیم تو بودہ دستم بگیر

میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودن شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز ہے فرما کر بدلے اور صاف کرنے میں ہے جو بھی ہند کرے اختیار کرے کیونکہ انصاف
و لطف ہر چیز گئی لیجا صوابست در ہر یکے را مصلحتہا

اور ہر بات میں ہے جو بھی تو کرے اس مقام درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں
کہ در ہر عدل ہزار لطف و رحمت و لکم فی القصاص نیجا

اچھے کہ انصاف میں ہزاروں مہربانیاں دے دی ہیں اور تباہی لے بدلے لینے میں زندگی ہے
آنکس کہ گراہست میدارد قصاص را دریں یک جیات

جو شخص بدلے لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں تباہی کی ایک زندگی
قاتل نظر میکنند و در صد ہزار جیات کہ معصوم و مخوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیاں جو ہزاروں کے خوف کے
خواہد شدن در حصن ہم سیاست نمی نگرود

قلعے میں محفوظ اور مامور ہوگی نہیں دیکھتا ہے

سے خوشنہائے جرم نفس قاتل

یہ نظم طرے تو افسانے کے
رشتہ داروں کو دیت دینی

پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی
رشتہ داروں کے سہارے کی

اسید پر قتل کرتا ہے ایسی طرح
خطا کر شاہ کے علم کے سہارے

خطا کر طرے تو اسکی خطا کی
زمرہ دار بھی شاہ کے علم پر

آئی ہے ہست نگاہ کے علم
کی نفسی خطا کر طرے کی ہر مالتی

لے گا۔ آدم کو کھانگے
زیادہ علم حاصل تھا لہذا

شیطان انکو دھوکہ دے
سکتا تھا کیوں کہ آدم

نے جنت میں اللہ کے علم کا
جام پیا لیا تھا تو اس سے

خطا سرزد ہو گئی۔ بقدر ہوشیاری
اُس کو مزید کر کے تباہی

کے لئے بہت مفید ہے۔ آخر
اُس حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ

کے علم کی ایویں کمالی جن
سے اُن پر غفلت طاری ہو گئی

قتل پھر اُس نفسی سے ہی
کی عقل نے الشک کی تباہی

سے پناہ پکڑی۔
سے فرعون۔ بادشاہ نے

ایاز سے کہا اب تو جو چاہے
کر۔ صاف کر دے یا بدل

لے لے عدل کر یعنی بدل
لے لے یا سہرائی کر اور

یہی سمجھ لے کہ عدل یعنی
بدل لینے میں میگزوں مہربانیاں

پوشیدہ ہیں اس لئے کہ
قصاص کے ڈر سے جاغیں

مغفل ہو جاتی ہیں اس
لئے قرآن نے قصاص کو دنیا

قرار دیا ہے جو شخص صاف
کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان

کی طرف تو دھیان دے گا

چونکہ اس میں شیطان اُس کی تباہی کر رہا ہے۔ اگر حضرت آدم کو علم کی تباہی نہ ہو تو شیطان اُن کی تباہی نہ کر سکتا تھا۔

نہیں کہتا ہے جو قصاص کی طرف تشریف نہیں لے کر رہا ہے۔
 ڈرے محفوظ رہتی ہیں۔
 سیکھ کر وہ صدمہ اٹا لیا
 خوش میں راہ اعتدال چھوڑ
 جیتا ہے لیکن ایاز نے یہ
 ممکن نہیں ہے۔

ملے زائستہاں۔ غلط بات
 کا اصرار کر کے بہت سے
 لوگ شرمندہ ہوئے ہیں
 اب یہ لوگ بھی اسی طور پر
 شرمندہ ہیں۔ محترم ایاز صرف
 دیا ہے علم ہی نہیں ہے بلکہ
 وہ علم کا بے تحاشہ دیا ہے
 وہ صرف بڑا ہی نہیں بلکہ
 بلکہ بڑا ہی کا بڑا اور درسا
 ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی
 باتوں پر کہا کہ میرا ہر توبہ لگی
 عطا اور دین ہے ورنہ میری
 حقیقت تو وہی چیل اور
 پوسٹیں ہے۔

ملے جہیز۔ حدیث شریف
 ہے من عرف نفقہ نفقہ
 عرف وکفہ جس نے اپنے
 آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے
 خدا کو پہچان لیا۔ چارہ۔
 جس طرح ایاز کی چیل اور پوسٹیں
 اسکی اعتبار تھی اور بقیہ عرف
 شاہی عطا تھا اسی طرح اسکا
 کی اصل مرزا کا لفظ اور معرفت
 کے دم کا خون ہے۔ جہیز کہ
 یہ دنیاوی عطا اس لئے کی کہ
 تاکہ تو انکو دیکھ کر آخری عطا
 کا ملکا کرے۔ زان۔ دنیاوی
 عطا آخرت کا نونہ ہے جس
 طرح چند سبب بارگ کے پونے
 کے طور پر نکلتے جاتے ہیں۔
 ملے گفت۔ گیہوں کے ڈھیر
 کی آگ لگا دی جاتی ہے لہذا
 استاد ایک معمولی گفت بیان

کن میان مجرماں حکم اے ایاز
 اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر
 گرو و صد بارت مجو شرم و رمل
 اگر میں جیسے دوستو باہمی کام میں دشمن و ملاقات

زائستہاں شرمندہ خلق بے شمار
 آنا جس بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے
 بحر بے قعرست تنہا علم نیست
 صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ آقا سمندر ہے
 گفت من و نام عطا تست
 اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ ایکی دین ہے
 بہر ایں پیغمبر ایں را شرح تست
 بہر ایں پیغمبر ایں را شرح تست

اسی لئے پیغمبر نے اس کی شرح کی ہے
 چارت لطف آو خونت پوسٹیں
 تیرا چیل لطف ہے اور تیرا خون پوسٹیں ہے
 بہر ایں را دست تا جوئی و گزر
 مجھے ملے وا ہے تاکہ تو اور طلب کہے
 زان نماید چند سبب لے غباں
 باغیاں چند سبب اس لئے دکھاتا ہے
 گفت گندم زان دہد خریار را
 ایک ٹمبی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے

نکتہ زان شرح گوید اوتار
 نکتہ زان شرح گوید اوتار
 استاد اس شرح میں ہے ایک نکتہ بیان کر رہا ہے
 ورنہ گوئی خود نمیش بود و بس
 اگر تو کہے کہ اس کے پاس بس ہی تھا
 اے ایاز انکوں بیا و داد وہ
 اے ایاز! آپ آ اور انصاف کر
 مجرمانت مستحق کشتند
 تیرے مجرم گردن زدنی ہیں

اے ایاز پاک با صد احتراز
 سیکھوں پر یہ کہ ان کے ذریعہ پاک اے ایاز
 در کف جوشت نہایم یک و غل
 تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خالی (کھلی) نہ پاؤں

زائستہاں جملہ از تو شرمسار
 آنا انکوں کی وجہ سے سب جھڑے شرمندہ ہیں
 کوہ و صد کوہ است ایں غور علم نیست
 یہ علم ہی نہیں ہے بلکہ آقا سمندر ہے
 ورنہ من ایں چارم و ایں پوسٹیں
 ورنہ میں تو وہی چیل اور وہی پوسٹیں ہوں
 ہر کہ خود شناخت نیز دل را شناخت
 ہر کہ خود شناخت نیز دل را شناخت

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا
 باقی اے خواجہ عطا اوستا
 اے جاب! باقی اس کی دی ہے
 تو ملگو کر نیستش جز ایں قدر
 تو نہ کہ کر لکے پاس ایکے سوا نہیں ہے
 تا بدانی دخل و غل بوستان
 تاکہ تو باغ کی آمدنی اور دفعی کو سمجھ سکے
 تا بداند گندم انبار را
 تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

تا شناسی علم اورا مستنزداد
 تا شناسی علم اورا مستنزداد
 تاکہ تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے
 دورت انداز دچناں کریش خس
 تجھے اس طرح دور سے دیکھ دیکھ جھوٹا دھمکی
 دا ونا در درجہاں بنیاد نہ
 دنیا میں عجیب انصاف کا بنیاد رکھ دے
 ورنہ بر عفو و جلالت می تندند
 اور تیری معافی و رحمت کے لالچ پر قائم ہیں

تاکر رحمت غالب آید یا غضب
 تاکر (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غضب
 از پئے مردم ربانی ہر دو ہست
 ان دونوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں
 بہر ایں لفظ انت متبیین
 اسی لئے واضح لفظ انت میں
 زانکہ استفہام اثبات است ایں
 کیونکہ استفہام = اثبات ہے
 ترک کن تا ماند ایں تقریر غام
 رہنے دے، تاکر یہ تقریر ناقص رہے
 قہر و لطف چوں صبا و چوں ببا
 قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے
 میکشد حق راتن راتا رشد
 اللہ (تعالیٰ) چوں کہ ہدایت کی جانب کھینچتا ہے
 معدہ حلوائی بود حلوا کشد
 حلوسے والا معدہ ہو تو حلوسے کو کھینچتا ہے
 فرش سوزاں سردی از جاش بڑ
 گرم فرش بیٹھے والے کی تشنگی دور کرتا ہے
 دوست مینی از تو رحمت می جہد
 تو دوست کو دیکھتا ہے تو مجھے رحمت بھیجی ہو

آب کوثر غالب آید یا الہب
 آب کوثر غالب آتا ہے یا ہب
 شاخِ حلیم و خشم از عہد انت
 حلیم اللہ غش کی شاخ عہد انت کے وقت کو
 نفی و اثبات است در لفظ قریں
 نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے
 یک دے لفظ لیس شد فیں
 لیس اس میں فیں کا لفظ چھا ہوا ہے
 کاسے خاصاں منہ بر خوان عالم
 خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ
 آں یکے آہن ربا دیں کھربا
 ایک مقناطیس اور یہ کھربا ہے
 قسم باطل باطلان را میکشد
 باطل فریق، برے لوگوں کو کھینچتا ہے
 معدہ صفرائی بود سر کا کشد
 صفراء والا معدہ ہو تو سر کو کھینچتا ہے
 فرش افسردہ حرارت را خورد
 ششلا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے
 خصم مینی از تو سطوت می جہد
 تو دشمن کو دیکھتا ہے تو مجھے سطوت بھیجی ہو

کرتا ہے تاکر شاگرد اپنے معلم
 کو جان کر ان کا طالب بنے
 قد اگر شاگرد استاد کے محنت
 کو محنت کرے کہہ دے کہ بس
 استاد کے پاس اس محنت کے
 علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے
 تو استاد اس کو درس سے نکال
 دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے
 ایاز سے کہا۔
 بحرکت۔ یہ چغندر قتل کے
 شوق میں نیکی تیری برداری
 اور شوق کے طالب ہیں۔

لے تاکر اب یہ دیکھتا ہے
 تو اس پر دم کرتا ہے یا غصہ
 نازل کرتا ہے، ہم آب کوثر
 اور صابا لپسہ، از پئے
 دروزاں سے حلیم و خشم دور
 صفیں رنگوں کو کشد تعالیٰ
 کی جانب متوجہ کرتی ہیں
 بہر ایں ہم اور خشم کی صفت
 کی طرف اشارے کے لئے
 آئینہ پرکھ میں نفی بھی ہے
 اور اثبات بھی ہے۔ زانکہ
 آئینہ میں چہرہ استفہام
 انکار کے لئے جو آئینہ پرکھ
 میں داخل ہے جو خود انکار کے
 مستحق ہے اور انکار کا انکار
 اثبات ہوتا ہے لہذا اس کے
 انکار کی روایت ثابت ہو گئی
 جس کا معنی حلیم ہے اللہ
 آئینہ پرکھ کے مستحق ہیں میں
 تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو
 روایت کے انکار کا معنی
 غصہ ہے لہذا یہ آئینہ پرکھ کا
 جملہ دونوں معنوں کی طرف
 اشارہ ہے۔

لے تاکر شاخِ حلیم و خشم
 آب کوثر غالب آتا ہے یا الہب
 خواص کے لئے اس کی شرف
 شایع نہیں ہے۔ تو کھربا
 ان کے لئے اس کی شرف
 شایع نہیں ہے۔ تو کھربا
 خواص کے لئے اس کی شرف
 شایع نہیں ہے۔ تو کھربا
 خواص کے لئے اس کی شرف
 شایع نہیں ہے۔ تو کھربا

ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن کیا مقناطیس ہے جو کھینچتا ہے۔
 لے تاکر وہ چہرہ جو کسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرت حق کو دونوں معنوں کا ظہور ہے
 اسکا ادبی چہرہ راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اسکا معنی ہونا غلطکاروں کی کشش کرتا ہے و غرض کہ
 آجیاں ثابت کی گئیں جسکی استعداد ہے انکے مطابق اسکا میلان جو مقدمہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہی نہیں
 کی طرف ہے۔ معدہ کا بھی حال ہے فرش کا بھی حال ہے دوست اور دشمن کا بھی حال ہے نور و زار کا بھی حال ہے۔

لے خصم عرض کلا مات
 میں سے ہر ایک چیز ایسی
 کی کوشش کر رہی ہے۔ بعض
 فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے
 کہا کہ مجھ کو کا جلد فیصلہ کر
 انتظار کی تکلیف موت سے
 زیادہ ہے مشہور مقرر ہے
 اُن انتظار آتش میں اُنھوت
 دانا یا ام۔ معاذ کوٹالے کا
 داعی ہی ہوتا ہے کہ انسان
 سوچتا ہے کہ اس کام کے
 کا بہت دقت ہے۔ ڈانک۔
 ہرجم کو انتظار میں رکھنا بھی
 ایک قسم کی سزا ہے۔
 تھے گفت۔ ایاز نے مذکور
 کہ مجھ کو فیصلہ کرنا شاہ
 کا کام ہے، شاہ کے سامنے
 میری مثال ایسی ہی ہے جیسی
 زہرہ اور غلط انداز شاہ
 تاقب کی سوج کے سامنے
 کوئی حقیقت نہیں ہے۔
 گرز دق۔ اگر میں اپنی حقیقت
 پیش اور گدڑی سے زیادہ
 سمجھتا تو اس جیل اور گدڑی
 کی حفاظت کر کے اس حالت
 میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن
 مجھے ملامت کریں اور ہمد
 طرح طرح خیالات قائم کریں
 تھے دست در کردہ۔ ان
 ماسدوں کی حالت تو اس
 شخص کی سی ہے جو نہر میں
 اتھا اپنے ڈالے کہ اسیں کو
 خشک ڈھیل نکال لے ہیں
 نہر میں خشک ڈھیل تلاش
 کرنا اور بھی تو خشک زمیں
 میں تلاش کرنا کیسا آسان ہے۔
 بریقہ ان ماسدوں نے
 مجھ صاحب بھائی کھسا اور
 ایسا بے وفا سمجھا جس سے
 ونا کو شرم آئے۔

نور بنی روشنی بیرون جہد
 تو نور دیکھتا ہے، تو دشمن باہر آتی ہے
 خصم ویارو نور و نار و فخر و عار
 دشمن اور دوست، نور اور ناز، فخر اور ذلت
 مور و مار و پود و تار و زیر و زار
 جیوتی اور سانپ، آنا اور بانا، گانا اور دونا

نار بنی یا دھواں ظلمت دہد
 تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے
 تخت و تار و برد و حار و سرد و خار
 تخت اور سولی، تختہ اور گرم، پھول اور کاشا
 ہر یکے باہر جس خود بکرمی شمار
 ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ ملنے

تبعیل فرمودن بادشاہ ایاز را کہ زود ایس حکم را بفصل رسان
 بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کرے
 و منتظر مار و آلتا مہینا ملو کہ ال انتظار موت آنجور جواب
 اور منتظر تھک اور ہمارے پاس بہت دقت ہے۔ نہ کہ کیونکہ انتظار شرح موت ہے اور ایاز
 گفتن ایاز بادشاہ را و عجز آوردن او
 کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

لے ایاز اس کار را زودتر گذار
 اے ایاز! یہ کام جلد کرے
 گفت اے شہ جنگی فرمان خراج
 اس نے کہا اے بادشاہ اسب حکم آپ کا ہی ہے
 زہرہ کو یو یا عطا زو یا شہاب
 زہرہ یا عطا زو یا شہاب کون ہوتا ہے؟
 گرز دق و پوستیں بگذاشتے
 اگر میں گدڑی اور پوستیں سے (لگے) بڑھتا
 قفل کردن بردر حجرہ چہ بود
 حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟
 دست در کردہ درون آبگو
 نہر کے پانی میں اتھا ڈوبے ہوئے
 پس کلوخ خشک نے رنجو کے بود
 تو نہر میں خشک ڈھیل کہاں ہوتا ہے؟
 بر من سکیں جفا دارند ظن
 مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں

زانکہ نوع انتقام است انتظار
 کیونکہ انتظار (بھی) ایک اہم کام بدل ہے
 باوجود آفتاب اختراست
 سورج کے ہونے ہونے مسافہ معذم ہے
 کہ بروں آید بہ پیش آفتاب
 کہ سورج کے سامنے راہر آئے
 کہ خنیں تخم ملامت کشتے
 کہ خنیں تخم ملامت کب بونے؟
 در میان صد خیالات حسود
 حاسد کے صد خیالوں خیالات کے درمیان
 ہر یکے زرباش کلوخ خشک بخو
 ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیل تلاش کرنا پڑا
 ماہی با آب عاصی کے شود
 مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟
 کہ وفار اشرم می آید ز من
 کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

گر بنوئے زحمت نامحرے
اگر نامحر کی پریشانی نہ ہوتی
چوں جہانے شہتہ اشکال بخت
چوں کہ دنیا شہ اور اشکال کی بھنگا ہے
گر تو خود را بشکنی مغزے شوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کر دیا، مغز بھنجا
جو زرا در پوستہا آواز ہست
خودوں کے پھلکوں میں درپتے ہوئے آواز میں ہیں
دار و آوازے نہ اندر خورد گوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہو
گر نہ خوش آوازی مغزے بود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی
ثر غوغا آں زان تحمل میکشی
اُس کی کھٹ کھٹ کو تو ایسے برداشت کرنا پڑے
چند گاہے بے لب بے گوش شو
کبہ بہت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا
چند گفتی نظم و نشر و از فاش
تو نے نظم اور نشر اور فاش کر بہت کہے
چند بختی تلخ و تیسر و شور و گز
تو نے گڑوی اور تیز اور گھاری اور کھلی بہت کہانی
چند عودی چرب فیہ بران طعام
تو نے بھلا اور دھنی بہت کھانا کھایا
چند شبہا خواب را گشتی اسیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا
روز ہا بُردی بسر در تہزل و جد
تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں گزرے

چند حرفے از وفا واگفتے
تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا
حرف میر انیم با بیروں ز پوست
ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں
داستان مغز نغزے بشنوی
تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا
مغز و روغن را خود آواز کجاست
مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے
ہست آوازش نہاں گوش ہست
اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے
ثر غوغا آواز قشری کہ شنود
چھلکے کا کھٹکا کون سنتا !
تا کہ خاموشی نہ بر مغزے زنی
تا کہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے
وانگہاں چوں حبیب نوش شو
پھر ہونٹ کی طرح شہد کا سانس میں
خواجہ یک در امتحان کن گنگاں
صاحب! ایک ہذا آزمائے ہو گنگاں میں جا
ہم یکے بار امتحان شیریں پزیر
ایک دن امتحان کے لئے میٹھی دہلی بکالے
امتحان کن چند روزے در صیام
چند دن روزے میں آزمائے
یک شبے بیدار شو دولت بگیر
ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرے
روز کے دو چند را شو مستعد
دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

لے کر تھوڑے بولانا کرتا
ہیں سننے والے، ہل نہیں ہیں
دہن میں دنا کے مصروف کر
واضح کہے بیان کرتا چوتھا
جہانے چونکہ عوام حقائق
کے بیان میں شہ اور اشکال
پہن ترے گئے ہیں اس لئے
ان کو وہ سمجھنا مشکل ہے
لہذا ہم معمولی باتیں ان کو
سناد پتے میں کر تو، اگر تم
مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ہم
کے چھلکے کو توڑ دو گے تو مغز
میں جاوے گا پھر مغز کی بات
کون سمجھے۔
کچھ جہاز جب تک اخروٹ
کی گری چھلکے میں ہے تو وہ
بہت جلد چھٹا قوت
جائے تو پھر وہ کو کھڑا کر
ختم ہو جاتی ہے۔ واگد مغز
میں بھی آواز پتے کیجی جہ کے
کان سے سننے کے ہیں یہ وہ
عقل کے کان سے سننے کی جو
گرتہ، اگر مغز میں آواز نہ
ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا
کون پسند کرے۔ ثر غوغا
چھلکے کی آواز اس لئے
برداشت کی جاتی ہے کہ
مغز تک رسائی ہو جائے
کچھ چند گاہے۔ انسان
مجاہدوں سے لب و
عروش میں جاتے تب اُس
کاف آسرا کا شہد چھٹتا
ہے چند گفتی، انسان ہونٹ
بولتا ہے کسی نظر کہتا ہے
کسی نثر کسی دن آواز کسی
طور پر وہ خاموش بھی ہو کر
دیکھے تو خاموشی کے فوائد
سائے آئیں گے۔

چتر گنتی۔ روز مرہ کی عادت کے خلاف کہ ماہرہ کر لے دیکھتا ہے کھاتے ہیں کہ دن روزے رکھ کر دیکھ
راتوں کو خوب سوچا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر
لے روزانہ عمار کا زیادہ حقہ چند منزل میں گذارے اب کہ مجاہدہ کر کے لے

شرح

اب مولانا پھر قصہ ایاز کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امرار ایاز کے حجرہ کے دروازہ پر گئے اور خزانہ اور زر اور مال کے

مٹکے کے متلاشی ہوئے ان میں سے چند آدمیوں نے بہت ہوشیاری سے مال کی ہوس میں قفل کھولا۔ ”بہت ہوشیاری سے“ ہم نے اس لئے کہا کہ حجرہ کو بہت مضبوط قفل لگا ہوا تھا جو کہ بہت سے قفلوں میں چھانٹا گیا تھا۔ اس استحکام کا منشا چاندی، سونے اور مال و دولت کے متعلق بھل نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب راز کا عوام سے چھپانا تھا کیونکہ اس کو خیال تھا کہ افشائے راز کی صورت میں کچھ لوگ مجھ پر دانت طبع کا الزام لگائیں گے اور کہیں گے کہ اس ریاست پر بھی یہ پُرانے لیٹروں اور پوستین کو اپنے سے جڈ کرنا نہیں جانتا اور کچھ لوگ مجھے مکار کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ عجز و انکسار اس کا محض دکھانے کے لیے

ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارباب ہمت اسرار کی جو کہ منزلہ جان کے ہیں محل کافی سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں کیونکہ احمق لوگ مال کو جان سے اچھا سمجھتے ہیں اور عالی ہمت لوگ مال کو جان کا صدقہ جانتے ہیں اسکے بعد مولانا پھر قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ مال طمع میں سرگرم سعی تھے مگر ان کی عقل کہہ رہی تھی کہ اتنی جدوجہد نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری محنت تمام برباد جائے گی۔ قاعدہ ہے کہ حرص تو سراپ اور بے حقیقت اشیاء کے لئے فضول جدوجہد کرتی ہے اور عقل اُس سے کہا کرتی ہے کہ غور سے دیکھ یہ مال ... اور مطلوب واقعی نہیں ہے محض دھوکا ہے پس تو فضول کوشش نہ کرو مگر ان پر حرص کا غلبہ تھا اور مال فرط محبوبیت سے بمنزلہ جان کے ہو گیا تھا اس لئے عقل کی آواز مخفی ہو گئی تھی اور سنائی نہ دیتی تھی اور جان کی مانند عزیز سونے کی حرص غالب تھی اور کہہ رہی تھی کہ ایسے مال مفت یہ موجود ہے جلد لو۔

الحرص! حرص اور اس کا شور بہت بہت بڑھ گیا اور عقل اور اس کا فتوے اس شور میں دب گیا تھا۔ اور وہ اس کو نہ سنتے گو اس وقت وہ عقل کی نصیحت نہیں سنتی مگر جب ان کی جان پر بنے گی اس وقت اس کی ملامت سنیں گے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب آدمی دھوکے کے کنوئیں میں گرتا ہے اس وقت وہ عقل کی ملامت

(جو کہ وہ اس کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے کبعت! میں تجھے روکتی رہتی مگر تو نے میری (ایک سنتی) سنتا ہے اور جبکہ جال کے پھندے میں پھنس کر اس کا جوش و خروش ختم ہو جاتا ہے اس وقت عقل کی طرح نفس کو تادم ہی اس پر قابو پاتا ہے اور اسے ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے بہت بُرا کیا کہ ایسا کام کیا لیکن سے جب تک اس کا سر مصیبت کی دیوار سے نہیں ٹکراتا اس وقت تک اس کے بہرے کان دل کی نصیحت نہیں سنتے اسلئے اسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے بے سمجھ بچے کہ ان کو بادام کی ٹھٹھائی اور شکر کی حرص دونوں بہلنا دیتی ہے اور اسلئے وہ ماں باپ کی نصیحت نہیں سن سکتے مگر جب کہ اس کو پھوٹے پھنسی کی تکلیف شروع ہوتی ہے اور اس وقت نصیحت کے باب میں ان کے کان کھلتے ہیں اور تب وہ نصیحت سنتے ہیں۔

خیں یہ مضمون تو ہو چکا اب قصہ سنو! اُن چند شخصوں نے جنہوں نے قفل کھولا تھا بہت کچھ حرص ہو س کے ساتھ جھڑکھولا اور بھڑکے سبب جھڑ میں یوں اوپر تے گرے جیسے چھا چھیکال گرتی ہیں کہ وہ بہت زور کے ساتھ عاشقانہ اس میں گرتی ہیں اور کھا سکتی نہیں اور پر بھی بندھ جاتے ہیں اسلئے اڑ بھی نہیں سکتے۔ یوں ہی وہ لوگ شوق سے جھڑ میں داخل ہوئے مگر ملا کچھ بھی نہیں اور جان کے لالے پڑ گئے انہوں نے جھڑ میں گھس کر دائیں بائیں غرض ہر طرف نظر کی مگر ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ صرف پھٹے جوتے اور پوستیں رکھا ہوا تھا اُس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس میں دولت ضرور ہے اور یہ لیتھڑے اور پوستیں اس کے اخفاء کے لیے ہیں تاکہ اگر کوئی دیکھے تو سمجھے کہ یہاں کیا ہو گا یہاں تو لیتھڑے اور پوستیں پڑا ہوا ہے ارے کوئی پھالیاں لاؤ اور کھود کر گڑھوں کو دیکھو ان میں مال بھرا ہو گا اس کے بعد پھالیاں آئیں اور ہر طرف انہوں نے کھودا اور گہرے گڑھے کر دیے۔ مگر یہ گڑھے بزبان حال ان سے کہہ رہے تھے کہ ارے خبیثو! ہم تو خالی گڑھے ہیں یہ دیکھ کر ان کو افسوس بھی ہوتا تھا اور ندامت بھی ہوتی تھی اور گڑھوں کو پاٹ دیتے تھے اس کے بعد انہوں نے اپنے نادانی سے دیوار دل کو کھودا اور ان میں گڑھے کر دیئے لیکن وہاں سے ان کو کچھ نہ ملا۔ غرض کہ جب ان کو کچھ نہیں ملا تو

دل ہی دل میں بہت کچھ لاجول دلاقوۃ کر رہے تھے کیونکہ ان کے مرغِ حرص کو خوراک ملی تھی یہ مصیبت تو تھی ہی اس کے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ گڑھے اور دیوار و دران کے لاجول غلط کاریوں کے چٹیاں کھا رہی تھیں۔

اور وہ نہ دیوار و غیہ کے گڑھوں کو پر کر کے ان کو بجا ہاں کر سکتے تھے اور زیادہ کے سامنے منہ کر سکتے تھے کیونکہ اگر وہ اپنی بے گناہی ظاہر کر کے اُسے فریب دیتے تھے تو صحنِ حجرہ اور اس کی دیواریں ان کے خلاف شہادت دینے کو موجود ہیں لہذا وہ سب متحیر تھے کہ کیا بہانہ کریں کہ اس گردابِ بلا سے جان بچالیں جب کوئی صورتِ نظر نہ آئی تو ناامید ہو گئے اور حسرتِ افسوس کرتے ہوئے اور سروں پر عورتوں کی طرح دو ہتھڑیاں مارتے ہوئے گرد میں بھرے ہوئے۔ منہ پر زردیاں چھائی ہوئیں نادم و شرمندہ بادشاہ کی جانب لوٹے۔ بادشاہ گو ان کی ناکامی سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ مگر جب اس شخص ان کو خالی ہاتھ دیکھا تو جان بوجھ کر ان کی تجہیل و تخمیت کے لئے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ تمہاری بخلیں اشرفیوں اور ان کی بھیلیوں سے خالی ہیں۔ اگر تم نے اشرفیاں اور تسو (ایک سکہ ہے) چھپا لئے ہیں تو چہرہ اور رخساروں پر خوشی کی رونق اور بشارت کیوں نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کچھ ملا ہی نہیں۔ ورنہ تم لاکھ چپاتے و مگر وہ چھپ نہیں سکتا تھا اور تمہارا چہرہ کہہ دیتا کہ ان کے پاس مال ہے۔ دیکھو! اگرچہ ہر جرّدار کی جڑ زمین میں چھپی ہوتی ہے مگر اس کے پتے جو کہ سینماہم فی وجوہہم کا مصداق ہیں سبز ہوتے ہیں اور ہر جرّ کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔ ایضاً۔ جڑ نے جو کچھ موافق یا مخالف غذا کھائی ہے اس کی اپنی شاخِ بیاں گِ دُہل اس کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہری بھری ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جرّ کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ ثابت ہوتا ہے کہ جڑ نے غذائے ناموافق کھائی ہے۔ غرض کہ پتوں کے سر سبزی سے معلوم ہوتا ہے کہ جرّ ہری ہے اور اس کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ اگر جڑ بے سامان اور بے بضاعت ہو۔ تو یہ ہرے بھرے پتے درختوں پر کیسے ہیں۔ حاصل یہ ہے گو مٹی جڑ کے منہ پر مہر کر دیتی ہے یعنی گو مٹی میں مخفی ہونے کے سبب اس کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی۔ مگر اس کی شاخ اس کے لئے بمنزلہ ہاتھ پاؤں

کے ہے گواہی دیتی ہے کہ جڑ کی حالت اچھی ہے پسے یوں ہی اگر تمہارے پاس بھی مال ہوتا تو تمہارے حالت اسکو ظاہر کرتی یہ سفر ان تمام امیروں نے معذرت کی اور سایہ کی طرح بادشاہ کے سامنے خاک مذلت پر گر گئے اور اپنے جوش و خروش اور لاف و گزاف اور تکبر کی معذرت میں شرم کے دانتوں میں انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے بادشاہ کے سامنے تیغ و کفن لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اے شاہ ہفت کشور! اگر آپ ہمارا خون بہائیں تو آپ کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ ہم نے جرم ہی ایسا کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان اور بخشش ہے ہم جس لائق تھے وہ ہم نے کیا اب جو حضور کا حکم ہو۔ اگر حضور ہمارا قصور معاف فرمادیں تو یہ آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہم بمنزلہ رات کے اور آپ بمنزلہ دن کے۔ رات تاریکی پھیلاتی ہے کیونکہ جو اسکو یہ ہی شایاں ہے اور دن تمام تاریکیوں کو دور کر کے دھودیتا ہے اسلئے کہ اسکو یہ ہی زیب ہے پسے اگر آپ معاف فرمادیں تو ہمارے ناامیدی دور ہو جائے گی۔ ورنہ ایک ہم کیا ہم نے سینکڑوں حضور پر قربان ہم جان دینے کو تیار ہیں اسکے جواب میں بادشاہ نے کہا کہ یہ نوازش اور یہ رحم میں نہ کروں گا کیونکہ یہ ایاز کا حق ہے یہ تعدی تم نے اسکی جان اور اسکی آبرو پر کی ہے اور یہ زخم اسکی رگوں پر ہے گو جان کے لحاظ سے ہم دونوں ایک جان ہیں اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے اور اس کا نفع میرا نفع۔ میرا عفو اس کا عفو ہے اور میری سزا اسکی سزا۔

مگر باعتبار ظاہر کے نفع و نقصان میں ایک دوسرے سے دور ہیں لہذا جو کچھ کر گیا ایاز کرے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ کیا غلام خاص سلطانی پر تہمت لگانا بادشاہ کے لئے موجب عار نہیں ہے ضرور ہے لان ضرب الغلام الامۃ المولیٰ، مگر بائیں ہمہ محمود جو انتقام نہیں لیتا اور اس معاملہ کو ایاز کے سپرد کرتا ہے۔ اس کا منشا بجز حلم اور ظہور حقیقت ایاز کی خواہش کے اور کچھ نہیں۔ یعنی ایک سبب تو اسکا بادشاہ کا نہایت درجہ حلیم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسلئے سے ایاز کی خصوصیت اور اس کا فانی فی السلطان ہونا ظاہر ہو جائے (فائدہ

تہمت برہندہ الٰہ کی محبتیں نے عجیب عجیب تقریریں کی ہیں مگر میکے نزدیک یہ مطلب ٹھیک اور بے تکلف اور چسپاں ہے جو میں نے عرض کیا ہے واللہ اعلم

یہاں سے مولانا حق سبحانہ کے حلم اور کرم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ سلطان محمود کا حلم تو تم کو معلوم ہو گیا اب تم حق سبحانہ کے حلم کی کیفیت سنو! اس کا حلم اس درجہ ہے کہ وہ مجرموں کو دولت کثیر عطا فرماتا ہے پس جبکہ مجرموں کے ساتھ اس کا یہ برتاؤ ہے کہ وہ انکو دولت مند بناتا ہے تو اب تم غور کرو کہ پاکبازوں کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ ہوگا اور ان کو کیا کچھ عطا نہ فرمائے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجرموں کو جو اس دولت مند بنایا ہے تو شاید اسلئے بنایا ہو کہ اسکو ان کے جرائم کا علم نہ ہو کیونکہ وہ کسی کے کام غافل نہیں ہے (وَمَا اللہُ بِغافل عما تعملون) لیکن وہ جو لوگوں کے جرائم کو ظاہر نہیں کرنا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کا حلم اُسے ایسا کرنے سے روکتا ہے پس جبکہ وہ ایسا علیم ہے تو یہاں کس کی مجال ہے کہ اس کے علم محیط کے سامنے بے باکانہ کسی کی سفارش کرے کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو خود مجرم نہ ہو یا اسکی جرم کا علم حق سبحانہ کو نہ ہو اور ایسا کوئی ہے نہیں۔ لہذا کوئی سفارش ہی نہیں کر سکتا۔ مجسز اس کے حکم کے وہ بے شک سفارش کر سکتا ہے اور وہی کرتا ہے اور کرے گا۔ کیونکہ ابتداء میں گناہ علم ہی کے سبب صادر ہوتا ہے۔ ورنہ ہیبت حق سبحانہ کسی کو گناہ نہیں کرنے دے سکتے۔ پس نفس قاتل یعنی مجرم کے جرم کا خون بہا اور اس کی تلافی یوں ہی اسکے حلم کے ذمہ دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اور وہ خون بہا اور تلافی شفاعت ہے پس شفاعت اسکی ذمہ ہوگی۔

[خاٹڈا: آن گنہ اول زحمتش می جہد ورنہ ہیبت آں بحالش کے دہد۔
خون بہائے جرم نفس قاتلہ ۛ ہست برحمتش دیت بر عاقلہ۔ یہ دونوں
شعر مولانا کے لیے ہیں جیسے کوئی قصوروار کسی سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے تو کہتا
ہے۔ کرم ہائے تو مارا کردگستاخ۔ پس جس طرح اس قصوروار کا مقصود اس
مقولہ سے اپنی برادرت ظاہر کرنا۔ اور گناہ کو مخاطب کے سر رکھنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے

قصود کا اقرار اور مخاطب کے مزید کرم کا بیان کر کے اسکو مہربان کرنا ہوتا ہے یوں ہی مولانا کا مقصود بھی یہ نہیں ہے کہ بندہ کو بے قصور قرار دیکر اسکے جرم کا بارِ حلم حق سبحانہ پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ مقصود اس حق سبحانہ کے حلم بے غایت کا بیان اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذنوبِ عباد کی معافیِ حلم حق ہی سے ہو سکتی ہے ورنہ نہ حلم حق سبحانہ اس درجہ میں گناہ کا سبب ہے کہ بندہ بے قصور قرار پا جائے اور گناہ کا بارِ حلم چڑھا پڑے اور نہ تلافی کا بارِ حلم کے ذمہ ہے کیونکہ گو حلم حق سبحانہ ایک درجہ میں گناہ کا سبب ہے مگر اس کا اختیارِ عباد پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جو کہ مناطِ جسم ہے۔ اور جبکہ حلم حق ملتی نہیں ہے تو معافی اس کے ذمہ بھی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ملتی تو عاقلہ قاتل بھی نہیں ہیں پس جس طرح ان کے ذمہ دیت اٹلے ہوتی ہے کہ وہ فی الجملہ معینِ جسم ہیں کہ انہوں نے سہل انکاری سے کام لیا اور قاتل کی حفاظت نہ کی۔ یوں ہی حلم حق بھی فی الجملہ معین ہے اٹلے تلافی اس کے ذمہ ہوئی چاہیئے اس کا جواب یہ ہے کہ عاقلہ مکلف ہے اس کے کہ وہ ترکِ حفاظت سے قتل پر اسکی اعانت نہ کریں۔ پس جبکہ انہوں نے حفاظت نہ کی اور اس طرح جرم پر قاتل کی اعانت کی تو وہ بھی شریکِ جسم ہوئے پس خون بہانکے ذمہ ہوا۔

رہا حلم حق سبحانہ سوا اسکے ذمہ ترکِ اعانت نہیں ہے کیونکہ اگر حلم نہ ہو تو عبادِ طاعت پر مقصور ہو جائیں اور امتحانِ عباد جو مقصود تھا وہ فوت ہو جائے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے اور دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ یہ تقریر تو اس تقدیر پر تھی کہ آں گنہ اول الخ الی البیت الثانی۔ علت ہوں شفاعتِ حلم کی۔ کما اختارہ بعض المحشین۔ اور اگر ان دونوں شعروں کو مضمون مستقل کہا جائے اور یوں کہل جائے کہ بیتِ اول سے مولانا کا مقصود حق سبحانہ کے حلم کا مزید بیان ہے اور مطلب یہ ہے کہ اوپر ہم نے مجرموں کو دولت دینے سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کیا تھا۔ اب ہم نفسِ صدورِ معصیت سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کرتے ہیں

اور بیت ثانی سے مقصود اظہار رجا رحمت ہے اور مطلب یہ ہے کہ خونوں کے عزیز واقارب خون بہا ادا کر کے ان کو ربائی دلا دیتے ہیں اور گنہگاروں کو نجات دلانے والا حلم حق سبحانہ ہے اور کوئی نہیں لہذا وہ مجرموں کے لیے ایسا ہے جیسے خونوں کے لیے ان کے عزیز واقارب۔ پس گنہگاروں کے جرم کا خون بہا یوں ہی حلم حق پر ہے جیسے خونوں کے قتل کی دیت ان کے عزیز واقارب پر ہوتی ہے یعنی جس طرح خونوں کے عزیز واقارب ان کو ربائی دلاتے ہیں یوں ہی گنہگاروں کو حلم حق سبحانہ نجات دلانے گا۔ تو اب کچھ اشکال نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

بات یہ ہے کہ حلم حق سبحانہ نے ہمارے نفس کو مست اور بے خود کر رکھا ہے اسلئے شیطان نشہ میں اسکی سر سے ٹوپی اتار لیتا ہے یعنی حلم حق سبحانہ کے سبب ہم پر غفلت طاری ہوتی ہے اور اس غفلت میں شیطان کو اپنی کار ربائی کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو اسکی دھوکا دیا تھا وہ بھی اسے نشہ غفلت کی حالت میں دیا تھا ورنہ اگر ساقی حلم خداوندی انکو شراب غفلت نہ پلاتا ہوتا تو شیطان کی کیا مجال تھی کہ وہ آدم علیہ السلام سے برسر جنگ ہوتا۔

پس سمجھنا چاہیئے کہ وہ شراب غفلت جو کہ حلم خداوندی پلاتا ہے نہایت خطرناک ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام جو کہ علم کے موقع پر فرشتوں کے استاد اور کھڑے کھوٹے کے پرکھنے والے تھے جبکہ انہوں نے حلم حق کے ہاتھ سے شراب غفلت پی تو شیطان کے ایک چھٹکے کے بھی نہ ہوئی اور ایک ہی چال میں آزرہ ہو گئے۔ حق سبحانہ کی تعلیم کے بہلاؤں نے انکو ہوشیار اور دانا اور چست کر دیا تھا۔ مگر اسکی بعد اسکی حلم کے نیزافینوں نے ان کو مست کر دیا جس چور یعنی شیطان کو اسکے سامان طاعت کے اڑانے کا موقع مل گیا اور وہ اڑنے لگا۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر عقل اس کے حلم سے پناہ مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا ساقی اور مجھے غفلت کی شراب پلائیو لا تو ہی ہے۔ پس حالت مستی و غفلت میں تو ہی میرا ہاتھ پکڑ کر اور میری مدد کر۔ کہ لغزش نہ کھاؤں۔

خیر یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سنو! کہ محمود نے عذر خواہوں کو جواب دیکر
ایاز سے کہا کہ ملے پاکباز اور نہایت محتاط ایاز تو ان مجرموں کے متعلق جو چاہے حکم
صادر کر۔ انہوں نے تجھ پر خیانت کا الزام لگایا ہے حالانکہ تو نہایت با وفا ہے اگر میں
تجھے عمل کے بارہ میں دوسو بار بھی جوش دوں۔ تو تیرے کف جوش میں ایک مرتبہ
بھی دھوکا نہ پاؤں گا۔ یعنی اگر میں تیرا دوسو مرتبہ بھی امتحان کروں گا تو ایک مرتبہ بھی
میں کھوٹ نہ ظاہر ہوگا اس لئے کہا جاتا ہے کہ بے شمار مخلوق کو امتحان سے
شرمندگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جانچنے کے بعد ان میں کھوٹ نکلتا ہے مگر میں حق
تیری آزمائشیں کرتا ہوں سب کی سب کو تجھ سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے تیرا علم
علم نہیں بلکہ ایک سمندر ہے جس کی تہ نہیں اور تیرا علم حکم نہیں بلکہ ایک پیارا۔ بلکہ سو پیارا
ہے۔ غرض کہ تو اوصاف کمال کا مجموعہ ہے، تیرے اوصاف کہان تک بیان کروں
یہ سنکر ایاز نے عرض کیا کہ یہ سب حضور کا فیض صحبت ہے میری حقیقت تو پچھلے لیٹرے
اور پرانا پوستین ہے۔

دیکھو! چونکہ ایاز اپنی حقیقت کو جانتا تھا اس لئے اس محمود کو پہچانا اور سمجھا
کہ وہ میرا منعم اور محسن ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ من عوف نفسه فقد عوف ربه جس نے اپنے کو جان لیا اس لئے خدا کو پہچان لیا
کیونکہ جب وہ سمجھے گا کہ میری حقیقت چند قطرہ منی اور کچھ خون حیض ہے تو وہ سمجھے گا کہ
میرے کمالات مہرب حق سبحانہ ہیں لہذا وہ حق سبحانہ کی عظمت اور وقعت کریگا اور اپنے
کو اس کے سامنے بیچ سمجھے گا۔ پس اے لوگو! تم بمنزلہ ایاز کے ہو اور حق سبحانہ بمنزلہ محمود
کے تمہارا جو نالطفہ ہے اور تمہارا پوستین خون حیض۔ اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کا دیا ہوا ہے
[خاندانہ] کہ خون اور لطف بھی عطا حق سبحانہ۔ مگر انکی خست اور دنائت کی وجہ سے ان کو حق سبحانہ کی
طرف نسبت نہیں کیا گیا اور یہ کمالات اس نے تمہیں اس لئے دیے ہیں کہ تمہیں اس کا خزانہ قدرت معلوم ہو جائے
اور تم اس دیگر کمالات طالب ہو سق تم بزبان حال یا زبان کمال کہنا کہ اسے سوا اس پاس کچھ نہیں ہے یعنی تم طلب کرکے

نکرنا۔ دیکھو: باغبان چند سیب اسی لیے دکھلاتا ہے۔ کہ باغ کے درختوں اور اسکی پھلوں کی حالت معلوم ہو جائے اور تاجہ گدھے والے خریدار کو اسنے مٹھی بھر گے ہوں دکھلاتا ہے کہ اسکی اسے گے ہوں کا ڈھیر معلوم ہو جائے اور استاد تمہارے سامنے اسنے ایک نکتہ بیان کرتا ہے کہ اسکی تمہیں اس کا علم زائد معلوم ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ کہو کہ بس اسکی پاس یہ ہی تھا تو وہ تم کو یوں الگ کر دیگا جیسے ڈاڑھی سے نڈکا۔ پس حق سبحانہ نے بھی تمہیں اپنے کمالات مقدورہ کا نمونہ دکھلایا ہے تاکہ تم اور کمالات کو اسکی طلب کرو۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ سمجھو کہ اور اسکی پاس ہے ہی کیا جس کو طلب کیا جائے تو اس کا قیہ لامحالہ محرومی ہوگا۔

خیں یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو! محسنونے کہا کہ اے یاز آؤ اور اور انصاف کرو۔ اور عالم میں ایک عجیب انصاف کی بنیاد قائم کرو تمہارے مجرم مستحق قتل ہیں مگر وہ تم سے امید رحم و معافی ہیں۔ اب دیکھیں تمہارا رحم غضب پر غالب آتا ہے یا غضب رحم پر۔ اور اب کوثر رحمت شعلہ غضب کو فنا کرتا ہے۔ یا شعلہ غضب اب کوثر رحمت کو۔

اب مولانا رحم و قہر حق کے بیان کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عہد الست سے حق سبحانہ کی دونوں صفتوں علم و غضب کا ظہور ہے تاکہ کچھ لوگ غشا اس کی طرف مجذب ہوں اور کچھ لوگ رہبشا۔ چنانچہ لفظ اَلْسْتُ بِرَبِّکُمْ جو کہ عہد الست میں استعمال کیا گیا تھا۔ اسنے ظاہر ہوا تھا کہ اسکی اسکی صفت رحم اور صفت قہر دونوں ظاہر ہوں کیونکہ ایک فقرہ میں نفی و اثبات دونوں مجتمع ہیں اسنے کہ استفہام دال بر اثبات ہے اور اس میں لفظ لیس بھی موجود ہے جو کہ دال بر نفی ہے۔ پس مدلول استفہام اثبات الوہیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے خوشنودی اور رضا پر۔ اور لیس کا مدلول نفی ربوبیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے ناخوشی اور قہر پر کیونکہ اصل جملہ اَلْسْتُ بِرَبِّکُمْ تھا جو نفی ربوبیت پر دلالت کرتا تھا اس کے بعد حرف اس پر استفہام داخل ہوا جس نے اسے منفی سے مثبت بنا دیا۔

تو صیح اسکی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے سے یا بھائی اپنے بھائی

سے یا استاد اپنے شاگرد سے نہایت ناخوش ہوتا ہے تو وہ مجازاً اپنے اس تعلق کی نفی کر دیتا ہے جو ان دونوں میں آپس میں ہوتا ہے۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ میں تیرا باپ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور مقصود اس کمال ناخوشی کا اظہار ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ نفی ربوبیت کے لئے لَسْتُ بِكَ فَرَمَا اس کے کمال ناخوشی پر دال ہوگا اور چونکہ انا تیرا بکھڑا ضد ہے لست بہ بکھڑا کی اس لئے وہ اس کی ضد پر دلالت کر گیا (لَا مَاعِزِي وَ الْمَحْشِيْنَ تَقْرِیْلَاتِ اٰخِرَانِ شَتَّتْ فَاِجْعِ اِلٰی الْحَوَاشِی) اچھا اس تقریر کو چھوڑو کیونکہ یہ وقایع خواص کے سمجھنے کے ہیں نہ عوام کے۔ پس تم اس خواص کے پیالہ کو عام دسترخواں پر نہ رکھو۔ اور علم و قبر کے متعلق عام فہم مضمون کہا کر۔

اچھا سونہا قبر اور لطف ایسے ہیں جیسے صبا اور دبا۔ یعنی ایک ان میں سے خوش گن ہے اور دوسرا تباہ کن اور ایک ان میں سے لوہے یعنی سرکشوں کو جذب کرتا ہے اور دوسرا گھاس یعنی عاجزوں اور مسکینوں کو۔ اور وجہ اس تفرق کی اختلاف مناسبت ہے پس جو جس کی مناسبت ہے وہ اسی کو کھینچتا ہے اس بنا پر قبر لوہے کو کھینچتا ہے اور لطف گھاس کو۔ اور جذب مناسب للناسب کچھ قہر و لطف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ عام ہے چنانچہ حق ٹھیک لوگوں کو کھینچ کر ہدایت تک پہنچاتا ہے۔ اور باطل اہل باطل کو کھینچتا ہے اور معذہ اگر مناسب شیرینی ہے تو شیرینی کو کھینچتا ہے اور اگر اس میں صفر کا اثر ہے تو سنگیا کو کھینچتا ہے (خاندک) سبکا ایک دم کا سالن ہے جو کہ سرکہ میں بھگونے ہوئے دلیہ اور گڑ شربت اور میوہ جات سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور فرش گرم آدمی سے سردی کو کھاجاتا ہے اور ٹھنڈا فرش آدمی کی حرارت کو کھاجاتا ہے اور اگر تم کو دوست نظر پڑتا ہے تو تم سے عنایت اور مہربانی کا ظہور ہوتا ہے اور اگر مخالفت نظر آتا ہے تو تم سے حملہ کا ظہور ہوتا ہے اور اگر تم نور دیکھو اس سے روشنی نکلے گی اور اگر آگ لگے تو انہماں دیکھو تو اس کی تاریکی پیدا ہوگی۔ (دھوئیں سے تو تابی کی پیدائش ظاہر ہے رہی آگ سوا اس کی تابی کا پیدا ہونا بواسطہ دھان ہے)

الحاصل دشمن اور دوست، نور اور مار۔ شق اور غار۔ تخت اور سولی مرزا و گم سگی اور خار چوٹی اور سانپ۔ تانا بانا، خوشی و غم۔ غرض کہ جو کچھ بھی ہے سب کو ان کے مجازات

کے ساتھ شمار کر لو۔۔۔۔۔ یہ مضمون استطرادی تھا اب قصہ سنو احمود نے کہا کہ اے ایاز اس کام کو جلد کر دو۔ کیونکہ انتظار بھی گو نہ انتقام ہے پس اگر تم نے ان کو بالکل معاف کرنا چاہا تو ایسا کرنا ناممکن ہو جائے گا کیونکہ ایک حد تک یہ لوگ سزا بھگت چکے ہونگے۔ ایاز نے کہا کہ آپ کو اختیار کلی ہے آپ کے سامنے میں کیا چیز ہوں کیونکہ آفتاب کے سامنے ستارے فانی ہوتے ہیں اور ان کے آثار کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ زہرہ یا عطارد یا شہاب کی کیا مجال کہ وہ آفتاب کے سامنے طلوع ہو سکے۔ حضور والا اگر میں ایسا کرتا اور اپنے چھیتروں اور پوشین کو چھوڑ دیتا تو میں یہ طاقت کا بیج ہی کیوں بوتا اور حجرہ کے دروازہ پر ان حساد کے گونا گوں خیالات کے درمیان جس کی حالت بیان ہو گئی تھیں ہی کیوں لگتا اور ان کو بدظنی کا موقع کا پکے دیتا۔ اُن حاسدوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ندی میں ہاتھ ڈال کر اس میں خشک ڈھیلہ ڈھونڈتے ہیں یعنی وہ میرے اندر نافرمانی شاہ عالی جاہ کو فضول تلاش کرتے ہیں کیونکہ ندی میں خشک ڈھیلہ اور مجھ میں نافرمانی کہاں۔ میں تو پھلی ہوں اور آپ پانی۔ بھلا پھلی بھی پانی کی نافرمانی کھتی ہے۔ یہ لوگ مجھ غریب پر بے وفائی کا گمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ میری وفا کی یہ حالت ہے کہ خود وفا مجھ سے شرفاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شخص کے حوصلہ کے مطابق نہیں ہوں۔ اگر نامحرموں کے مصیبت نہ ہوتی تو میں وفا کا کچھ بیان کرتا لیکن نامحرم نہیں سیلے میں اس کا بیان ترک کرتا ہوں۔

کے لائق نہیں ہوتے بلکہ وہ عقل کے کان میں مخفی ہوتی ہے اور اس آواز کو عقل کے کان سنتے ہیں۔ وہ آواز نہایت دل کش ہوتی ہے جو عقل کے کان میں پہنچتی اور آدمی کو پھلکے کی چٹا چٹ سننے پر مجبور کرتی ہے۔ ورنہ اگر مغز کے رسیلی آواز نہ ہو تو پھر پھلکوں کی بیہودہ چٹ چٹ کون سنے۔ پس مغز بزبان حال اپنی خوبی بیان کرتا ہے اور عقل اس کا احساس کرے اور مغز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور طریق حصول یہ ہوتا ہے کہ پھلکے کو توڑ جائے اور اس میں سے مغز نکالا جائے پس آدمی پھلکے کو توڑتا ہے اور اس کے آواز سنتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مغز میں بھی آواز ہے اور اسی آواز کے سبب آدمی پھلکے کی چٹ چٹ سنتا ہے۔ پس اگر تم مغز حاصل کرنا چاہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ کچھ دنوں ایسے ہو جاؤ جیسے کہ نہ تمہارے ہونٹ ہیں نہ کان یعنی خلوت اختیار کرو نہ کسی سے کچھ کہو نہ کسی کی سنو۔ جب ایک معتد بزمانہ تک ایسا کرو تو پھر مزے سے غذائے روحانی یوں کھاؤ جیسے لب غذائے جسمانی کھاتا ہے۔

دیکھو! تم بہت عرصہ تک نظم اور نثر اور اسرار کو واضح طور پر بیان کر چکے ہو اب کچھ عرصہ کے لئے گونگے بھی ہو جاؤ اور خاموشی کا بھی امتحان کرو اور تم بہت کچھ کڑوے اور تیز اور کھاری اور کیلے کھانے پکا چکے ہو۔ ایک بار امتحان کے لیے میٹھا ہی پکالو یعنی تم بہت کچھ باتیں کر چکے ہو۔ جو کہ فی الحقیقت بد ذائقہ ہیں۔ اب ذرا سکوت بھی اختیار کر کے دیکھ لو جو کہ نہایت لذیذ شے ہے اور تم نہایت مرغن اور شیریں کھانے کھا چکے ہو کچھ دنوں رونے بھی رکھ کر دیکھ لو۔ دیکھو تو سہی ان میں کیا لطف ہے اور تم بہت راتوں میں سو چکے ایک رات جاگ کر ہی دولت حاصل کرو۔ اور بہت سے دن تم نے ہزل و جد میں بسر کر لیے ہیں اب ذرا دو ایک دن مجاہدہ کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

ختم شد ربح ثانی کلید مشنوی